

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188033

UNIVERSAL
LIBRARY

فہرست مضامین حیات حافظ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۰	تصنیفات	۱	دیباچہ
۶۷	کلام کی اشاعت	۲	نہید
۷۱	خواجہ کے کلام پر ایک نظر	۹	قام و نسب اور تعلیم
۹۱	حافظ اور سعدی	۱۳	شاعری کی ابتدا
۱۰۳	کلام کا نمونہ		امراء اور سلاطین
	خواجہ کے کلام کی مقبولیت	۲۲	کا دربار
۱۱۰	خواجہ کے کلام کی نسبت رائیں	۳۵	خواجہ کی شہرت
۱۱۸	خواجہ کے کلام کا اثر	۳۰	خواجہ کا تقدس
۱۲۶	خالدین	۵۲	ذاتی حالات
۱۳۲		۵۳	حب وطن
		۵۷	وفات

چونکہ ایک زبان کے نام جب دوسری زبان میں جاتے ہیں تو ان کی شکلوں بگڑ جاتی ہیں — اس لئے ہم ان پروردہ مصنفوں کے ناموں کو جو ہماری کتاب میں آئے ہیں اور جن کو انڈر ہم نے اختصار کے ساتھ لکھا ہے — انگریزی میں بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ پورے اور اصلی ناموں کا پتہ لگ جائے اور وہ صحت کے ساتھ پڑھنے جائیں *۔

انگریزی میں پورا نام	جو نام ہم نے کتاب میں لکھا ہے	انگریزی میں پورا نام	جو نام ہم نے کتاب میں لکھا ہے
Bodenstedt.	بڈنستڈٹ	F. Meninski.	مینسکی
Dr Richard T. H. Gottheil P. H. D. }	ڈاکٹر گتھیل	T. Hyde.	ہائیڈ
W. Thomson.	وایم ٹامسن	De. Reviski	ریووسکی
E. G. Browne.	ایسٹر براؤن	J Richardson	جی. ڈی. رچرڈسن
Gore Ouseley.	گور اوسلی	W. Jones.	وایم جونز
Charles Stewart	چارلس اسٹورٹ	W. Ouseley.	وایم اوسلی
Jarret	جیرٹ	John. Hindley.	ہندلی
Louisa Stuart		Von: Hammer.	وان ہامر
Costello.	ایڈم لوئسٹا	Dauner.	ڈاؤنر
Brockhaus.	براکھاس	Rosenzweig.	روزیویگ
Charles Rieu.	چارلس ریو	Nesselmann.	نسل مین
John Nott.	جان نٹ	S. Robinson.	سائنسن
Claudius James		Harman Bick- nell.	ہیک نل
Rich.	میسٹر ریچ	Col, H. Wilber force clark.	کپتان فلارک



دیباچہ

سہ ماہی میں طبعی تعطیل کے بعد جب مدرسہ کھلا تو میں نے اپنی ہمت کی کمر بستہ
 باندھی۔ اور ایک نئی تصنیف کے بیابان میں جس کا نام کعبہ یا بیت اللہ ہو گا قدم کھا
 اور چلنا شروع کیا۔ مگر راستہ استقدر دشوار گزار ملا کہ ابھی کچھ ہی منزلیں طے کی تھیں کہ
 صحت نے بھی رفاقت چھوڑنی چاہی۔ بعض دوستوں نے صلاح دی کہ اس کو تھوڑے
 دنوں کیلئے ملتوی کر دو لیکن شوق کے پاؤں نہیں رکتے تھے اور دل کہتا تھا
 دربیابان گر شوق کعبہ خواہی قدم سرزنشہاگر کند خرمغیلاں غم مخور
 مگر ہمت کہاں تک کام دیتی۔ آخر چند روز کے بعد صحت نے بالکل ہی ساتھ چھوڑ دیا۔ اور
 مجبوراً رخت سفر کھولنا پڑا۔

پورے ایک چلہ کے بعد پھر حالت سبھلی۔ اور پاؤں میں کچھ طاقت آئی لیکن اب اس لقی و قی سحر میں قدم رکھنے سے جی ڈرتا تھا۔ دوسری طرف رخ کیا۔ اتفاقاً سامنے ہی ایک پرنسباغ نظر پڑا یہ خواجہ حافظ شیرازی کی شاعری کا باغ تھا۔ اسکی رنگینی اور لطافت نہایت دل فریب اور دلکش معلوم ہوئی۔ اور جذبہ شوق بے ساختہ اس کی طرف کھینچ کر لے گیا

اب بجائے اس کے کہ کعبہ کا مہر آبادیہ عرب کی خاک چھانتا۔ شیراز کے گل کشت مصلے اور آب رنگا باد کی تفریح میں مشغول ہو گیا۔ خوش قسمتی سے حافظ جیسا زندہ دل اور پرمایہ مین بان ملکیا جس کی غزل کی دو آتشہ شراب کے جام پیائے پینے شروع کیے اور رخسارے لیکریہ کہنے لگا۔

بدہ ساقی مئے باقی کہ درختِ نجات
کنار آب رنگا باد گل کشتِ مصلے را

ہر چند کہ بعض دوستوں نے میری اس بے تکلفی کو تعجب دیکھا۔ اور لبیک کے نعرہ کے بجائے میرے لبوں سے ”بات الصبح“ کا شور سنا کر مجھے ملامت کرنے لگے۔ لیکن ان دھیمپیوں میں میں کچھ ایسا محو ہو گیا تھا کہ ان باتوں کی مجھے کچھ پرواہ نہیں ہوتی تھی اگر کبھی کچھ خیال بھی ہوتا تھا تو دل کہتا تھا۔

شیوہ زندگی نہ لائق بود اما این زمان
چوں در افتادم چرا اندیشہ دیگر کنم

آخر تین دن کے بجائے تین مہینے اس مہربان میزبان کے باغ میں نہایت لطف کے ساتھ گزارے اسی شان میں دوستوں کے لیے بھی اس میں سے ایک گلہ مستہ تیار کیا جس کو

اس ناپیز تصنیف کی شکل میں پیش کرتا ہوں۔ ۴
 گزقبول افتد زبے عز و شرف

اسلم - جے راج پوری { موضوع ۳۰، اپریل ۱۹۰۴ء
 مدرسۃ العلوم - علیگڑھ

تمہید

گذشتہ زمانہ میں جس شخص کو کسی ایسی چیز میں کمال حاصل ہوتا تھا جس سے عوام کو بھی چسپی ہو تو اس کے متعلق طرح طرح کی عجیب و غریب وائیں گھڑی جاتی تھیں جس کی تذکرہ کو دچھپ بنانیکے لیے ہر ایک محل میں بطور نقل و حمل کے استعمال کیجاتی تھیں۔

اسیں کچھ ایشیا ہی کی خصوصیت نہیں تھی بلکہ اہل یورپ کا بھی ہی حال تھا۔ ہومر کی ایڈا اور اڈیس جب بہت مقبول ہوئیں تو اُس کی طرف ایسی ایسی روایتیں منسوب کی گئیں جنکو دیکھ کر بعض مورخوں نے یہ کہا کہ ہومر کوئی شخص نہیں گذرا اور یہ نام فرضی ہے۔

اسی طرح یلی و مجنوں کے عشق کے قصے ہیں جس نے محبت کا کوئی دچھپ لطیفہ سوچا انھیں کی طرف منسوب کر دیا۔ ہندوستان میں خسرو اور بیربل ظرافت کے لیے نامزد ہو گئے ہیں۔ عوام نے ہزار ہا لطیفے اُن کے نام سے گھڑ لیے ہیں۔

خواجہ حافظ جنکی غزل شاعرانہ کمال کی آخری حد اور انسانی طبیعت کیلئے ایک لطیف و حافی غذا ہے۔ اس کلیہ سے کیونکر مستثنیٰ رہ سکتے تھے ابتداء ہی سے ان کی شاعری انسانی فطرت سے بالاتر سمجھی گئی کسی نے انکو خضر کا شاگرد بتایا۔ کسی نے مہم سبھا کسی نے مجذوب صوفی کہا کسی نے رند۔ مے پرست اور عاشق مزاج ٹھہرایا۔ اور اسی قسم کی طرح

کی روایتیں ان کی طرف منسوب کی گئیں۔ یہی مجلسوں میں بیان ہونے لگیں اور کتابوں میں لکھی جانے لگیں ان طلسمی حکایتوں کے مقابل میں ان کی زندگی کے اصل حالات اور واقعات کی طرف کسی نے بھی توجہ نہیں کی۔ اور زمانہ کی موجیں اپنے ساتھ ساتھ ان کو لیتی گئیں۔ خواجہ کے اندر دو کمال تھے یعنی ایک تو وہ بڑے بزرگ صوفی تھے دوسرے بہت بڑے شاعر۔ ان دونوں حیثیتوں نے بہت کچھ ان کے متعلق لکھا جانا چاہیے تھا ہم نے جو بوقت ان کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا تو شعراء کے تذکرے دیکھے۔ صوفیہ اور مشائخ کے حالات پڑھے بہت سی تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کیا مگر سوائے تھوڑے سے حالات اور چند خرافات حکایتوں کے اور کچھ نہ ملا۔

فارسی کی معمولی کتابیں جن میں خواجہ کے کچھ حالات مل سکے یہ ہیں۔

نجات الانس - تذکرہ دولت شاہ سمرقندی - سفینۃ الاولیاء - تشکدہ - خزانۃ عامرہ - روضۃ الصفا - حبیب السیر - مفتاح التواریخ وغیرہ تاریخ فرشتہ اور تاریخ نادری۔ میں بھی کہیں کہیں بعض تھتھے ضما آگئے ہیں۔

انگریزی میں جو تصنیفات فارسی ادب یا خود خواجہ کے متعلق ہوئی ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل کتابیں ہم نے دیکھیں مسٹر براؤن کی ”ٹرییری ہسٹری آف پرشیا“ میڈم لوسا کی ”روزگارڈن آف پرشیا“ ”ان ایکلو پیڈیا برٹانیکا“ گوراوسلی کے یوگریفکشنز ”ان پشین پوئیس“ کپتان کلارک کا دیوان حافظ کا ترجمہ - ولیم جونز کا ترجمہ مکنبل کا ترجمہ انتخاب مکران میں بھی وہی قصہ۔ وہی داستانیں کسیتقد زیادہ آب تاب کے ساتھ مندرجہ

ہیں چنانچہ اسی زمانہ میں ہم نے سنا کہ ڈاکٹر کا تحصیل نے امریکا کی کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر
 ”دی ولڈس گریٹ کلاس کے سلسلہ میں فارسی ادب پر ایک مبوط کتاب لکھی ہے۔ بڑی جستجو
 اسکو حاصل کیا۔ اور خواجہ کے حالات پڑھنے شروع کیے مگر ہوا ہی امتیاز کرنا مشکل ہو گیا کہ آیا
 یہ کتاب جس کو ہم پڑھ رہے ہیں کوئی تیاغ ہیانا دل ہے۔

اسی اثنا میں ہوا ایک گنج مخفی کا پتہ لگا یعنی دہلی کے نواب احمد سعید خاں صاحب
 نے مدرسہ العلوم علی گڑھ کو بہت سی کتابیں دیں مروج کتب خانہ سے الگ محفوظ رکھی ہوئی ہیں۔ انہیں
 تین سو چالیس کتابیں جو زیادہ تر قلمی در پرانے زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں فارسی ادب و تیاغ کے
 متعلق ہیں ہم نے اس بیش بہا ذخیرہ کو بھی چھان ڈالا۔ کئی ایک نئے تذکرے نئی تاریخیں ملیں لیکن
 ان معلومات میں جو خواجہ کے متعلق ہوا پہلے سے حاصل تھیں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہوا۔
 ان تذکروں میں سے ایک تذکرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہے۔ اس کا نام ہے ”تذکرہ پنڈت
 خوشگو“ افسوس ہے کہ شروع اور آخر کے بہت سے ورق نہیں ہیں اسوجہ سے اس لائق پنڈت
 کا نام نہیں معلوم ہو سکا۔

اسپرستہ کی ایک یادداشت لکھی ہوئی ہے کہ ”گنبد نور علی تما کو فروش سے ۱۵۰ میں خرید
 کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ اسی تما کو فروش نے اس کے بیش قیمت درقے پڑیوں میں صرف کیے
 ہو گئے۔

تمام تذکرے دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ پنڈت کا تخلص عشی ہوا و وہ پٹنہ کا رہنے
 والا ہے۔ زندہ دل پنڈت اپنے آپ کو خواجہ روحانی شاگر و سمجھتا ہے اس نے کسی شاعر کا حال

چار سطروں زیادہ میں نہیں لکھا ہی لیکن خواجہ کے حالات ایک جزو پر بھی تمام نہیں ہوئے
 وہ خواجہ کا نہایت عقیدت مند ہو اور عقیدت مندی اس کو بطور میراث کے ملی ہو اس نے
 لکھا ہی کہ میرے دادا جو جہاں زیب بانو سلیم بنت شاہزادہ داراشکوہ کی سرکار میں
 ملازم تھے ہر وقت دیوان حافظ غزل میں رکھتے تھے۔ اور میرے باپ جو اجمیر میں شاہی
 توپخانے کے افسر تھے ہر شب جمعہ کو خواجہ کی نذریں سکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلاتے تھے۔
 تذکرہ ساج الافکار مصنف مولانا قدرت اللہ بھی نہایت عمدہ اور جامع تذکرہ آہیں ملا
 الغرض جہاں تک ہمارے امکان میں تھا ہم نے جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر پھر
 بھی ایسے معتد بہ حالات نہیں معلوم ہو سکے جو خواجہ کے مستقل تذکرہ لکھنے کی بہت دلاتے۔

ابتدا ہی میں جب ہم نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا ہمارے ایک کرم فرمانے اردو
 کے موجودہ مصنفوں میں سے ایک ممتاز مصنف کا نام لیا اور کھا کہ وہ بھی خواجہ کا تذکرہ لکھنا چاہتے
 تھے مگر ایسوجو نہیں لکھا کہ کچھ حالات نہیں مل سکے اسوقت تو ہم نے یہ جواب دیا تھا
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک جواب آؤ نہ ہم بھی سیر کریں گے طور کی

مگر حقیقت میں یہ سیر آسان نہیں ہے۔ ۶

کہ عشق آسان نمود اول دے افتاد مشکلم

چوں کہ خواجہ کے ساتھ دن بدن دنیا کو زیادہ ذوق ہوتا جاتا ہے۔ اسلئے جو کچھ عجیب حالات
 مل سکے تھے دل نے اس کا چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اور گوان کی زندگی کا کوئی بڑا کارنامہ یا کوئی
 مفصل کیفیت نہیں معلوم ہوئی لیکن پھول نہیں تو پہنکری ہی بہرہ کی کو غنیمت سمجھ کر مرتب کر لیا

اور ناظرین کی خدمتیں پیش کرنے کی جرات کی۔

امید ہے کہ ناظرین اس میں ہمارا زیادہ قصور نہ سمجھیں گے۔ کیوں کہ ہم تو گزشتہ مورخین کے پائندہ
جو حالات ان کے کتابوں میں ہو چکے ہیں وہی ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں گے ہمارا
تو یہ حال ہے۔

دیر آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند انچہ استاد ازل گفت ہاں میگویم

نام و نسب اور تعلیم

خواجہ کا لقب شمس الدین نام محمد اور تخلص حافظ ہے،
ان کے آبا و اجداد مقام سرکان کے باشندے تھے جو شہر نہاوند کے قریب ہے،
انکے دادا شیرازیں آگئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔

کسی تذکرہ سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان کا کیا نام تھا۔ البتہ اتنا پتہ لگا ہوا کہ وہ بڑے نیک
تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا اور شیرازیں انکی بڑی غرت اور وقت تھی۔

خواجہ کے والد کا نام مولانا کمال الدین تھا جو علماء اور اہل کمال میں سے شمار کیے جاتے
تھے اور اپنی آبائی تجارت کی وجہ سے بہت دولت مند تھے۔

خواجہ کے ایک چچا بھی تھے جبکہ نام سعدی تھا یہ شیخ سعدی گلستان بوستاں کے
مصنف نہیں ہیں، وہ ایک صوفی منش شاعر اور بڑے باکمال تھے۔

اس سے زیادہ خواجہ کے خاندانی حالات نہیں معلوم ہو سکے لیکن یہ تمام مورخ لکھتے ہیں
ان کا گھرانہ علم و فضل اور خاندانی وجاہت کے لحاظ سے شیراز میں بہت معزز خیال کیا جاتا تھا۔

خواجہ کی پیدائش شیراز ہی میں ہوئی۔ سن ولادت کا ٹھیک پتہ کسی تاریخ سے نہیں چلتا
مگر یہ بات مسلم ہے کہ وہ آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا میں پیدا ہوئے۔

ان کی زندگی کے حالات پر نظر ڈالتے ہوئے یہ تخمینہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ولادت ۷۵۰ھ

میں ہوئی ہوگی کیونکہ جو وقت و تعلیم سے فارغ ہوئے اور شیراز میں انکی علمی لیاقت کا شہرہ ہوا تو حاجی قوام الدین حسن وزیر نے ایک مدرسہ خاص انہیں کے لیے قائم کیا تاکہ اس میں طلباء کو فقہ و حدیث پڑھائیں۔ یہ مدرسہ ۱۱۴۸ھ میں قائم ہوا تھا۔ اس لیے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ایسی لیاقت اور شہرت پیدا کرنے کے لیے جو ایک مدرسہ قائم کرنیکی سفارش کرے کم سے کم تیس سال کی عمر ہونی چاہیے۔

خواجہ چونکہ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہوئے تھے جس میں علم و فضل موجود تھا۔ اس لیے بچپن ہی سے تحصیل علم میں لگائے گئے پچھلے انھوں نے قرآن حفظ کیا اور اسی وقت سے حافظہ کے جانے لگے یہ لقب انکو اتنا پسند ہوا کہ یہی انھوں نے اپنا نخلص بھی رکھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خواجہ کا محض نخلص ہی حافظہ تھا اور وہ دراصل حافظہ قرآن تھے مگر یہ کہ اس خیال پر تعجب آتا ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں مسلمان بچے قرآن حفظ کرتے ہیں۔

خواجہ کے حفظ قرآن سے انکار کرنیکی وجہ یہ علاوہ بریں اس زمانہ میں شیراز ایک ایسا مقام تھا جہاں تمام اسلامی دنیا سے زیادہ قرآن خوانی کا چرچا تھا۔ ابن بطوطہ اٹھویں صدی

ہجری کا مشہور سیاح جو حافظہ ہی کے زمانہ میں پہلی بار ۱۳۸۸ھ اور دوسری بار ۱۳۹۸ھ میں شیراز میں گیا ہے اسے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ ”جس ذوق شوق اور خوش الحانی کے ساتھ شیراز کے لوگ قرآن پڑھتے

ہیں ایسا تمام دنیا میں کہیں میں نہیں سنا“ اس عام ذوق شوق کا یہ لازمی نتیجہ ہوگا کہ وہاں کے بچوں کو زیادہ تر قرآن حفظ کرایا جاتا ہوگا۔ ایسی حالت میں حافظہ جو ایک علم پرست خاندان

کے بچے تھے کیونکر اس سے محروم رہتے۔ خود انکے دیوان میں جا بجا بہت سے

ایسے اشعار موجود ہیں جنہ انکے حافظ قرآن ہونیکا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً ایک غزل میں کہتے ہیں

اے چنگ فرد بردہ بخون دل حافظ فطرت مگر از عزت قرآن خدا نیست

ظالم! تو نے حافظ کے خون دل میں ہاتھ ڈلو رکھا ہے۔ یہ کلام اسی کی عزت ہاتھ کچھ خیال میں ہے۔

دوسری غزل میں ایک شعر ہے۔

ندیم فوشتہ از شعر تو حب فضا بقرا نیک اندر سینہ داری

حافظ میں نے تیرے شعر سے اچھے کیسے شعر نہیں دیکھے اس قرآن کی قسم ہے جو تیرے سینہ میں
یہی نہیں کہ وہ معمولی حافظ تھے بلکہ تمام قراءتوں سے بھی واقف تھے اور اپنی قرآن دانی پر لگو

تاز تھا چنانچہ کہتے ہیں

عشق رب بفریاد گر فو دبسا حافظ قرآن زبر خوانی با چارہ رواست

عشق تری زیادہ سی کرے اگر تو بھی حافظ کی طرح فخر ان کو چودھوی قرآن تو نے ساتھ اڑا کر ہے

حفظ قرآن کے بعد خواجہ نے مولانا شمس الدین محمد عبداللہ شیرازی کے حلقہ درس
جو کہ بڑے مشہور فقیہ اور مفسر تھے اور دور دور سے لوگ انکے یہاں پڑھنے کیلئے آتے تھے

تفسیر اور فقہ پڑھی

مولانا شمس الدین محمد حافظ کی ذہانت پر اسقدر فریفتہ تھے کہ انکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ
عزیز سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنا لقب شمس الدین انکو عطا کر دیا۔

بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خواجہ نے علامہ سید شریف جرجانی متوفی ۱۰۶۷ھ سے
جو کہ تیموری علماء میں سے ہیں منطق کی کتابیں پڑھیں لیکن یہ غلط ہو کیوں کہ علامہ سید شریف

سنہ ۱۰۰۰ء میں پیدا ہوئے جسکے پانچ ہی سال بعد خواجہ مسند درس پر بیٹھے جو زمانہ خواجہ کے
 بڑے پائے کا ہو، انکی جوانی کا یہ پھر یہ کیونکر یقین کیا جائے کہ خواجہ نے انکی شاگردی کی توگی
 خواجہ شرف بھر سے ذہین فطین اور بطلاء تھے اسوجہ سے علوم عقلیہ مثلاً منطق فلسفہ اور فقہ
 سے انکو بہت کچھ بھی تھی اور ساتھ ہی علم ادب سے بھی انکو بہت ذوق تھا۔ زیادہ تر شعراء
 جاہلیت کے دو اوین کی جستجو میں رہتے تھے سکا کی کتاب مفتوح جو معانی و بیان میں سے
 اکثر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے۔

مگر انکے تمام علمی ذوق کا مرکز و اصل قرآن تھا کیونکہ علوم قرآنیہ کے ساتھ ان کو
 شغف تھا۔ اور اکثر وہ تفسیروں کا ہی درس دیا کرتے تھے۔ کشاف جو قرآن کی ایک
 معرکتہ الارا تفسیر ہے اور علامہ زمر محشری معتزلی کی تصنیف ہے انکو تمام تفسیروں سے زیادہ
 مرغوب تھی۔ چنانچہ انھوں نے ایک حاشیہ بھی اسپر عربی زبان میں لکھا ہے اس اندازہ
 کیا جاسکتا ہے کہ وہ معقول و منقول پر بھی حاوی تھے اور معتزلہ کے عقلی مباحث کو دیکھنے
 کی نظر سے دیکھتے تھے

ل
 اگرچہ خواجہ کے زمانہ سے تقریباً ایک صدی پہلے تاتاری حملہ نے اسلامی جاہ و جلال
 کو اپنی خوں فشاں موجوں میں غرق کر دیا تھا مگر خدا کی قدرت کے عجیب کرشمے ہوتے
 ہیں وہی حملہ آور کچھ مدت کے بعد مسلمان ہو گئے جس کی وجہ سے اسلام کی خشک رگوں
 میں پھر ایک تازہ خون دوڑ گیا۔ اور علوم اسلامیہ کے ٹٹماتے ہوئے چراغ پھر روشن
 ہو گئے۔

خواجہ کے زمانہ میں تاتاری خاندان کا آخری بادشاہ ابو سعید خاں بغداد کے تخت پر رونق افروز تھا جو بہت بڑا عادل پرہیزگار اور علم پرست تھا اس کے زمانہ میں شیراز کے مردم خیز خطہ میں جہاں ہمیشہ سے بڑے بڑے علماء و فضلاء پیدا ہوتے چلے آئے تھے ایک جماعت اہل کمال کی موجود تھی۔ جن کی نظیر اس صدی میں ہم دنیا کے اسلام میں مشکل سے مل سکتی ہو مثلاً۔ قاضی مجد الدین اسماعیل قاضی محمد مولانا بہاء الدین وغیرہ جنکی تصنیفات اور کارنامے قیامت تک متحول اور یادگار بن گئے خواجہ نے انہیں اہل کمال بزرگوں کی صحبت کا فیضان حاصل کیا تھا۔ اسوجہ سے انکے اندر علم کا صحیح مذاق پیدا ہو گیا اور انکی استعداد اور لیاقت کا شہرہ ہونے لگا۔ حاجی قوام الدین حسن نے جو شاہ ابوالاسحاق والی شیراز کے وزیر اور بہت بڑے علم و دست تھے خواجہ کی استعداد کو دیکھ کر انکے لیے ایک مدرسہ قائم کیا تاکہ وہ فتنہ اور تفسیر کا درس دیں

شاعری کی ابتدا

فارس اور خراسان شیراز میں شاعری کا مذاق عام تھا۔ بادشاہ اور فقیر۔ عالم اور جاہل۔ بڈھا۔ اور جوان غرض ہر شخص کچھ نہ کچھ اس کا پسکار رکھتا تھا۔ خواجہ جنکو فطرتاً چلبلی اور شاعرانہ طبیعت ملی تھی اس سے کیونکر الگ رہ سکتے تھے بچپن ہی سے انکو بھی اسکا شوق دامنگیر ہوا۔

خواجہ کرمانی جو نہایت لطیف و ظریف شاعر اور صوفی منش آدمی تھا اس زمانہ میں شیرازی میں تھا۔ خواجہ اکثر اس کی صحبت میں بیٹھتے اور شاعرانہ رموز و نکات اس سے حل کرتے۔

علاوہ بریں خود انکے چچا سعدی بہت اچھے شاعر تھے اور انکے جلسوں میں اکثر شعرو شاعری کے تذکرے رہتے تھے۔

بچپن ہی کے زمانے کا قصہ ہے کہ انکے چچا سعدی ایک مکان میں بیٹھے ہوئے کوئی صوفیانہ غزل لکھنی چاہتے تھے ابھی انھوں نے ایک ہی مصرعہ لکھا تھا کہ کسی ضرورت سے انکو باہر جانا پڑا۔ کاغذ وہیں چھوڑ گئے خواجہ نے ایک مصرعہ لکھا ہوا دیکھ کر اس پر دوسرا مصرعہ لگا کر شعر پورا کر دیا۔ سعدی جب باہر سے آئے تو پورا شعر لکھا ہوا دیکھ کر حیرت میں ہو گئے اور خواجہ سے پوچھا کہ کیا تم نے دوسرا مصرعہ لگایا ہے۔ انھوں نے کہا ہاں۔ یہ سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اچھا تمہیں اس غزل کو پوری کر دو۔ خواجہ نے تھوڑی دیر میں غزل پوری کر دی۔ اور ایسی اچھی کہی کہ سعدی اس کو دیکھ کر تعجب ہو گئے اور وجد میں آ گئے پھر خواجہ سے کہا جا! تو ایسا شاعر ہو گا کہ تویسے اشعار سنیں گا وہ مجذب و مغبوط انھو اس ہو جائیگا۔ کپتان کلارک کہتے ہیں کہ

خواجہ کرمانی شاہ ابوالسحاق کے عہد میں شیراز میں آیا تھا۔ خواجہ علاء الدین سمنانی رح کا مدد ہوا۔ صوفی آباد کی خانقاہ میں جو شیراز میں واقع ہے بہت دنوں تک ریاضت اور مجاہدہ کرتا رہا۔ سمنانی رح میں شاہ ابوالسحاق کے بیٹے کا فتنہ تھا اس میں تنہیت نامہ لکھ کر پیش کیا۔ شاہ نے اسٹریفوں سے بھرا ہوا ایک طبق صمد بن عطا کیا دیکھتے ہی خوشی سے مگر جب شیرازی میں ہو۔ ایک دیوان یادگار ہے۔

قسط مظہر شیعہ ترک اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سعدی کی دعا کا اثر خواجہ کے کلام میں ہے۔ کہ جو اسکو پڑھتا ہی بخود اور مجذوب ہو جاتا ہی۔

- بعض تذکرہ نویس خواجہ کی شاعری کے متعلق یہ عجیب و غریب حکایت لکھتے ہیں کہ شیراز سے چار میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کا نام پیر سبزوئی۔ وہ ایک پہاڑ کے شیلے پر واقع ہے جو بابا کوہی کے نام سے مشہور ہے فارس میں یہ مشہور تھا کہ جو شخص اس مقام پر ایک چلہ کھینچے حضرت خضر اسکو آب حیات پلا دیتے ہیں اور وہ اعلیٰ درجہ کا شاعر ہو جاتا ہی۔ خواجہ نے بھی اسی ارادہ سے چلہ شعی شروع کی۔ روزانہ رات کے پچھلے پھر وہاں جاتے۔ ورود اور وظیفہ پڑھتے۔ اسی زمانہ میں انکو ایک بازاری عورت شاخ نبات نامی سے عشق ہو گیا تھا۔ اتفاق سے ایک دن رات کو اس کے کوچہ میں چلے گئے۔ اور وہی چلہ کی چالیسویں رات تھی شاخ نبات کہاں تو کبھی التفات ہی نہیں کرتی تھی اور کہاں آج بڑی لگاوٹ کی باتیں شروع کیں خواجہ کو بھی اس کی باتوں میں کچھ ایسی دھپسی ہوئی اور ایسے محو ہوئے کہ چلہ کا خیال ہی دل سے جاتا رہا جب رات زیادہ گزرتی تو یکایک خیال آیا گھبرا کر اٹھے۔ اُس نے ہر چند روکنے کی کوشش کی لیکن انھوں نے ایک نہ سنی اور پیر سبزوئی چکر حسب معمول وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ ان کی اس مستعدی پر خدا کو رحم آیا۔ حضرت خضر نمودار ہوئے اور انھوں نے آب حیات کا پالہ پلا دیا اسیدن سے انکو ایک غیر فانی شاعری مل گئی صبح کو حسب حال یہ غزل لکھی۔

دوش وقت سحر از غصہ بخاتم دادند
 پیچود از تشعشعہ پر تو ذاتم کردند
 چہ مبارک محرک بود و چہ فرخندہ شبے
 چون من از عشق رخسار پیچود و حیران گشتم
 من اگر کام روا گشتم و خوشدل عجب
 بعد ازین رے من آئینہ حسن نگار
 کیما ایست عجب بندگی پیر مغاں
 ہاقت آن دوزمن مژدہ این ولایت
 ایں ہمہ شہد شکوہ گز سختم میریزد
 وندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
 بادہ از جام تجلی بصفا تم دادند
 اس شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند
 خبر از واقعات و مناتم دادند
 مستحق بودم داینها بزرگواتم دادند
 کہ در انجا خبر از جہل وہ ذاتم دادند
 خاک او گشتم و چندین رجا تم دادند
 کہ بیازار غمت صبر شاتم دادند
 اجر صبر سیت کنان شاخ نباتم دادند

ہمت حافظ و انفا سحر خیزاں بود
 کہ ز بند غم ایام محب تہم دادند

اس غزل کا یہ شعر

ایں ہمہ شہد و شکوہ گز سختم میریزد
 اجر صبر سیت کنان شاخ نباتم دادند

اس واقعہ کی شہادت میں پیش کیا جاتا ہے اور اس کے معنی بیان کیے جاتے ہیں کہ

”یہ تمام شہد و شکوہ جو میرے کلام سے نکلتا ہے اس صبر کا بدلہ ہی خوشخبات کی طرف سے مجھے ملے گا“

گذشتہ زمانہ کی تواریخ میں اس قسم کے واقعات و گزرات ہی سہی لیکن ان سے اس شخص کی عظمت ضرور ثابت ہوتی ہے جس کے متعلق یہ بیان کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ

اس حکایت سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ خواجہ کی شاعری کو عام طور پر لوگ انسانی فطرت سے بالاتر سمجھتے تھے اسلئے یہ حکایت وضع کی گئی جس میں یہ دکھلایا گیا کہ انہی شاعری کسی نہ تھی بلکہ خدا داد تھی۔

اصلیت یہ ہے کہ یہ بے نظیر صوفیانہ غزل جیسا کہ خود اس میں غور کر نیسے معلوم ہوتا ہے خواجہ نے اس موقع پر بھی ہر جگہ انکو شرح صدر محال ہوا ہے اور انکا سینہ عرفان کے اسرار سے لبریز کر دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا شعر جو اس حکایت کے ثبوت میں نقل کیا گیا ہے اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو لوگوں نے سمجھے ہیں۔ شاخ نبات دراصل داؤد کا مفعول ہوا اور شعر کے صحیح معنی یہ ہیں۔

”یہ تمام شہد و شکر جو میرے کلام سے ٹپکتا ہے اسی صبر کا بدلہ ہے جس نے شکر (کلم) جگمگا دیا۔“ اسی صبر کا اشارہ اس صبر کی طرف ہے جو اس سے اوپر کے شعر میں ہے یعنی۔
ہاتف آں روز بن شروہ این دولت او کہ بازارِ عنایت صبرِ بختِ تم داؤد اور شاخ نبات کے معنی نے شکر کے ہیں جس سے کلم قلم مراد ہے۔

خود خواجہ نے اپنے دیوان میں جا بجا شاخ نبات اپنے قلم ہی کو لکھا ہے ایک جگہ کہتے ہیں۔

کلم حافظ شکر شاخ نبات بہین کہ دریں باغ نہ بینی ثمرے بہتر ازیں

حافظ کا قلم ایک شیریں نے شکر ہے۔ اس باغ میں اس سے بہتر کوئی اور میوہ مکنون نظر نہ آئیگا

۵ سر شعر ہے۔

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتیت گلک تو کش میوہ دلپذیر تر از شہد شکر بہت
حافظ تیرا قلم نہایت ہی عمدہ نے شکر ہے کہ جس کا میوہ شہد شکر ہے بھی زیادہ لپسند
ہدایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قصہ کا گھڑنے والا اس شعر میں شاخ نبات کے معنی
سمجھ نہ سکا اس نے فوراً اسکو ایک بازاری معشوقہ کا نام قرار دیکر یہ حکایت چست کر دی
عوام کی عجائب پرستی نے اسکو اتنا فرغ دیا کہ لغت کی کتابوں میں بھی اب شاخ نبات
کے معنی، "ایک شیرازی معشوقہ" کے لکھے جانے لگے۔

حالانکہ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ میرا قلم مثل ایک نے شکر ہے جس سے شہد و شکر
یعنی عشق حقیقی کے رموز اور معرفت کے اسرار بھرے ہوئے شیریں اشعار اسطرح ٹپکتے
ہیں جسطرح شاخ سے میٹھے پھل ٹپکتے ہوں اور یہ عشق الہی میں صبر کرنے کا اجر ہے جو خدا نے
محکوم عطا فرمایا ہے۔

نواجہ گو کہ بہت بڑے عالم اور فقیہ صالح اور زاہد تھے۔ اور انکا تمام وقت علمی مشغلوں
اور عبادت و ریاضت میں صرف ہوتا تھا مگر باوجود اس کے انکی طبیعت میں چونکہ فطرت
نے بے نظیر شاعرانہ طاقت و ولایت رکھی تھی اسلیے وہ بچپانہیں بیٹھنے دیتی تھی۔ اس
کے ساتھ ہی اس نے مانہ میں شاعرانہ مذاق فارس کی آب ہوا میں چاہوا تھا۔ خاصکر
شیراز میں جہاں کہ تھوڑی مدت پہلے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اپنی بے مثل
غزلوں سے جو عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا پھلو یہ ہوئے تھیں شاعری کا ایک

نیا باب کھول کر طبیعت کو اور اکساویا تھا۔ اور عام ولولہ اور جوش لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا بہت سے لوگ جوانی تھا بہت اور متانت کی وجہ سے اب تک شاعری سے پرہیز کرتے تھے انکے سر بھی شیخ کی غزلوں کے سامنے جھک گئے۔ بڑے بڑے زاہد باور اور اہل دل بھی عشق حقیقی کا چٹخارہ دیکھ کر اسپر ٹوٹ پڑے۔ اور شاعری بلا تکلف ان مخلصوں میں بھی بارپا لگئی جہاں اب تک اس کی رسائی نہ ہو سکی تھی۔ اور علماء اور صلحا بھی بطور نقض طبع کے شاعری میں طبع آزمائی کرنے لگے اس لیے بایں علم و زہد۔ و صلاح و تقویٰ خواجہ کا شاعری کی طرف توجہ کرنا جو ان کے مرتبہ کے لحاظ سے بہت اونے اور پست تھی عام لحاظ سے کوئی ننگ عار کی بات نہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے بھی وہی شیخ کی روش اختیار کی۔ اور عشق حجاز کے جام مغالین میں عشق حقیقی کی شراب پلانی شروع کی جو ان سے پہلے شیخ پلا گیا تھا۔ مگر یہ اس قدر تند اور تیز تھی کہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ اس سے ایسے بخود ہوئے کہ انکو پھر کیسی خبر نہ ہوئی۔ مقدس محفلوں خانقاہوں امراء اور دوزار کی مجلسوں۔ بازاروں اور شہر ہاہوں میں غرض ہر جگہ اسی نے دو آتشہ کا دور چلنے لگا اور چاروں طرف حافظ شیرازی کی غزل کا نغمہ گونج اٹھا۔

فلند زمرئہ شوق در عراق و حجاز نواے بانگ غزلہاے حافظ شیراز
خواجہ کی شاعری تصنع اور بناوٹ سے پاک ہو وہ ان شعرا کی طرح نہیں تھے جن کا پیشہ ہی شاعری ہونہ وہ مصنوعی جذبہ پیدا کرتے تھے اور نہ بناوٹی شاعری کرتے تھے بلکہ ان کی شاعری نقض طبع کے طور پر تھی۔ اور وہ درویشانہ اور عالمانہ زندگی رکھتے تھے۔

جب کوئی موقع ایسا آجاتا تھا کہ ان کی شاعری کے جذبہ کو تحریک ہو تو وہ بے ساختہ غزل کہہ دیتے تھے۔ انکی ایک ایک غزل ایک ایک تاریخی واقعہ اپنے ساتھ رکھتی ہے کسی میں وہ کسی قسمت کی وفات پر روئے ہیں کسی میں کسی کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

ستارہی و بار کا ذکر تو غزل میں خانقاہ کے حلقہ کا ذکر تو غزل میں غزل ہی میں منح کرتے ہیں اور غزل ہی میں رشتہ لکھتے ہیں۔

الغرض سوائے غزل کے جو طبیعت کے اصلی اہل اہل سے ہوتی ہے قصیدہ وغیرہ جنہیں مصنوعی خیالات ہوتے ہیں انھوں نے کبھی نہیں کہا دو لست شاہ سمرقندی لکھتا ہے، ”اور اب اصناف سخنوری اتنا تنہا نیست الا بغزلیات“ یعنی حافظ سوائے غزل کے اور اصناف شاعری کی طرف توجہ نہیں رکھتے تھے لطف علیاں تشکدہ میں لکھتا ہے، ”از فنون شعر میل کلی بغزل سربا بہشت“، یعنی انکی ساری توجہ غزل گوئی ہی کی طرف تھی جہاں کوئی لطیف شاعر انبات لفظ لکھی اسپر غزل لکھدی۔

ایک دفعہ حاجی قوام الدین کے بیٹے دعوت تھی۔ گرمی کا موسم تھا پائیں باغ میں تخت بچھا ہوا تھا اس پر کھانا کھا ہے تھے پانی کے کٹورہ میں نیلے آسمان اور تیسری یا چوتھی رات کو چاند کا عکس نظر پڑا اسوقت میں منظر بہت خوبصورت معلوم ہوا اور فوراً یہ شعر موزون کیا۔

دریائے اخضر فلک دشتی ہلال ہستند غرق نعمت حاجی قوام
اس مناسب موقع شعر کو سنکر لوگ پھرک اٹھے اسی پر یہ غزل پوری کی۔

ساقی بنو بادہ برافروز جم ما
 ماورپیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
 چندان بود کشته ناز سہی قد
 مستی چشم شاہد و بلند غوغاست
 ترسم کہ صفت نمبر روز بازو است
 ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بق
 دریائے اخضر فلک کشتی ہلال
 مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما
 اے بیخیز ز لذت شرب مام ما
 کاید بیلوہ سر و صنوبر خرام ما
 زانرو سپردہ اند بستی نام ما
 نان حلال شیخ ز آب حرام ما
 ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
 ہستند غرق نعمت عاجی قوام ما

حافظ ز دیدہ داند اشکے ہی فشاں

باشد کہ مرغ وصل کند قصد ام

بڑی بڑی لاجواب غزلیں بے تکلف دم کی دم میں کہہ دیتے تھے۔ سلطان
 غیاث الدین والی بنگالہ نے جس کا قصہ آگے آئیگا جب انکی طلبی کیلئے اپنے
 خاص غلام یا قوت کو شیراز بھیجا تو رات کو جس وقت سلطان کا خط انکو ملا اس وقت
 انھوں نے سلطان کیلئے ایک بے مثل غزل لکھ کر دیدی چنانچہ اسی میں کا یہ شعر ہے۔
 طے مکان ہیں و زمان سلوک شعر کہیں طفل کشیدہ کیسا لہ میرود
 شعر کی رفتار کا زمانہ اور اتنی بڑی مسافت کا طے کرنا دیکھو کہ یہ ایک انکساریہ ایک سال کی راستہ کی مسافت ہے

امراء اور سلاطین کا دربار

خواجہ کی تمام زندگی کا زمانہ فارس کا شیراز کے لیے ایک نہایت پر آشوب زمانہ تھا۔ اس عہد میں بڑے بڑے عظیم الشان انقلابات واقع ہوئے۔ خواجہ کی ۶۰۰ سال کی زندگی میں شیراز میں سات بادشاہ ہوئے اور اکثر انہیں باہم سخت خونریزی لڑائیاں ہوئیں۔ سلطان مظفر کے بیٹے ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ خانہ جنگی ہی میں مصروف رہے اور اسی میں انھوں نے سلطنت ہی کھودی۔ سب سے آخر میں تیموری حملہ شیراز پر ہوا جو ایک قیامت کا نمونہ تھا۔

ان بیدیوں اور ہولناک خونریزیوں کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا انقلابات زمانہ کے بڑے بڑے منظر نامی نگاہ سے گزرے۔ انھوں نے دیکھا کہ آج دنیا جس سر پر تاج رکھتی ہو کل اس کو خاک و خون میں پامال کر ڈالتی ہو۔ اسوجہ سے اس کے چند روزہ جاہ و جلال سے سخت نفرت ہو گئی اور انھوں نے کنج خلوت میں اطمینان کے ساتھ ایک گھڑی گزار دینے کو تمام عمر کی بادشاہی پر جیس ہزاروں جھگڑے ہوتے ہیں ترجیح دی اور پکارا ٹھے۔

بفرغ دل زمانے نظرے بہار ہوئے بہ از انکہ چتر شاہی ہمہ عمر و پاک ہوئے

اطمینان کے ساتھ جی حین کو ایک دقت ایک نودیکھنا اس سے بہتر کہ تمام عمر سر پر چتر شاہی ہو اور سینکڑوں بکھیرے ہو

خواجہ نے ہر چندان ناگوار حادثات کا اثر جن سے یقیناً وہ متاثر ہوئے ہوں گے اپنے کلام میں نہیں آنے دیا۔ اور اپنی اصلی شاعرانہ خوشی کے آب حیات میں اس زہر کے پھینٹنے نہیں پڑنے دیئے لیکن آخر انسان تھے کہاں تک ضبط کرتے ایک غزل میں روٹی پڑے

ہم آفاق پر از قنہ و شرے بنیم	ایں چہ شورست کہ در دور قمرے بنیم
مشکل آنست کہ ہر روز بترے بنیم	ہر کسے روز ہی می طلبد زین ایام
قوت وانا ہمہ از خون جگرے بنیم	ابہما نرا ہمہ شربت رنگاب قنہ است
طوق زریں ہمہ در گردن خرے بنیم	اسپ تازی شدہ موج بریریا لاں
پسرا نرا ہمہ بدخواہ پدرے بنیم	دختر نرا ہمہ جنگست بادل بامادر
بیج شفقت نہ پدر را بہ پسرے بنیم	بیج رحمت نہ برادر بہ برادر دارد

پند حافظ لبش نو خواجہ برو نیکی کن

کہ من این پند بہ از دگرے بنیم

خواجہ ایک نہایت ملنسار اور خوش خلق انسان تھے۔ امیر و غریب اپنے اعلیٰ سب سے ملتے تھے۔ اور ہر طبقہ میں وہ ہر دلعزیز تھے فقیروں کے حلقہ کے چراغ تھے اور بادشاہوں کی بزم کے شمع۔ وہ ان تمام شاہان شیراز کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے مگر درباروں میں ان کا اعزاز ایک مقدس بزرگ اور ممتاز عالم کی حیثیت سے تھا نہ کہ شاعر کی حیثیت سے یہی وجہ ہو کہ انھوں نے کسی امیر یا وزیر کی شان میں کبھی

کوئی قصیدہ نہیں لکھا جو شعرا کا خاصہ خیال کیا جاتا ہو اور جس سے شیخ سعدی جیسے بزرگ تارک الدنیا بھی نہیں بچ سکے۔ انھوں نے بہت کیا تو یہ کیا کہ کسی غزل میں ایک دو شعر کسی کی تعریف میں بڑھادیے اور اس کا نام لید یا اس سے زیادہ نہیں۔

ان کے ابتدائی زمانہ میں سلطان ابوسعید خاں باؤشاہ تھا تمام عراق و فارس اسکے قبضہ میں تھا۔ اس کے زمانہ میں اس کی طرف سے شیخ حسین پسر امیر الامراء چوہان شیراز کا ولی تھا۔ اہل شیراز عام طور پر اس سے ناراض تھے ۳۳۶ھ میں جب سلطان ابوسعید خاں نے وفات پائی اور بوجہ اس کے کہ اس کے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اطراف ممالک میں جس کا جہاں بس چلا اس نے قبضہ کر لیا۔ اور ایک سلطنت کی گیارہ سلطنتیں ہو گئیں۔ توشیح حسین اپنی جان کی خوف سے شیراز سے بھاگ گیا شیخ ابواسحاق نے جو سابق والی شیراز محمد شاہ اینو کا بیٹا تھا موقع پا کر شیراز اور صہبان پر مستقل اپنی حکومت قائم کر لی۔

ابواسحاق شاہ ابواسحاق کا عہد شیراز والوں کے لیے امن و عیش کا زمانہ تھا ملک میں خوشحالی اور فراہمیت تھی خواجہ اس کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے اور وہ ان کا بہت قدر دان تھا۔

شاہ ابواسحاق میں اگرچہ تمام خوبیاں تھیں مگر وہ آرام پسند تھا ۳۳۷ھ میں امیر مبارک الدین مظفر نے اسکو غافل پا کر شیراز پر حملہ کر دیا۔

سلطان مظفر کا باپ محمد شاہ خراسانی کا ایک بیٹا تھا۔ سلطان محمد خدا بندہ کے زمانہ میں اسکو بچہ عروج ہو گیا اور

دولت شاہ سمرقندی لکھتا ہے کہ امیر مظفر جب فوج لیکر شیراز کے ارادہ سے چلا تو شاہ ابواسحاق کے وزیروں نے اس سے کہنا شروع کیا کہ اب ہم کو بھی لڑائی کی تیاری کرنا چاہیے وہ اس بات سے کبیدہ ہوتا تھا آخر اس نے منع کر دیا کہ اب جو میرے سامنے اس قسم کی بات کہیگا میں اسکو سزا دوں گا یہاں تک کہ امیر مظفر کی فوجیں شیراز کے گرد آگئیں لیکن کسی مجال تھی کہ بادشاہ کو خبر کرے آخر امین الدین جہرمی نے جو بادشاہ کا خاص منہشیں تھا کہا کہ آج کل بہار کا موسم ہے چاروں طرف میدان اور پہاڑ سبز و سبھو رہے ہیں حضور بالاخانہ پر شریفے چلیں اور ملاحظہ فرمائیں جب شاہ بالاخانہ پر آیا تو شہر کے چاروں طرف لشکر کو دیکھا پوچھا کہ یہ کیا ہے ایک وزیر نے کہا کہ مظفر شیراز کو فتح کرنے کے لیے آیا ہے بادشاہ نے کہا کہ عجب احمق ہے جو بہار کے موسم کو اس طرح رائگاں کھو رہا ہے اور یہ شعر پڑھ کر نیچے اتر آیا۔

بیاتانیکامشب تماشاکنیم چو فردا رسد کار فردا کنیم
آج کی رات تو مزے میں گذاریں کل کا کام کل دیکھ جائیگا۔

دولت شاہ کہیں کہیں اس قسم کے قصے بھی لکھ دیتا ہے جو سادہ لوحوں کو دلچسپ معلوم ہوں حقیقت یہ ہے کہ شاہ ابواسحاق اور مظفر ابتدا ہی سے لڑائیاں ہوتی چلی آتی تھیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴) وہ شہر مدینہ ایک معزز عہدے پر مقرر کیا گیا وہاں اپنی عقلمندی اور شجاعت سے اسنے کارہائے نمایاں انجام دیں جبکہ مدین میں اسکو امارت کا درجہ عطا ہوا سلطان ابوسعید خاں کے عہد میں اسکا انتقال ہو گیا سلطان نے اسکے بعد مظفر کو امارت عطا فرمائی جب سلطان کے مرنے کے بعد طوائف الملوک پھیل گئیں تو مظفر نے سربزرائی سلطنت قائم کی شاہ ابواسحاق نے اسکو کزور یا کر نیہ دجی اس سے جبین لیا مگر اس نے ایسی جھوٹ فراہم کی کہ ابواسحاق کو شکست دی اور شیراز پر تیر تیر کر اپنی حکومت قائم کر لی

اور ہمیشہ ابواسحاق کو فتح ہوتی تھی کیونکہ اسکے پاس فوج بہت زیادہ تھی لیکن اس حمل میں
بازی ہلٹ گئی شاہ ابواسحاق کو بڑی جرات سے لڑا لیکن امیر ظفر نے اسکو شکست دی
اور آخر میدان چھوڑ کر اصفہان بہاگا۔ وہاں ۴۔۵ سال تک رہا اور پھر امیر ظفر کے حکم
سے قتل کر دیا گیا۔

خواجہ اپنے اس قدردان کے مرنے پر اس غزل میں روتے ہیں۔

یاد باد آنکہ سر کوئے تو ام نہر نل بود دیدہ راروشنی از نور خرت حاصل بود
راست چوں بوسن گل از اثر صحبت پاک بر زبان بود مرا انجہ ترا در دل بود
در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز چہ تو اں کر دکہ سعی من دل باطل بود
راستی خاتم فیروزہ ابواسحاقی خوش درخشد وئے دولت مستحل بود

دیدمی آن قہقہہ بکبک خراماں حافظ

کہ ز سرنجہ شاہیں قضا غافل بود

حاجی قوام حاجی قوام الدین حسن طنجی خواجہ کے سب سے پہلے مر بی اور خاص سرپرست تھے
انھوں نے انکے لیے مدرسہ قائم کیا تھا۔ خواجہ نے بہت سی غزلوں میں حاجی صاحب
موصوف کا نام لیا ہے حتیٰ کہ جس غزل میں انھوں نے اپنی خیالی زندگی کی تصویر کھینچی ہے
اس میں بھی حاجی قوام کو نہیں بھولے ہیں۔ کہتے ہیں۔

عشق بازی جوانی و شراب لعل فام مجلس انس و حریف ہمد و شہر بام

لے شاہ ابواسحاق کے نام سے ابواسحاقی فیروزہ کی ایک کان کا نام لکھا گیا تھا۔

ساقی شکر وہاں مطرب شیریں سخن
 ہم نشین نیک کردار و ندیم نیک نام
 شاہدے درطف پا کے بچوں تیرے
 دلبرے در حسن و خوبی غیرت ماہ تمام
 غمہ ساقی غمیلے خرد آ، نغمہ تیغ
 زلف جاناں از برائے صید گستر دہم
 باد با گل رنگ تلخ و تیر و خوشخوار و سبک
 قلعے اہل نگار و نقے از یاقوت جام
 بزم گاہے دلنشیں جوں قصہ فردوس پر
 گلشنے پیر منش جوں روضہ دار السلام
 صف نشیناں نیک آہ و چکا لیل آباد
 دوستداران صاحب سر و حریفان قسما
 نکتہ سخنے بذلہ گوچوں حافظ شیریں سخن
 بخشش آموز و جہاں افروز جوں حاجی قوام

ہر کہ اس صحبت نہ جوید خوشدلی از دے مجھے

و انکہ اس عشرت نخواہد زندگی بروے حرام

بعض لوگوں نے جن میں کپتان کلارک بھی ہیں غلط فہمی سے حاجی قوام اور خواجہ
 قوام الدین عیار کو کہ وہ بھی حافظ کے مرہیوں میں سے تھے ایک ہی شخص خیال کر
 لیا ہی حالانکہ دونوں شخص تھے حاجی قوام شاہ ابوالسحاق کے وزیر خزانہ تھے انھوں نے
 ۹۵۷ھ میں وفات پائی۔ اور خواجہ قوام شاہ شجاع کے وزیر تھے جہاں کر کے آئیگا۔
 امیر مظفر الامیر مبارز الدین محمد مظفر ایک سپاہی پیش اور سخت طبیعت کا آدمی تھا۔

جب شیراز پر اسکا قبضہ ہوا تو اس نے بہت سختیاں کیں۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اس کے
 دشمن ہو گئے اس کے بیٹے شاہ شجاع نے جب دیکھا کہ عنقریب ملک میں بغاوت ہوئی
 چاہتی ہو تو امراء لشکر کے ساتھ متفق ہو کر ۹۶۰ھ میں مظفر کو گرفتار کر لیا۔ اور انکھوں میں

سلانی پھیر کر قید کر دیا۔ اور خود تخت سلطنت پر بیٹھا۔ کہا جاتا ہے کہ خواجہ نے یہ قطعہ بھی دیکھ کے متعلق لکھا۔

شاہ غازی خسرو گیتی ستاں اس کہ از شمشیر اونوں مے چکید
گہ بیک حملہ سپاہی مے شکست گہ بہوے قلب شیراں میدرید
عاقبت شیراز تبریز و عراق چوں سخن کرد و قتش در رسید
آنکہ روشن بد جہاں بنیش بدو میل در چشم جہاں بنیش کشید
شاہ شجاع ابوالفوارس شاہ شجاع کے تخت نشین ہو نیسے تمام لوگ بہت خوش ہوئے کیونکہ وہ خود عالم۔ علم دوست اور بڑا دیندار تھا علماء و صلحا کی اسکے دربار میں بڑی قدر و منزلت ہوتی تھی۔ خواجہ نے بیسویں غزلوں میں اس کا نام لیا ہی ایک غزل میں لکھتے ہیں۔

جبین و چہرہ حافظ خدا جدا کنند ز خاک بارگہ کبریا کشاہ شجاع
حافظ کی پیشانی اور چہرہ کو شاہ شجاع کی بارگاہ سے جدا نہ کرے
شاہ شجاع خواجہ فقیر عماد کرمانی کے ساتھ بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اور اس قدر انکو مانتا تھا۔ کہ خود انکی خانقاہ میں جایا کرتا تھا۔

زہد افغان مشہور زمانہ تھے تمام لوگ اور خاص طور پر غازی خاندان کے شاہزادے ان کے ساتھ بڑی عقیدت مندی رکھتے تھے باوجود علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے بہت بڑے شاعر تھے۔ ان کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔
دل عکس رخ خوب تو در آب رواں دید والہ شد و فریاد برادر د کہ ما ہی
سنتہ میں دفات پائی کرمان میں مدفون ہوئے۔ قبر زیارت گاہ ہر ایک دیوان یا دو گارہ جو ہمارے سامنے موجود ہے۔ کلام نہایت سادہ اور خوشنود و دل سے پاک ہے۔

فقیر موصوف کے پاس ایک بلی تھی جسکی نسبت یہ مشہور تھا کہ جب فقیر نماز پڑھتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ پڑھتی ہے۔ شاہ شجاع اسکو انکی کرامت سمجھتا تھا۔ خواجہ حافظ کو ایسی باتوں پر بھلا کب یقین آتا تھا۔ انھوں نے نہایت لطیف پیرائے سے ایک غزل میں فقیر موصوف پر چوٹ کی۔

عابد نہاد و ام و سر حقہ باز کرد	آغاز مکر با فلک حقہ باز کرد
ساقی بیا کہ شاہد عنائے صوفی	دیگر محب وہ آمد و آغاز باز کرد
اس مطرب از کجاست کس نغمہ آفرین	و اہنگ باز گشت براہ حجاز کرد
اسے دل بیا کہ تا بہ پناہ خدارویم	زانچہ آستین کوتہ و دست دراز کرد
اے کبک خوشخام کجا میروی بسیت	غزۂ مشوکہ گریہ عابد نماز کرد

حافظ مکن طاعت رندان کم درازل

مارا خدا ز زہد و ربا بے نیاز کرد

عبید زاکانی کی ایک شہنوی موش گریہ ہے جس میں اس نے ایک بلی کا قصہ لکھا ہے جو سینکڑوں چوہے کھا کرتا ہے اور عبادت میں مصروف ہوئی۔ چوہا اسکی خوشخبری اپنے بادشاہ کو دیتا ہے۔

سہ فارس کا مشہور چوکوچہ شاہ ابو اسحاق کے زمانہ میں قلعہ اسکراہم میں شمار ہوتا تھا و دولت شاہ کا بیان ہے کہ ایک بار کوئی کتاب عظیم معانی میں تصنیف کی شاہ ابو اسحاق کی خدمت میں اسکی پیش کر کے یہ لیکھا خدام نے روکا اور کہا کہ ابھی حضور ایک بھانڈی تھو میں دل بھلا رہے ہیں عبید نے سوچا کہ جب بھانڈی ایسی قدر ہے کہ اہل علم پر انکو ترجیح دی جاتی ہے تو میرا کھانا فضول ہے اسی دن سے مولویت کا جبہ اتارا اور پہلی شروع کی۔ وہ بھی ایسی خوش کہ اسکی پناہ سے

مشرکہ گانا کہ گریہ عابد شد مومن وزاہد و مسلمانا

خوشخبری ہو کہ بی عبادت گذار مومن زاہد اور مسلمان ہو گئی

اس قصہ سے ”گریہ عابد“ مثل مشہور ہو گئی جیسے اردو میں ہے کہ ”نوسو چوہے کھا کر بی جج کو چلی“۔

خواجہ حافظ نے اس شعر میں۔ اسی مثل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اے کبک غشخرام کجا میر و می ہست غرہ مشوکہ گریہ عابد نماز کرد

اے نماز سے پہنے والی چکور کہ معراجی ہو ٹھہرا اس دعوے میں نہ بنا کہ عبادت گذار بی نمازی گئی

فقیہہ بھی تاک میں ہے۔ اتفاق سے خواجہ نے ایک غزل لکھی جسکا مقطع یہ تھا۔

گر مسلمان ہیں است کہ حافظ دارد آہ اگر از پس امروز بود فردائے

اگر اسی کا نام اسلام ہے جو حافظ رکھتا ہو تو نہایت افسوس ہو اگر آج کے بدلے قیامت ہو

فقیہہ عماد نے شاہ شجاع سے کہا کہ اس شعر سے انکار قیامت لازم آتا ہے۔ شاہ

شجاع چونکہ فقیہ کا بڑا مرید تھا اسنے حکم دیا کہ خواجہ حافظ بلائے جائیں اور ان سے

پوچھا جائے کہ آپ نے ایسا شعر کیوں کہا جس سے قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔

خواجہ کو بھی یہ خبر لگ گئی انھوں نے یہ شاعرانہ مضمون سمجھانیکے بجائے یہ تدبیر کی کہ

اسکے پہلے ایک شعر اور بڑھا دیا اور اسکو ایک عیسائی کا مقولہ کر دیا۔

ایں حدیثیم چہ خوش آمد کہ سحر کہ میگفت بربل میکدہ باد نے ترسائی

یہ بات مجھے بہت پسند آئی جو کہ صبح کو ایک شاعرانہ کئے دروازہ پرانہ سری اور دن بجا ایک عیسائی

اب یہ ایک عیسائی کا قول ہو گیا۔ اور کفر کی نقل کفر نہیں ہوتی اسوجہ سے شاہ
شجاع خاموش ہو گیا۔ اور خواجہ نے خوش اسلوبی کے ساتھ فقہ کا دالو کاٹ دیا
خواجہ قوام شاہ شجاع کا وزیر خواجہ قوام الدین عیار بھی خواجہ کے قدر دانوں
میں سے تھا انکا وظیفہ بھی مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ وظیفہ پہنچنے میں کسی وجہ سے
دیر ہوئی تو خواجہ نے ایک غزل لکھ کر وزیر موصوف کے پاس بھیجی جس میں اسکی طرف توجہ دلائی
اس کا مطلع یہ ہے۔

رسید شدہ کہ آمد بہار و سبزہ سپید اگر وظیفہ رسد مضرش گلست و بنید

بہار کے آنے اور سبزہ کے آگئے کی خوشخبری آگئی ایسی حالت میں اگر وظیفہ آئے تو گلزار شراب میں صفحہ بکا

نہیں، میں شاہ شجاع نے کسی سیاسی غلطی کی وجہ سے انکو قتل کر ڈالا۔

توران شاہ خواجہ قوام مقتول کے بعد خواجہ کمال الدین اور انکے بعد جلال الدین
توران شاہ شجاع کا وزیر ہوا یہ خواجہ کے کمالات کا فدائی تھا۔ اور انکے ساتھ بڑا فیاضانہ
سلوک کرتا تھا۔ خواجہ نے بہت سی غزلیں نہایت شکر یہ کے ساتھ وزیر موصوف کا نام
لیا ہے۔ اپنی اس لاجواب غزل میں اس کی اخلاقی جرأت کی تعریف کی ہے۔

کجا بر خیزر از دستم کہ بادلدار بشنیم ز جام وصل مینوشتم ز باغ خلایک حلیم

صبح انخیزد بلبل کجائی ساقیا بر خیز کہ غوغائی کند در سروائے چنگلیم

شب حلت ہم از بستر و تہا تھر حورایم اگر در وقت جانِ ادن تو باشی شمع باہیم

مگر دیوانہ خواہم شد زین داکثر تبار و سخن با ماہ میگویی پری ز خوابے بنیم

رہبت شکریستان او حقیقت کو بیخو راں
منم کز غایت حرام نہ با آنم نہ با اینم
وفا داری حق گوئی نہ کار ہر کسے باشد
غلام آصف و راں جلال الحق الدیم

حدیث آرزو مندی کہ در اس نامہ ثبت افتاد

بہا باے غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم

زین العابدین ۱۰۰
۱۰۰ میں شاہ شجاع کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا زین العابدین
تخت نشین ہوا اگرچہ میں اپنے زمانہ کا یوسف تھا لیکن کم عقل تھا اس مغرور شاہزادہ نے
باپ کے مصاحبوں و ملازموں کے ساتھ بدسلوکیاں شروع کیں و شیرازیں پھر دو مرتبہ
تازہ ہو گیا۔

خواجہ کی غزلیں و خاصکرنی غزلیں جو وہ لکھتے تھے بادشاہوں و شاہزادوں کی
مجلسوں میں گائی جاتی تھیں انھوں نے اس نامہ میں جب قدر غزلیں لکھی ہیں انہیں اسکو خصوصیت
کے ساتھ رحم اور داد گری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ منجملہ انکے ایک غزل یہ ہے۔

کہ بشکریہ بادشاہی زلف مراں گدارا	بہ ملازماں سلطان کہ رساند این عارا
رخ چوں ہاتھ ماں دل سچوں سنگھارا	چہ قیامت است جان کہ بعاشقان ہو
مگر آں شہاب ثاقب وے کند ہمارا	زرقیب دیو سیرت بخدا ہی نہ ہم
توازیں چہ سو ڈاری کہ نمی کنی مدارا	دل غلے بسوزی چو عذار بر فروزی
ز فریب و میندیش و غلط کن نگارا	مژدہ سیاہت ار کر چوں اشارت
بہ پیام آشنائے بنوازد آشنارا	بہ شرب دریں امیدم کہ نسیم صبح گاہی

خدا کہ جرعہ وہ تو بحفاظتِ سحر خیز

کہ دعائے صحیح گاہی اثر سے کند شہار

مثل مشہور کہ ظلم کی عمر موڑی ہوتی ہے۔ ابھی ایک سال ہی نہ گزرنے پایا تھا کہ شہنشاہ میں شہنشاہ تیمور ایک گرجے پرستے بادل کی طرح آپہنچ نچازین العابدین نے مقابلہ کیلئے لشکر فراہم کر نیکی کو کشش کی مگر ناکام رہا آخر خون کے مائے صاحبقران کے آنے سے پہلے ہی شیراز سے بھاگا۔ اور اپنے چچا منصوبہ کے پاس تستر میں بھونچا۔

شہنشاہ تیمور تیمور نے شیراز کو خالی پا کر اس پر قبضہ کر کے شاہ شجاع کے بھائی نصر الدین کی بجائی کو جو نیرودر حکمراں تھا اور جس نے اسکی اطاعت تسلیم کر لی تھی شیراز کو بھی سپرد کر دیا تیمور نے شیراز میں خواجہ کو بھی یاد کیا جنگی شہرت وہ عرصہ سے سن رہا تھا۔ خواجہ تستر لیگئے۔ وہ بہت اعزاز سے پیش آیا اور پوچھا کہ یہ شعر آپکا ہے؟

اگر آں ترک شیرازی بدست آؤں مارا خال ہندویش بخشم سمرقند و بخارا

خواجہ نے کہا کہ ہاں۔ اسنے کہا کہ میں نے جو بڑی بڑی فوجوں سے لڑ کر دنیا فتح کی اور بھاری بھاری سلطنتوں کا قبضہ کیا تو ایسے کہ سمرقند اور بخارا کو جو میرے وطن ہیں آباد کروں اور اپنے انکی یہ قدر کی کہ معشوق کے خال ہندو پر تصدق کر ڈالا۔ خواجہ نے جواب دیا کہ جہاں پناہ ایہ اسی غلط بخشی کا نتیجہ ہے کہ آج میں اس حال میں ہوں تیمور اس لطیف سے بہت خوش ہوا۔ اور خواجہ کو خلعت اور انعام سے سرفراز کیا۔

انسانی کلویڈ یا برٹانیکا کا مصنف اس واقعہ سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیمور شیراز

میں خواجہ کے انتقال کے کئی سال بعد گیا تھا لیکن اسے یہ خبر نہیں کہ تیمور دوم مرتبہ شیراز میں آیا، پہلی مرتبہ ۸۵۷ھ میں خواجہ نہ تھے دوبارہ واپسی میں ۸۵۹ھ میں جبکہ خواجہ وفات پا چکے تھے شاہ یحییٰ آہام شیراز کے لوگ تیمور کے آنے سے ڈر گئے تھے۔ مگر جب اس نے وہاں کی حکومت شاہ یحییٰ کے سپرد کی تو انکو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یحییٰ بہت لائق اور منصف مزاج بادشاہ تھا خواجہ نے کئی غزل میں اسکا نام لیا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں۔

گر نبوے شاہ یحییٰ نصرت الدین از کرم کار ملک دین نظم مناسق افتادہ

اگر شاہ یحییٰ نصرت الدین کی ذات بابر کا نہ ہوتی تو ملک اور دین کا نظم و نسق خراب ہو چکا تھا

شاہ منصور | زین العابدین جب تستر میں بھاگ کر گیا تو اس کے چچا منصور نے اسکی بزدلی پر اسکو قید کر دیا اور خود ایک بہت بڑی جمیعت فراہم کر کے شیراز کی طرف آیا۔ شاہ یحییٰ کو مقابلہ میں ناکامی ہوئی اور آخر وہ میدان میں مارا گیا منصور بڑے کروڑوں سے شیراز میں داخل ہوا۔

اہل شیراز نے منصور کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کیا کیونکہ تمام آل مظفر میں اس سے زیادہ لائق بہادر اور عادل کوئی شہزادہ نہ تھا خواجہ نے بھی ایک غزل اس کے خیر مقدم میں لکھی جس کا مطلع یہ ہے۔

بیا کہ رایت منصور بادشاہ رسید نوید فتح و بشارت بہر ماہ رسید

آجاؤ کہ شاہ منصور کا جھنڈا لگیا اور فتح کی نوید اور خوشخبری چبند اور سبج تک پہنچ گئی

شاہ منصور خواجہ کا بہت احترام کرتا تھا وہ ان کے کمالات کا بہت بڑا قدردان

خواجه نے جابجا غزلوں کی اسکی تعریف کی ہر واپسی میں تیمور نے منصور کا بھی خاتمہ کر دیا اور اسکے خاتمہ کے ساتھ ہی خاندان مظفری کا چراغ گل ہو گیا مگر خواجه اس سب کی سال پہلے ہی انتقال فرما چکے تھے۔

انکے علاوہ بڑے بڑے امراء و روساء مثلاً فخر الدین عبدالصمد امین الدین حسن وغیرہ خواجه کے خاص عقیدتمند و ہمیں سے تھے خواجه اپنے تقدس زہد علم اور خدا وادشا عزت کمال کیوجہ سے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں میں عام مقبولیت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور اپنی زندگی میں انتہائی ہر د لغزیزی جو کسی بالکمال کو حاصل ہو سکتی ہو انکو حاصل تھی۔

خواجه کی شہرت

گذشتہ زمانے میں اکثر اہل کمال کی شہرت انکے مرنیکے بعد ہوتی تھی لیکن خواجه ان خوش قیمت لوگوں میں سے ہیں جنکی شہرت انکی زندگی ہی میں چار دانگ عالم میں پھیل گئی نہ صرف ایران بلکہ بغداد۔ عراق جنوبی ہند اور بنگالہ تک انکی زندگی ہی انکا نام مشہور ہو گیا تھا۔ قافلوں کے ساتھ ساتھ انکی غزلیں ملکوں ملکوں جاتی تھیں بڑے بڑے دشاہوں اور نوابوں نے انکو بلانا شروع کیا انکے پاس تحفے تحائف اور اشتیاق نامہ بھیجتے تھے۔ لیکن خواجه اپنی سیر حشری اور گوشہ نشینی کی وجہ سے کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔

سلطان احمد شہزاد ایلکانی کو بڑی خواہش تھی کہ خواجہ عبدالعزیز
تشریف لائیں بہت سے تحائف اور خطوط بھیجے لیکن خواجہ نہیں گئے ایک غزل بطور
شکر یہ کے لکھ کر بھیج دی جبکہ ایک شعر یہ ہے۔

گر چہ دوریم بیاد تو قدح میں نوشیم بعد منزل نبود در سفر روحانی
اگرچہ ہم دور ہیں لیکن آپکی یاد میں شراب پیتے ہیں روحانی سفر میں فاصلہ کوئی چیز نہیں
شاہ شجاع کا بھائی قطب الدین محمود جو اصفہان کا حاکم تھا۔ اس میں اور
شاہ شجاع میں سخت لڑائیاں بھی ہوئیں۔ اور چونکہ سلطان احمد والی بغداد کی بہن
قطب الدین محمود کے نکاح میں تھے اسوجہ سے وہاں سے بھی اسکو آمد اولیٰ اس نے
شیراز کا محاصرہ کر لیا۔ مجبور ہو کر شاہ شجاع نے اس سے صلح کرنی کچھ دنوں کے بعد
محمود مرگیا شاہ شجاع نے یہ رباعی لکھی۔

محمود برادرم شہ شیر کیس میسر و خصومت از تنگیس
کردیم و بخش تابیا ساید خلق روزیر زیں گرفت و من ریو زیں
اس کے مرنے کے بعد شاہ شجاع کو سلطان احمد سے بھی انتقام لینے کا موقع ملا۔

سلطان ایلکانی سلطنت امیر حسن نو نیاں پر اس کے باپ کا نام امیر قو قاسم ہے جو امیر ایلکان کا بیٹا تھا۔ امیر ایلکان۔
کنجا، جو خان کے زمانہ میں امیر الامرائی کا منصب رکھتا تھا بعد از ان اسکا پوتا امیر حسن سلطان ابو سعید خان کے زمانہ
میں خراسان میں گئی ممتاز منصب پر سرفراز تھا سلطان ابو سعید خان کے مرنے کے بعد جب انقلاب واقع ہوا
تو بعد از او تیسرے روز غیرہ برا امیر حسن نے قبضہ کر کے ایلکانی حکومت قائم کر لی امیر حسن کے بعد اس کا بیٹا
شیخ اویس تخت نشین ہوا اویس کا بیٹا احمد ہے

اور دونوں میں خوب خوبیاں مل گئیں کچھ عجیب نہیں کہ خواجہ کے بغداد نہ جانے کا سبب ان بادشاہوں کی باہمی عداوت تھی مگر وہ نہ کہو بغداد جانے کی بڑی آرزو تھی ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

رہ نبردیم بمقصود خود اندر شیراز خرم آل و زک حافض رہ بغداد کند
شیراز میں اپنے مقصود تک ہم نہیں پہنچ سکے وہ دن بڑا اچھا ہو گا جس دن حافظ بغداد کو لوٹے گا
سلطان قطب الدین کے وزیر عماد الدین محمود بھی اصفہان سے خواجہ کو طلب کیا لیکن غالباً انہیں ملکی جھگڑوں کی وجہ سے خواجہ نے وہاں جا بھی مناسب نہیں سمجھا ایک دفعہ ایک غزل جو ”بہاریہ“ کے نام سے مشہور ہے لکھکر وزیر موصوف کے پاس بھیج دی تھی اس نے بڑی قدر دانی کی اور انعام بھیجا اس غزل کے چند شعر یہ ہیں۔

کنو نکہ دچین آمد گل از عدم بوجود بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
بیاض تازہ کن آئین میں زردشتی کنو نکہ لالہ برافروخت آتش غمزد
چو گل سوار شود بر ہوا سیماں دار سحر کہ مرغ در آید غنیمت داد
خواجہ جام صبوحی بیا د آصف محمد وزیر ملک سلیمان عماد دین محمود
جنوبی ہند میں اس زمانہ میں سلطان محمود و شاہ ہنمی حکمراں تھے فیض اللہ
ایجو علامہ تفتازانی کے شاگرد رشید تھے سلطان کے وزیر تھے خواجہ کا شہرہ
مدت سے سنتے تھے ایک دفعہ علدوست بادشاہ کے اشارہ سے خواجہ کے نام ایک
خط لکھا جس میں ان سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ دکن میں تشریف لائیں خط کے ہمراہ کچھ

اشترنیاں بھی بطور زار اور راہ کے بھیجی تھیں۔ خواجہ نے ان اشترنیوں میں سے اپنا قرصہ
ادایا کچھ بھانجوں کو دیا اور بانی ماندہ سے زار اور راہ تیار کر کے ہندوستان کو روانہ ہوئے
راستہ میں فیاضی نے مفلس کر دیا ایران کے دوسو دگروں خواجہ زین العابدین
ہمدانی اور خواجہ محمد گادرونی نے جو بڑے معتبر تاجر تھے اور ہندوستان کو اسے
خواجہ کے اخراجات سفر کی کفالت اپنے ذمہ لی اور بندر گاہ ”ہرمز“ پر پہنچے۔

دکن سے ایک جہاز بھی خواجہ کے لیے ہرمز بھیجا گیا تھا۔ اسپہ سوار ہونے بھی
لنگر اٹھا بھی نہیں تھا کہ طوفانی ہوا اچلی گھبرا گئے آخر کشتی کنا سے پر لگائی گئی اتر گئے
ہندوستان آنے کا ارادہ فسخ کر دیا اور یہ غزل لکھ کر انہیں سوداگروں کے ہاتھ
میر فضل الشانیخو کے پاس بھیج دی

دے غم بسر بردن جہاں کیسرمی از	بے بفروش دل ماگزین شتر نمی از
شکوہ تاج سلطانی کہ بیم جان و دست	کلاہ دلکش است اما بدرد سر نمی از
بکوے میفروشانش سچا بر نیکنند	ز ہے سجادہ تقوے کہ یکسان نمی از
تر آں کہ دے خود ز مشتاقان خوشانی	بشادی جہان داری غم شکن نمی از
رقیم سرنش ہا کر دگر این با بدخ بربا	چہ افتاد این سہر مار کہ خال در نمی از
بس اسان سے نمود اول غم دریا بگو	غلط گفتیم کہ ہر جوش بعد گو ہر نمی از

برون گنج قناعت جو کنج عافیت حافظ

کہ یکدم تنگ دل بودن بحر و بری از

میر فضل اللہ نے یہ قصہ بادشاہ سے بیان کیا اسکو بڑا افسوس ہوا اور کہا کہ خواجہ ہمارے ارادہ سے چلے لیکن ہماری قسمت ہی نے انکو ہم تک نہ پہنچنے دیا۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم اپنے انعام سے انکو محروم نہ کریں چنانچہ ملا محمد قاسم مشہدی کے ساتھ ایک ہزار تشریفیاں اور ہندوستان کے بہت سے بیش قیمت تحفے خواجہ کے پاس بھجوائے۔

سلطان غیاث الدین دلی بنگالہ متوفی ۷۵۷ھ جو عظیم کا بڑا قدروان اور فیاض تھا۔ اسنے اپنے خاص خادم یاقوت کے ہاتھ کچھ زلف اور تحفے خواجہ کے پاس بھیجے اور خواہش کی کہ وہ بنگالہ میں تشریف لائیں خواجہ سفر سے پہلے ہی توبہ کر چکے تھے معذرت کی اور یہ غزل لکھ کر یاقوت کو دیدی۔

ساتی حدیث سرو گل لالہ میرد	دیں بخت بالامائت غلام میرود
مے وہ کہ نوعوس جہاں صحن تھا	کارایں مانہ صنعت دلالہ میرد
اں چشم جادو انہ عابد فریب ہیں	کش کارواں سحر بد بنالہ میرود
سنگرودہ میخراہ و بہار شرمین	وز شرم روئے او عرق از لالہ میرد
باد بہار میوزد از بوستان شاہ	وز زلالہ بادہ در قح لالہ میرود
طے مکاں ہیں زماں سکو کشر	کین طفل یکشبہ رہ یک سالہ میرود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند	زیں قناری سی کہ بہ بنگالہ میرود
حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث	خامش مشکو کہ کار توازنالہ میرود

فرشتہ اس کے متعلق ایک دھچپ قصہ لکھتا ہو۔ کہ سلطان غیاث الدین ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا۔ اس کے یہاں تین لونڈیاں تھیں جن کے نام سرگل اور لالہ تھے انھوں نے سلطان کی بیماری کے زمانہ میں بہت خدمت کی اور جب صحت ہو گئی تو روزانہ نعتی عتیں سلطان اسے بہت خوش تھا اور زیادہ محبت کرتا تھا یہاں تک کہ بیگمات کو ان پر رشک آنے لگا انھوں نے طنز سے انکو غلام کننا شروع کیا۔ غیاث الدین نے جب سنا تو ہنسنا اور بے ساختہ اسکی زبان سے یہ مصرع نکل گیا۔

ساقی حدیث سرگل لالہ میرود

دوسرا مصرع نہیں لگتا تھا۔ دربار کے شاعر و مکتوبوایا وہ بھی کوئی اچھا مصرع نہیں لکھا سکے۔ خواجہ حافظ کی شہرت تو سنی ہی تھی انکے پاس شیراز میں یہ مصرع بھیج دیا چنانچہ اسی مصرع پر غزل انھوں نے پوری کی۔

خواجہ کا تقدس

خواجہ حافظ عالم فقیہ و مفسر و رگو مولانا جامی کو انکے مرشد کا پتہ نہیں لگ سکا لیکن حضرت مخدوم اشرف جہانگیر "لطائف اشرفی" میں اور مولانا عبد القادر بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ وہ خواجہ بہار الدین نقشبند کے مرید تھے۔ پہلے وہ خواجہ محمود عطار سے بیعت ہوئے تھے اور مدتوں تک ریاضت اور مجاہدہ کرتے رہے۔

جب خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نجارا سے حج کو جا رہے تھے تو شیراز میں
 بھی کچھ دنوں کے لیے قیام فرمایا کیا جاتا ہے کہ حافظ نے حضرت موصوفی کی آمیزش غزل لکھی
 مژدہ لے دل کہ مسیحا نفیے مآید کہ زالفاس خوشش لہوے کسے مآید
 انکی صحبت کے فیض سے شرح صدر حاصل ہو گیا اور دل پر عرفان کا دروازہ کھل گیا
 ایک غزل میں اسکی طرف اشارہ بھی کیا ہے جسکا ایک شعر ہے۔

بارغمے کہ خاطر ماخستہ کردہ بود عیسے وئے خدا بفرستاد و برگرفت
 حج کر نیلے بعد واپسی میں بھی ٹھیاں تشریف لائے خواجہ نے کئی غزلیں انکی جانی
 اور بیج انتظار کی کیفیت کو ظاہر کیا ہے خیر مقدم کے طور پر یہ غزل انکی خدمت میں لکھ کر
 بھیجی تھی۔

رواق منظر چشم من کشانہ تست کرم نما و فردا کہ خانہ خانہ تست
 بعض لوگ لکھتے ہیں کہ خواجہ مجذوب سالک یعنی دیوانے صوفی تھے ایک
 شخص لکھتا ہے کہ وہ ملائیمہ فرقہ سے تھے یعنی اپنی ظاہری حالت گنہگاروں کی سی رکھتے
 تھے تاکہ جو شخص دیکھے وہ ملامت کرے اور دل میں کسی قسم کا تکبر نہ آنے پائے
 مگر یہ اسی غلط باتیں ہیں کہ انکی تردید کی ضرورت نہیں خواجہ آخر عمر تک مدرسہ میں
 تعلیم دیتے رہے بادشاہوں کے درباروں میں ان کا آنا جانا ہوتا تھا کہیں کہیں اپنی
 غزلوں میں نصیحت بھی کرتے ہیں۔ وہ عام طور پر لوگوں کی نگاہ میں معزز اور محترم سمجھے
 جاتے تھے نہ کہ دیوانہ یا قابل ملامت۔ تمام تذکرہ نویس انکو ایک باوقار عالم اور صوفی

لکھتے ہیں۔

بعض یورپین مصنفوں نے جنگو فارسی شاعری کی اصلیت کا بہت کم اندازہ ہی مثلاً کمنل اور انسائی کلو پیڈیا برٹانیکا کا مصنف ان لوگوں نے خواجہ کے اشعار کو دیکھ کر اور انکو واقعی سمجھ کر خواجہ کو پرے سرے کا شراب خوار اور رند لکھا ہے۔ اگر ان لوگوں نے ذرا بھی انکے حالات لکھنے میں تحقیق کی ہوتی اور اولیاء اللہ کے تذکرے اٹھا کر دیکھتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہ بہت بڑے برگ دروئی اللہ تھے اور جبکہ ایک معمولی مسلمان بھی شراب خوری اور رندی سے پرہیز کرتا ہے۔ تو ایک ولی اللہ انہیں کیونکر مبتلا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ولایت کا درجہ حاصل کر نیکیے یہ شرعی پابندیوں کی علامت بہت زیادہ ریاضت اور نفس کشی کرنی پڑتی ہے۔ شراب خوری اور رندی کے ساتھ کبھی نفس حاصل نہیں ہو سکتا۔

بہیں تفاوت ہ از کجا ستا بہ کجا

۱ اصلیت یہ ہے کہ فارسی یا اردو شاعر کے کلام سے اسکی اصل حالت کا اندازہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ فارسی اردو شاعری میں خاص خاص عنوان مقرر ہیں انہیں پر شاعری ہوتی ہے۔ خواہ وہ رند ہو خواہ پارسا دونوں شاعری کے کوچہ میں ایکساں نظر آئینگے بڑے بڑے مقدس لوگ جنکے ہونکو شراب کبھی چھو بھی نہیں گئی ہے وہ بھی شاعری کی شاہراہ میں بغل میں صراحی اور ہاتھ میں ساغر لیے ہوئے نظر آئینگے۔ اور جام پر جام اڑا ئینگے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر حافظ و سعدی وغیرہ حقیقت میں متقی اور پرہیزگار تھے تو ایسے ایسے باریک اعلیٰ درجہ کے زندانہ اور عاشقانہ مضامین کیونکر لکھ سکتے دماغ میں آتے تھے مگر جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ فارسی شاعری کی بنیاد انہیں مضامین پر ہی اور کوئی عاشق ہو یا نہ ہو لیکن اسی قسم کے مضامین لکھنے پڑتے ہیں تو یہ بات واضح ہو گئی کہ حافظ اور سعدی وغیرہ کو بھی بحیثیت شاعر کے ایسے ہی خیالات ادا کرنے ضروری تھے اور باوجود صلاح و تقویٰ کے ایسے مضامین کا پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ایک مفلس اور محتاج شخص اپنے خیال میں اعلیٰ سے اعلیٰ شانہ جاہ و جلال کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ علاوہ بریں ان لوگوں کا زہر زہ خشک نہ تھا وہ اپنے دلوں میں عشق حقیقی کی آگ رکھتے تھے اسوجہ سے عاشقانہ کلام میں جو گرمی پیدا کر سکے وہ انکر سکا۔

فارسی یا اردو شاعری ایک بناوٹ کا نام ہے جسکے لیے وقعت کی کوئی ضرورت نہیں ایک مرتبہ اگر ہم مجھے ایک مشاعرہ میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا ایک صاحب لحیم و شمیم صدر میں بیٹھے تھے بلا مبالغہ ان کا وزن تین من سے کم نہ ہوگا جب انکے سامنے سماع آئی تو انھوں نے اپنی غزل سنانی شروع کی جسکا مطلع یہ تھا۔

اسد جہنم بجز ہجر نے لاغریا مجھے بستر پر آکے ڈھونڈ رہی ہے مجھ سے

کہاں تو انکا وہ تن تو ش اور کہاں یہ لاغری مہلا اس سے اصلیت کا اندازہ کیسے کیا جائے۔

یہاں تک کہ اردو میں جس میں تذکیر و تائیت کا امتیاز کیا جاتا ہے کسی عورت کے

یہ بھی اگر وہ شاعری کرے تو یہ لازم ہو گا کہ اپنے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کرے
کیونکہ اردو شاعری میں فارسی شاعری کی طرح مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق قرار
پایا ہی مثلاً ایک بیگم کا تخلص تاجور ہے کستی ہی۔

نہیں چین آتا اسے ایک دم بھی ہوتا تاجور جبے شید کسی کا
اس تصنع کا کیا ٹھکانا ہی!! ہاں فارسی اور نیزاردو میں ایسے اشعار بھی ہوتے
ہیں جنہیں شاعر کسی اصل واقعہ کو ظاہر کرتا ہی لیکن وہ صاف پہچانے جاتے ہیں۔
ایک یورپین مورخ خواجہ کے حالات لکھتے ہوئے بڑی دہوم دہام سے یہ
روایت نقل کرتا ہی جو ہمارے یہاں جہلا میں مشہور ہی کہ خواجہ ایک مفتی زادہ جس پر شاہ
شجاع عاشق تھا فریفتہ ہو گئے۔ ایک دن اتفاق سے اس کے ساتھ محل شاہی
کے چھوٹے مینوشی میں مشغول ہوئے۔ وہ اپنے خیال میں خلوت میں تھے لیکن
شاہ شجاع اس حرکت کو جھڑکے سے دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی خواجہ نے شراب کا پیالہ
بھر کے مفتی زادہ کو دیا بادشاہ نے پکار کے کہا۔

حافظ قرابہ کش شد مفتی شراب نوش

خواجہ کیلئے جب وہ ایک ایسے ناپسندیدہ کام میں مخفی طور پر مشغول تھے یہ
آواز بدحواس کر دینے والی تھی مگر انھوں نے اپنی تیزی طبعیت فوراً اسپر دوسرا مصرعہ
لگا دیا۔

در عہد بادشاہ خطا بخش و جرم پوش

شاہ شجاع اس حاضر جوابی پر چٹک اٹھا اور خواجہ کی خطا سے درگزر
 اس وایت سے جو بھنگیر خانہ کی گپ سے زیادہ نہیں ہوا اور جسکی ایک احمق سے
 احمق اور بھولا سے بھولا بچہ بھی تصدیق نہیں کرے گا۔ وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ حافظ بڑے شہنشاہ
 اور عشق باز تھے اور لطف یہ ہے کہ اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ یہ بھی لکھتا ہے کہ، حقیقت میں شاہ
 شجاع کی عیاشی کی وجہ سے اسکے زمانہ میں شیراز میں شراب خواری اور عشق بازی کا
 بہت زیادہ چرچا ہو گیا تھا۔

کاش اس مورخ نے کوئی تاریخ بھی فارس کی اٹھا کر پڑھی ہوتی تو اسے معلوم ہو جاتا
 کہ تمام شاہان شیراز میں شاہ شجاع بہت بڑا عالم اور نہایت درجہ کا پابند شرع تھا
 حافظ قرآن تھا خود خواجہ اس کی تعریف میں کہتے ہیں۔

منظر لطف ازل روشنی چشم ال جامع علم و عمل جان جہاں شاہ شجاع
 اس کا زمانہ شیراز کے لیے شریعت اور مذہب کا زمانہ تھا۔ ایک بات ضروری
 کہ امیر مظفر نے شراب خانے بند کرا دیے تھے اس نے اپنے زمانہ میں تجارت کی آزادی
 دیدی۔ ایسے پھر شراب کی دوکانیں کھل گئیں۔ اسی کا بعض جگہ خواجہ نے مذاق
 اڑایا ہے۔

سحر زہاقت غنیم رسید مردہ گوشت کہ دور شاہ ہجاعت مے زلیہ نبوش

صبح کو ہاتھ غیب نے یہ خوشخبری میرے کانوں کو سنائی کہ شاہ شجاع کا زمانہ ہے کھلے بندوں شراب
 ایسے تشرع بادشاہ اور حافظ جیسے ولی اللہ کے متعلق اس قسم کا غلط اندازہ کرنا

فارسی تاریخ سے جہالت کی دلیل ہو اور دیکھو تو خلوت بھی تلاش کریں تو کہاں شاہی محل کے پچھوڑے جہاں بادشاہ خود ہی جھانکتا ہو۔ سبحان اللہ۔
 - جاسوس سلطان دیکھیں معشوق سلطان الغل

تمام تذکرہ نویس اس بات متفق ہیں کہ خواجہ بہت بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے ہر شب جمعہ کو ختم قرآن کرتے تھے اور رات کے پچھلے حصے میں اوراد و وظائف پڑھتے تھے۔ انکے تمام اوقات علمی مشغلوں - ریاضت - اور عبادت میں صرف ہوتے تھے پھر اس قسم کے مفوات انکے دامن زہد صلاح پر کیا دھبہ لگا سکتے ہیں۔
 چارلس اسٹورٹ جنے سلطان ٹیپو کے کتب خانہ کی فہرست مرتب کی ہو لکھتا ہو کہ ”حافظ پر ہیزگاری میں مشہور ہے۔ اس کا تمام وقت خدا کی عبادت اور ریاضت میں صرف ہوتا تھا۔ فارس کے لوگ اسکو ایک ولی اللہ اور مقدس بزرگ سمجھتے ہیں اور عاشقان الہی اسکا کلام کثرت سے پڑھتے ہیں۔“
 خود دیوان میں ایسے بہت سے اشعار ہیں جنسے انکے زاہد و عابد ہونے کا پتہ لگتا ہو مثلاً -

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بہ حافظ از من دعائے شب در دسحر بود
 نیک بختی کا جو ذخیرہ کہ خدا نے حافظ کو عنایت کیا جو وہ دعائے اور وظیفہ دسحر کی برکت سے لایا ہو
 بہت وجہ در گزینست حاجت لے حافظا اگر دعائے نیم شب در صبح کا ہفتا
 حافظ جب کو کسی دوسرے ذریعہ کی حاجت نہیں ہو آدمی رات کی دعا صبح کا لیلیہ تیرے لیے کافی ہے

۱۔ طرح کا ایک در واقعہ مفتاح التواریخ کا مصنف طامن ولیم لکھتا ہے کہ خواجہ
 کے ایک کرمفرما امین الدین حسن اصفہان کے بہت بڑے رئیس تھے۔ خواجہ ان
 کی ملاقات کو گئے جب اصفہان میں پہنچے تو قبل اسکے کہ ان سے ملیں انکے
 غلاموں نے انکو شہرابی سمجھ کر لڑ لیا اور تشہیر کرنی شروع کی۔ آدھے شہر میں تشہیر
 کر چکے تھے کہ امین الدین کو خبر لگ گئی۔ وہ دوڑے ہوئے آئے خواجہ سے معافی مانگا
 اور عزت و احترام کے ساتھ لاکر انکو اپنے مکان میں اتارا۔ غلاموں کو سزا دیں
 خواجہ نے شکر گزاری میں یہ غزل لکھی۔

مر اعدیت با جان کتا جان بدن دارم	ہو اداری کویش اچو جان شین دارم
مراد خانہ سروے بست کاندراے قدس	فراغ از سرو بستانی دگلمائے چین دارم
بکام آرزوئے جوارم خلوتے حاصل	چہ باک از خفت بدگویاں میان چین دارم
صفائے خلوت خاطر از شمع چکچک	فروع چشم و نودزل از ماہ ختن دارم
گرم صد شکر از خواہاں بقصدل کمین زند	بجد اللہ والمنتہ بت لشکر شکن دارم
سز و گر خاتم علش زند لاف سیمائی	چو ہم عظمیٰ باشد چہ باک از اہرن دارم
خدا راے قریب مشربانے چشم برہم نہ	کہن بعل توشننائی یک سخن دارم
الا سے سپر فرزانہ مکن عیم بخانہ	کہ من در ترک چہانہ دل سپاں دارم
شراب شکر دارم ہست یا مہربان ساقی	ندار هیچ کس یارے چہیں یارے کہ من دارم

بندی شہرہ شد حافظ پس انچندیں فرع ا

چشم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم
 اسی مقطع کو دیکھ کر غالباً یہ روایت گھڑی گئی ہے۔ یہ اور اسی قسم کی اور کئی ایک دانتیں
 جہلا کی مخلوٹو گرمانیکے لیے جھاڈوں و زنگالوں نے تراش رکھی ہیں جو اپنی تردید آپ
 ہی کرتی ہیں۔

کیا مضحکہ خیز بات ہو کہ غلاموں نے بدستی میں تشیر کرنی شروع کی۔ دنیا میں کہیں
 ایسے غلام دیکھنے نہ سنے جو قاضی اور محتسب شہر کے فرائض بجالاتے ہوں۔
 ہمارے نزدیک یہ سب دانتیں خواجہ کی عظمت اور ہر دلعزیزی کی دلیل ہیں۔ ان
 سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف پڑھے لکھے لوگوں میں وہ مقبول ہیں بلکہ جہلا اور
 عوام بھی انکے ساتھ کم بختی نہیں رکھتے اور مخلوٹوں انکا ذکر چھیڑنے کے لیے طرح طرح
 کی عجیب و غریب دانتیں گھڑتے ہیں۔

خواجہ کے اوپر انکی زندگی ہی میں معتزلی ہونیکا الزام البتہ لگایا گیا تھا۔ جسکی وجہ
 یہ تھی کہ انکو تفسیر کشاف سے جو ایک معتزلی پیشوا علامہ جارالدین خنصری کی تصنیف ہے
 عشق تھا۔ چنانچہ انھوں نے اسپر حاشیہ بھی لکھا ہے۔ بعض لوگوں نے اسوجہ سے
 ان کو معتزلی کہا۔

محمد دارابی نے اس الزام کو خواجہ پر سے رفع کرنیکی کوشش کی ہے وہ لکھتا ہے
 کہ خواجہ معتزلی نہ تھے اسوجہ سے کہ معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق اور مختار
 مانتے ہیں اور خواجہ بندہ کو محبوب و محض سمجھتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں

گناہ اگرچہ بنو و اختیار ما حافظ تو در طریق ادب کبش و گوناہ مست

اسے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے لیکن تو از روئے ادب کبھی کہ گناہ کی

علاوہ برس معتزلہ خدا کی رویت کے قائل نہیں ہیں اور خواجہ کہتے ہیں۔

این جان عاریت بہ حافظ پیروست روزے خش بدینیم و تسلیم دے کنیم

یہ جان ستار جو دوست نے میرے سپرد کی ہے ایک دن میں اس چہرے کو دیکھوں گا اور اسے داپہ کر دوں گا ہر

اس شعر سے ثابت ہو گیا کہ وہ اشعری ہیں نہ کہ معتزلی۔

وفات کے دو سو برس بعد تک انکے معتزلی اور اشعری ہونے کا جھگڑا

بعد ازاں قاضی نور اللہ صاحب ثو ستری نے اپنی کتاب مجالس المؤمنین

میں جہاں تمام بڑے بڑے لوگوں حتیٰ کہ ہارون الرشید غلیہ عباسی اور شیخ سعدی

کو بھی اہل تشیع میں داخل کیا ہے وہاں خواجہ کو بھی اسی فہرست میں درج کیا ہے اور ثبوت

میں یہ غزل نقل کی ہے۔

جو ز اسحر نسو و حامل برابرم یعنی غلام شاہم و سونگند میخورم

اس غزل میں خواجہ نے منصور کی طرح کی ہے۔ اس کے آخر کے اس شعر سے

حافظ ز جاں محب رسول سٹال او برائیں سخن گو است خداوند اکبرم

حافظ جان سے رسول کو اور انکی اولاد کو دوست رکھتا ہے اس بات خداوند عالم گواہ ہے

قاضی صاحب خواجہ کو شیعہ کہتے ہیں۔ مگر اس سے ان کا شیعہ ہونا ثابت

نہیں ہوتا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے آل پاک کی محبت تو ہر سنی بھی رکھتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کے زمانہ تک تمام غریب قسیدے اور رباعیاں وغیرہ جن سے صاف صاف خواجہ کا شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دیوان میں داخل نہیں کی گئی تھیں ورنہ قاضی صاحب کو ضرور لکھتے۔

یہ مقطع بھی ایک قلمی دیوان میں جو ۹۸۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسطرح ہے۔
حافظ بجانِ عامے تو گوید لصبحِ شامِ برائیں سخن گو است خداوند اکبرم
سلسلہ کلام کے لحاظ سے یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں رسول در آل رسول کے ذکر کا کوئی موقع نہ تھا۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اہل تشیع کے یہاں جنازہ کی نمازیں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں اور خواجہ فرماتے ہیں۔

من ہانم کہ وضو ساقم از چشم عشق چاکر نیوم کیسیرہ برہر چہ کہ ہست

مین نے جب وقت عشق کے چشمہ سے دھو لیا اس وقت تمام چیزوں پر چادر پھریں (ماہنامہ پڑھ دیں)۔

شیعوں کی طرف سے خود خواجہ پر دو اعتراض کیے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ کہتے ہیں۔

بہیں ہلال محرم بخواہ ساغر لاج کہ ماہ امن و امانت سال صلح صفا

محرم کا ہلال دیکھو اور شراب کا پیالہ پیو کیونکہ امن امان کا مہینہ اور بہتری اور ہمدردی کا سال ہے۔

شیعوں کے نزدیک محرم کا مہینہ سوگ اور ماتم کا مہینہ ہے۔ کیونکہ امام حسینؑ اس میں شہید ہوئے ہیں اور وہ محرم کا ہلال دیکھتے ہی جام شراب طلب کرتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ لوگ تبرکات اور تہنیتا اپنی کتاب کو امداد اور رسول کی تعریف یا قرآن کی

یسی آیت سے شروع کرتے ہیں اور خواجہ نے اپنے دیوان کو یرید کے مصرعہ سے شروع کیا ہے۔ اس کا شعر ہے۔

انا المسموم ما عندی تبریاق لاریتی اور کاسا وناولما الایہا الساقی

مجلو زہر دیا گیا ہے میرے پاس تبریق ہی نہ منتر چھنے والا ہے اسے ساقی ساغر کی کا دو چلا اور سپا لکھنا

خواجہ نے اس کے دوسرے مصرعہ میں ذرا سا تغیر تبدیل کر کے اسی سے اپنا دیوان شروع کیا ہے۔

الایہا الساقی اد کاسا وناولما کہ عشق آساں نمود اول لے قناد

اپلی شیرازی نے گو کہ خواجہ کی طرف سے معذرت کی ہے کہ "مال کا فرضیب غائی" لیکن خطیب نیشاپوری راضی نہیں ہوتا وہ کہتا ہے کہ ایک شیر کے لئے زینگ ہے کہ کوئی گنا منہ میں نوالہ لیے ہو سے جا رہا ہو اور وہ اسکو چھین لے،

ہم اس معاملہ میں حیران تھے کہ خواجہ کو کس فرقہ میں شمار کریں۔ معتزلی کہتے ہیں تو سنی تھا ہوتے ہیں۔ سنی کہتے ہیں تو شیعہ و مجتہد ہوتے ہیں۔ آخر خود ہم نے خواجہ سے سوال کیا کہ بتائیے آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آزاد منش خواجہ نے جواب دیا۔

جنگ ہفتاد و دہمت ہم را عذر نہ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند حقیقت یہ ہے کہ خواجہ ایک رویش کامل اور صوفی با صفا تھے۔ وہ اس فرقہ کے جال سے جو ظاہری تعلید سے پیدا ہوئے ہیں۔ بالکل آزاد تھے وہ مذہب کی وسعت

کو سمجھتے تھے اور سچے مسلمان تھے۔ ان کا درجہ فرقہ بندی کی دسترس سے بہت بلند تھا
۴ ہر دین نام بر مرغ دگر نہ کہ عنقا را بلندست آشیانہ

ذاتی حالات

خواجہ کی زندگی درویشانہ اور فقیرانہ زندگی تھی۔ ان کے تمام اوقات علمی مشاغل
عبادت اور ریاضت میں صرف ہوتے تھے۔ حیرتی اور فیاضی جو بزرگوں کا خاصہ
ہوا میں بدرجہ کمال موجود بھی۔ اور دنیاوی جاہ و مال کی خواہش سے انکار تہ بہت
بلند تھا ان کی تمام آمدنی فقر اور درویشوں کے لیے وقف تھی۔ اور بیگانہ اور آشنا
سب کے لیے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ حافظ

۱۵ ہر کہ خواہد گویا و ہر کہ خواہد گو برد گیر و دار حاجب در بان میں گاہنیت
انکی روزی بادشاہوں و راءرا کی فیاضی پر منحصر نہ تھی بلکہ وہ مدرسہ میں تعلیم دیتے
تھے اور اسکی آمدنی سے گزارہ کرتے تھے انکی ایک بہن چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ مری
تھی انکی پرورش ہم انہیں کے ذمہ تھی۔

وہ مجذوب صوفی یا آزاد مجرہ نہ تھے۔ انھوں نے شادی بھی کی تھی۔ اور
انکے دو بیٹے تھے ایک بیٹا نو عمری کی حالت میں مر گیا۔ اس کے مرثیہ میں یہ
غزل لکھی۔

بلبلے خوں جگر خور دو گلے حاصل کرد باغیرت بدش حال پریشان کرد

طوٹے راجیال شکرے دل خوش بود ناکش سیل نقش اہل باطل کرد
 ۴ قرة العین بن آن موعہ دلکش باد بادی کہ خود آسان بشد و کار مرا مشکل کرد
 آہ فریاد کہ از چشم حسود مدہ و مہر در کد گاہ کمال ابروئے من منزل کرد

نزدی شہنخ دفوت شد امکان حافظ

چہ کنم بازی ایام مرا غافل کرد

بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ کی اہلیہ بھی جو ایک نیک سیرت اور حسین و جمیل بیوی
 تھیں عین شباب ہی کے زمانہ میں انتقال فرما گئیں خواجہ کو انکی موت سے ایسا صدمہ
 ہوا کہ پھر دوسرا نکاح نہیں کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ غزال انھیں کتھنہ میں لکھی ہے۔

آں یار کز و خانہ ما جائے پری بود ستر بقدم چوں پری ز عین بی د
 دل گفت فروش کنم این شہر پیش بیچارہ ندانست کہ یارش سفری د
 از جنگ منش اختر بدہر بدر کرد آری چہ کنم آفت و قمری بود
 غدے بنہ ایدل کہ تو درویشی اورا در ملک حسن ستر باجوری بود
 خوش بود لب آب گل و منبرہ لیکن افسوس کہ آن گنج روان گنجی د
 اوقات خوش آن بود کہ بادوست بشد باقی ہمہ بیجاہلی بے ثمری بود

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بجا فط

از میں عائے شب و سوخری بود

دوسرے بیٹے کا نام شاہ نعمان تھا وہ ہندوستان میں آئے تھے۔
برہان پور میں انھوں نے انتقال کیا۔ انکی قبر بھی وہیں قلعہ آسیر کے قریب ہے۔

حب وطن

وطن کی محبت کم و بیش ہر شخص کے اندر ہوتی ہے۔ لیکن شعرا کے اندر جن کا احساس عام لوگوں سے زیادہ تیز اور لطیف ہوتا ہے خصوصیت کے ساتھ یہ جذبہ پایا جاتا ہے خواجہ کے جسطرح تمام شاعرانہ جذبات نہایت بلند تھے۔ اسطرح حب وطن کا بھی جذبہ ان میں بلند تھا۔

وطن بھی کیسا وطن شیراز جیسا مینو سواد عروس البلاد وطن جہاں کی آب ہوا
تیز باد گرم ہے نہ سرد ہے۔ بلکہ نہایت معتدل اور خوشگوار ہے۔ اور صدیوں تک شاہان
فارس کا پایہ تخت رہا ہے۔ جسکی خاک سے سینکڑوں بڑے بڑے نامور علماء و فضلا
اور اہل کمال پیدا ہوئے جنکے کارنامے اور تصنیفیں اب تک مسلمانوں کے لیے باریں ناز ہیں
اکثر شاعروں نے شیراز کی تعریف میں اشعار اور قصیدے لکھے ہیں۔ شیخ سعدی
نے بھی اس شہر کی ادھر یہاں کے باشندوں کی مدح کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیراز
کو ہر دلعزیز نیا نواسے وہی اشعار ہیں جو خواجہ نے اسکی تعریف میں لکھ دیے ہیں۔
سعدی کہتے ہیں۔

دست از دامنم غنی دار د خاک شیراز بکس آباد

شیراز کی خاک اور رکن آباد کا چشمہ دونوں میراد امن نہیں چھوڑتے ہیں -
خواجہ فرماتے ہیں -

۲ منی دہند اجازت مرا بسیر و سفر نسیم باغ مصلے و آب کن آباد
باغ مصلے کی نسیم اور کن آباد کا چشمہ دونوں مجھے کہیں آنے جانیکی اجازت نہیں دیتے
خواجہ کو اپنے دلفریب وطن اور اسکی پرفضا سیرگاہوں سے اسقدر محبت تھی
کہ وہ کہیں دوسرے جگہ آنا جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیر و انواروں کے
بڑے اصرار سے وہاں تشریف لیگئے شیراز کی یاد میں کیسا اٹھا اٹھا آنسو
روتے ہیں -

نماز شام غریباں جو مویہ آغازم	بنالہائے غریبانہ قصہ پردازم
بیاد یار و دیار تحیاں مگر ہم نزار	کہ از جہاں رہ و رسم سفر سیندارم
ہوئے منترل جانان آب تنہا کی است	صبایا ریسے ز خاک شیرازم
خدائے امد و دلہا کہ من	بکوئے میکدہ دیگر علم برافرازم
من از بلا و حلیم نہ از دیار قریب	یا مہمنابر فقاں خود و رسان بام

ز چنگ نہرہ شنیدم کہ صبح دم میگفت

مرید حافظ خوش لہجہ خوش آوازم

اور وہاں سے جب شیراز کو واپس آئے ہیں تو اسطرح پھر کہیں جانے
کا عہد کرتے ہیں -

دگر نزل جاناں سفر کن رویش کہ سیر معنوی و کنج خالق اہت لبس
 زیادتی مطلب کار بخود آسان کن کہ شیشہ مے لعل و بتہ چواہت لبس
 انھوں نے شیرازی کی تعریف میں یہ غزل بھی لکھی ہے جو غزل شیرازی کے نام سے مشہور ہے۔
 خوشا شیراز وضع بے مثالش خداوند اکمدار از زوالش
 زر کناب و ماصد جوش اللہ کہ عمر خضرے بخشد زلالش
 میان جعفر آباد و مصے عبیر آمیزے آید شمالش
 بشیر از آئے و فیض روح قدسی بجواز مردم صاحب کمالش
 کہ نام قف مصری برد آنجا کہ شیرینان ندادند انفالش
 صبازاں لولی شکول ہرست چہ داری آگاہی چونت حالش
 مکن بیدار ازیں خواہم خدا را کہ دارم عشرتے خوش باخیش

چرا حافظ چوتیر سیدی از ہجر
 نگر دی شکر ایام و صالش

شیراز کے مشرقی سمت میں دو میل کے فاصلہ پر ایک مسطح اور خوشنام غزار
 ہے جس کا نام خاک مصے ہے۔ اس میں ہمیشہ قدرتی سنبہ کافرن بچھا رہتا ہے۔ اور
 ہمارے زمانہ میں رنگ برنگ کے خود رو پھول اس کثرت سے کھل جاتے ہیں کہ تمام
 میدان گلزار تجاتا ہے۔ اس میں نہر کئی۔ یار کناباد جاری ہے۔ جو کہ کن لدولہ دہلی نے نکالی تھی
 اور جس کا پانی نہایت صاف شفاف اور شریں ہے خواجہ ایسی مدح میں کہتے ہیں۔

بدھ ساقی سے باقی کہ حیرتِ نخواستہ
کنار آب کن باد و گل کشت مصلے را
اس نہر کے منبع کا نام "اللہ اکبر" ہے خواجہ نے ایک غزل میں لکھا ہے۔
فرق است ز آبِ خضر کہ ظلماتِ جاگتے تا آبِ ماکہ متبعش اللہ اکبرست

خضر کے چشمہ آبِ حیات میں کہ ظلمات میں ہی اور ہمارے اس چشمہ میں جس کا منبع اللہ اکبر ہی بڑا زور
شیراز کی اکثر سیرگاہیں اور باغات بھی اسی جانب واقع ہیں اور قطعہ زمین ایک
نہایت پر فضا مقام ہے۔ خواجہ کی طبیعت یہ کہ فطرتاً شاعرانہ تھی اسلئے وہ قدرتی مناظر
و فریب اور پر فضا مقامات کو جہاں کی قدر تہائی بھی ہو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی وجہ
سے خاکِ مصلے انکو بہت پیاری تھی۔ اکثر اپنے فرصت کے اوقات میں وہیں چلے
جاتے تھے۔ اور دل بھلاتے تھے اور اسکو تمام دنیا پر، وہ ترجیح دیتے تھے۔ کہتے ہیں
شیراز وہ آبِ کنیٰ ایں باغِ خوش نسیم عیشِ مکن۔ کہ خال رخِ ہفت کشتور ۶
شیراز اور چشمہ کنیٰ اور اس پر فضا باغ کو برانہ کہو کیونکہ یہ تمام دنیا کے چہرہ کا تیل ہے

وفات

تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں ۱۱۹۷ھ میں خواجہ نے شیراز ہی میں وفات پائی
جنازہ پر خلقتِ خدا کا بڑا ہجوم تھا۔ شہر کے تمام اہلِ اور و ساء حتیٰ کہ منصور بن مظفر
بادشاہ وقت بھی شریک تھا۔ خواجہ کو چونکہ خاکِ مصلے سے اپنی زندگی بہت الفت
تھی اس لیے لوگوں کی یہ رائے تھی کہ مرنیکے بعد بھی انکو اس مقام سے جدا نہ کرنا چاہیے

اور میں دفن کرنا چاہیے۔ ۶

قبر بلبل کی بنے گلزار میں

چنانچہ اسی میں وہ ایک شمشاد کے درخت کے نیچے جبکہ انھوں نے خود لگایا تھا دفن کیے گئے۔ لطف یہ ہو کہ، ”خاک مصلے“ ہی سے انکی وفات کی تاریخ بھی نکل آئی۔ اسی زمانہ کے کسی شاعر نے جبکا نام معلوم نہ ہو سکا۔ اسکو نظم کر کے اسطرح قطعہ تاریخ بنادیا۔

چراغ اہل معصے خواجہ حافظا کہ شمع بود از نور تجھے
چو در خاک مصلے ساخت منزل بختا رخس از خاک مصلے
خواجہ کا مزار خاک مصلے کے جن حصہ میں ہو وہ انہیں کے نام سے ”حافظیہ“ کہلاتا ہے۔ اس سے دو ٹوگڑا صلبہ پر مغرب کی طرف مسجد مصلے ہے۔
خواجہ کی قبر جیسا کہ انھوں نے خود دکھاتھا۔

بر سر تربت پاچوں گزری بہت خواہ کہ زیارت گہ زندان جہاں خواہ بود
ہماری قبر چرب ہمارا گدھو تو دعا مانگو کیونکہ ہماری قبر دس یا عرصے بعد انکی زیارت گاہ ہوگی
ایک مشہور زیارت گاہ ہے۔ دور دور سے لوگ خاصکے فقرا اور درویش اسکی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

ششم میں جب سلطان ابوالقاسم بابر بہادر نے شیراز پر قبضہ کیا تو مولانا محمد معانی نے جو سلطان مذکور کے وزیر تھے خواجہ کی قبر پر ایک خوشنما گنبد

بنوادی۔

کریم خاں زند نے اپنے عہد حکومت میں باغِ مصلے کو جس میں نہر کنی جاری
ہو دست گرایا۔ اور وہاں درویشوں کے رہنے کے لیے ایک خانقاہ بھی بنوادی
تربت پر سنگ مرمر کا ایک خوبصورت تختہ لگو کر نہایت خوشنماستعلیق خط میں بیچ
میں یہ غزل کندہ کرائی۔

مژدہ وصل تو کو کز سر جانِ خیرم	طائر قدسم و از جانِ جہاںِ خیرم
یارِ بارِ ابرہایت برساں بارِ	پدیشتر زانکہ چو گردے زمینِ خیرم
بولائے تو کہ گربندہ خوشیم جوانی	از سر خواجگی کون و مکانِ خیرم
بر سر تربت من بے منطرب ہیں	تا بہ بوبیت ز حد قص کنانِ خیرم
گرچہ سرم تو شے تنگ آغوشم گیر	تا سحر کہ ز کنار تو جواںِ خیرم
تو بیندار کہ از خاک سر کوئے من	بچھائے فلک جو زماںِ خیرم

سرود بالا بنالے بت شیریں حرکات

کہ چوں حافظ ز سر جانِ جہاںِ خیرم

حاشیہ پر یہ غزل کندہ ہو۔

اے دل غلام شاہجہاںِ بادشاہ	پیوستہ درحایت لطف الہ باش
از حاجی ہزار بیک جے منے خوند	گو کوہ تا بکوہ منافی سیاہ باش
چوں حمد شفیع بود روزِ ستخیز	گو این تن بلاکش ما پر گناہ باش

مرد زندہ ام بولائے تو یا علی
 آنرا کہ دوستی علی نیست کا فرست
 گوزا ہد زمانہ و گویشخ راہ باش
 خواہی سفید جامہ خواہی سیاہ باش
 قبر امام شہتم سلطان بن رضا
 از جاں بویں بردارن بارگاہ باش
 دمت نمی رسد کہ عینی گلزار باغ
 بارے بیائے گلبن ایشان گاہ باش

حافظ طریق بندگی شاہ پیشہ کن

و انگاہ در طریق چو مردانِ اہ باش

لیکن یہ غزل خواجہ کی نہیں ہے۔ کریم خاں زند نے کسی سے تصنیف کرا کے
 لکھوائی ہے۔ کیونکہ ^{۳۸} یعنی کریم خاں زند کے پیشتر کے دیوان حافظ کے نسخوں
 میں نہیں پائی جاتی۔ ہمارے پاس اس وقت چار نسخے ہیں۔ ایک ^{۳۹} ۱۲۵۸ھ کا لکھا ہوا ہے
 دوسرا ^{۴۰} ۱۲۹۸ھ کا تیسرا ^{۴۱} ۱۳۰۸ھ کا چوتھا ^{۴۲} ۱۳۱۸ھ کا انیس سے پہلے تینوں نسخوں میں نہیں
 صفحہ چوتھے میں ہے۔ مولانا سودی ^{۴۳} کے نسخہ (جب کا ذکر آگے آئیگا) میں بھی نہیں ہے
 لیکن لکھتا ہے کہ ”تعلیم یافتہ ترکوں نے عام طور پر مجھے کہا کہ یہ غزل کسی غیر شخص نے
 لکھ کر دیوان میں داخل کر دی ہے۔“

تصنیفات

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ نے تفسیر کشاف پر ایک حاشیہ لکھا تھا۔

ہم نے اسکو بہت تلاش کیا مگر افسوس ہے کہ ہمیں مل سکا کشف الظنون - اور
اسپر میں جہاں کتابوں کی فہرست درج ہے جو علوم قرانیہ کے متعلق لکھی گئی
ہیں وہاں تفسیر کشاف کے حاشیوں - شرحوں اور خلاصہ کو بھی نام بنام لکھا ہے۔
انہیں بھی خواجہ کے حاشیہ کا ذکر نہیں ہے یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ خواجہ نے حاشیہ
ہی نہیں لکھا کیوں کہ شیراز کے علماء نے اور خاص کر اسی صدی کے علمائے جہیں
خواجہ موجود تھے کشاف کے متعلق کتابیں لکھی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیر
وہاں کے علماء کے حلقہ میں پھیلی کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ پھر خواجہ نے جو تفسیری
پڑھاتے تھے اور اس فن سے خاص ذوق رکھتے تھے کچھ عجیب نہیں کہ اس تفسیر پر جو انکو بہت
پسند تھی حاشیہ لکھا ہو۔ مگر چونکہ سہل پسند طبیعتوں نے خود کشاف ہی کو جو ایک قیمتی
کتاب ہے ہرک کر دیا تو اس کے حواشی اور شرح کی طرف ان سے توجہ کرنی کی کیا توقع ہو سکتی
تھی اسلئے یہ قیاس کرنا غالباً صحیح ہوگا کہ خواجہ کا حاشیہ بھی منجملہ اور تصانیف کے
علی بے اعتنائی کا شکار ہو گیا انکی اسوقت جو یادگار پر وہ دیوان ہے۔

خواجہ اپنے علمی مشاغل اور صوفیانہ ریاضتوں کی وجہ سے اپنے کلام کو جو انکی
طبیعت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا کوئی بڑا کلام نہیں سمجھتے تھے چنانچہ اپنی زندگی میں انھوں
نے اس کے جمع کرنیکی طرف بھی توجہ نہیں کی۔ ان کی وفات کے بعد محمد گلندام نے
جو انکے معتقد و پیروں سے تھے۔ دیوان کو مرتب کیا۔ وہ دیباچہ میں لکھتے ہیں۔
”محافظت رس قرآن۔ و ملازمت شغل سلطان۔ و تحشیہ کشاف و مصلح۔“

و مطالعہ مطالع و مفتاح - و تحفیل قوانین ادب - و بحس دوادین عرب از جمع اشیا
 ر غزلیاتش مانع آمدے ،

یعنی ”قرآن کی تعلیم - بادشاہ کی ملازمت کشف اور مصباح پر
 حاشیہ لکھنے - مطالع اور مفتاح کے مطالعہ - علم ادب کی تحصیل اور
 شعراء عرب کے دوادین کی جستجو میں وہ ایسے مصروف رہے کہ اپنے اشعار اور غزلوں
 کو جمع نہیں کر سکے ۔“

دیوان کی ترتیب اسی صولح و بحر صولح و بحر صولح و بحر صولح و بحر صولح و بحر
 تہجی کے سلسلہ کے مطابق الف سے یہ تک ردیف و از غزلین موج کی گئی ہیں
 البتہ پ - ج - ز - ذ اور گ کی ردیف پر کوئی غزل نہیں ہے۔

سب سے زیادہ جو امر افسوس ناک ہے۔ وہ یہ ہے کہ خواجہ کے کلام میں دوسروں کا
 کلام خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ اور بہت سی غزلیں و قصیدے غیروں کے اسمیں داخل
 کر دیئے گئے ہیں جس کے بہت سے اسباب ہیں ایک اسباب تو یہ ہے کہ بہت سے
 لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خیالات کو لوگوں میں پھیلانا چاہتے ہیں لیکن انکی
 حیثیت اور عزت لوگوں میں مستند نہیں ہوتی کہ ان کے خیالات کی وقعت ہو اس لیے
 وہ کسی بڑے آدمی کے نام کی طرف اسکو منسوب کر دیتے ہیں تاکہ وقعت کی نگاہ
 سے دیکھیں۔

حضرت علیؑ کے کہے ہوئے بہت تھوڑے اشعار ہونگے لیکن انکے نام ہی

سینکڑوں آدمیوں نے اپنے اپنے خیالات عوام میں پھیلائی کوشش کی پہنچانچہ انکی وفات کے کئی صدی بعد انکے نام سے پودیوان تیار کر لیا گیا۔ اسی طرح حافظ کے نام سے بھی بہت سی غزلیں دربار عیاں گھر گھر لوگوں نے انکے دیوان میں داخل کر دیں دوسرے شعر کا بھی کلام نکلو پسند آیا اسکو بھی انھوں نے حافظ کا قرار دیدیا رضا علی لکھتا ہے کہ سلمان ساؤجی متوفی ۱۱۳۷ھ جو بغداد کے ایک کانی دربار کا بڑا معزز شاعر تھا اسکا بھی کچھ کلام لوگوں نے اسکے دیوان سے خواجہ کے دیوان میں شامل کر دیا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ سلطان مرزا شاہ رخ کے درباریوں میں ایک شاعر حافظ حلوانی تھا جو حافظ شیرازی ہی کے رنگ میں کہتا تھا۔ اس کا شعر ہے۔

حافظ حلوانیم و اندر کمال معتقد حافظ شیرازیم
بعض لوگوں نے غلط فہمی سے اسکے بہت سے قصیدے اور غزلیں خواجہ

کی سمجھ کر انکے دیوان میں داخل کر دیئے۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ بعض لوگوں نے خواجہ کو شیعہ سمجھ کے انکے دیوان میں ایسا کلام ملحق کیا جس سے ثابت ہو کہ وہ شیعہ تھے جہا تک میں سمجھتا ہوں اس قسم کی غزلیں اور قصیدے اہل شیرازی یا اسکے کسی ہم عصر کی تصنیف سے ہیں۔
الحاق کرنے والوں نے بھی غضب کیا ہے کہ عمر خیام کی بہت سی باعیاں نقل

۱۔ اہل شیرازی شاہ اسماعیل صفوی کے درباری شعرائیں سے تھا۔ ۹۴۲ھ میں وفات پائی خواجہ حافظ کے مغمبرہ میں مدفون ہوا ایک یونانی مشنری بحر طحال یادگار ہے

کر لی ہیں۔ اور نواز شیخ سعدی کے دیوان کے بیسویں شہور اشعار خواجہ کے دیوان میں نقل کر دیئے ہیں مثلاً۔

باز آگہ در فراق تو چشم امیدوار چوں گوش روزہ دار بر اللہ کبرست
 خیالِ رودے کئے دس ہر ہکسرا مر خیال کسے کز خیالِ سیروست
 گنجِ آزادی و گنجِ قناعت ملے کہ بہتیشیرِ نشو و سلطان را
 مندرجہ ذیل پوری غزل شیخ کی بہ تبدیلِ تخلص دیوان حافظ کے ان نسخوں میں
 جو بمبئی یا کانپور وغیرہ میں چھپے ہیں شامل کی گئی ہے۔

برخیز تا طوق تکلف رہا کنسیم دوکان معرفت بدو جو پہر بہا کنیم
 گرد گیر آں نگار قبلا پوش بگذرد مانیز جاہمائے تصوف بجا کنیم
 ہفتاد و لٹ از نظر خلق در حجاب بہتر ز طاعتی کہ بروئے ویا کنیم
 آں کو بغیر سابقہ چندیں نواخت کرد ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم

سعدی و فانی می کنند ایام بہت مہر

ایں پنج روزہ عمر بیتا و فانی کنسیم

لاہور کے چھپے ہوئے اور نیز دیوان کے دوسرے نسخوں میں بھی شیخ کا یہ
 مشہور شعر جسکو گلستان پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں۔ موجود ہے۔

یا مکن با پسِلِ بانان دوستی یا بنا کن خانہ در غور و پسِل

اس سے زیادہ بھی مثال الحاق کی اور کیا ہوگی۔

دیوان کا ایک نسخہ اٹھالیچے اور دوسرے نسخے سے ملا کر دیکھئے سینکڑوں اشعار کا فرق نظر آئے گا غزلیات کی ترتیب ایک نسخہ اور ہر دوسرے کی اور ایک اگر چار سو غزلیں ہیں تو دوسرے میں پانچ سو سو غزلوں کا فرق پڑ جاتا ہے۔

شکر ہے کہ سب سے پہلے گیا ہوں صدی ہجری کے ابتدا میں ایک تک عالم مولانا سودی نے جو بوسینیا کے باشندے تھے دیوان کو غالباً وینیا میں طبع کرایا اسکی نقل دوبارہ بارہ لپسنگ اور وینیا میں طبع ہوئی کچھ زمانہ ہوا فسطیہ میں بھی چھاپی گئی ہے۔

مولانا سودی نے نویں دروہوں صدی ہجری کے دیوان کے بہت سے قلمی نسخے جمع کیے ان کا مقابلہ کر کے نہایت تصحیح کے ساتھ طبع کرایا۔ ہمارے پاس جو قلمی نسخہ دیوان کا ۹۵۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسکو مولانا سودی کے نسخے سے ملا کر ہم نے دیکھا سوا بے غزلوں کی ترتیب کے کچھ زیادہ فرق نہیں پایا۔

عام بازاری نسخوں سے مولانا سودی کے نسخہ میں ۴۰ - ۵۰ غزلیں کم ہیں بمطابق فتح الکریم کے چھپے ہوئے نسخہ میں ۹۲ غزلیں ہیں مٹھر حریٹ کے نسخہ میں ۵۴۲ اور مولانا سودی کے نسخہ میں ۵۲۸ ہیں علاوہ ہیں اسی قسم کے ۲۰۱ شعر جو مختلف غزلوں میں داخل کر دیئے گئے ہیں مولانا سودی کے نسخہ میں نہیں ہیں قصیدوں کی کیفیت یہ ہے کہ مطبوعہ نسخوں میں سے کسی میں کوئی قصیدہ نہیں ہے۔ کسی میں چارہیں کسی میں پانچ۔ ہمارے ۹۵۲ھ کے نسخے میں ایک بھی نہیں ہے۔

۱۲۰۰ء کے نسخہ میں سات ہیں

مگر عام طور پر قلمی نسخوں میں کوئی قصیدہ نہیں پایا جاتا۔ بانکی پور کے کتب خانہ کی قلمی کتابوں کی فہرست جو انگریزی میں مولوی عبدالمقتدر خاں صاحب نے مرتب کی ہے اور سال گذشتہ میں کلکتہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں انھوں نے دیوان کے کئی قلمی نسخوں کا پتہ دیا ہے ان میں سے اکثر میں صرف یہ ایک قصیدہ ہے۔

بجز اس حسنہ و محال برابرم یعنی غلام شاہیم و سوگند میخورم

مسٹر لیچ کے سکرٹری نے ۱۲۰۶ء میں جو نسخہ اس دیوان سے نقل کیا ہے جو خواجہ کے مزار پر رکھا رہتا ہے اور جو انڈیا مافنس لائبریری میں موجود ہے اس میں بھی صرف یہی ایک قصیدہ ہے۔ قاضی نور اللہ صاحب نے اس قصیدے کو بھی غزل لکھا ہے۔ اور ہمارے پرانے نسخہ میں اس کا نہ غزلیات میں پتہ ہے نہ قصائد میں۔ ترکیب بند کا کسی پرانے نسخہ میں پتہ نہیں ہے۔ ہم خود حیرت میں ہیں کہ یہ ترکیب بند شاہ ناصر الدین کی مح میں لکھا گیا ہے۔ اور اس صدی میں تمام فارس میں ناصر الدین نام کا کوئی بادشاہ ہو سکتا ہے خواجہ کا کیسے ہو سکتا ہے ترجیع بند بھی پرانے نسخے میں نہیں ہے نہ معنی نامہ ہے نہ ساقی نامہ ہے۔

رباعیات قلمی نسخوں سے کسی میں بیس ہیں کسی میں پچیس ہیں ہمارے پرانے نسخہ میں ۲۷ ہیں بیٹی اور لکھنؤ کے چھپے ہوئے نسخہ میں ۲۷ تک ان کی تعداد پہنچ گئی ہے۔ ۱۲۰۶ء میں مطبع نامی لکھنؤ نے دیوان کو اور بھی ملحقات سے بھر دیا اس

مطبوع میں پہلے جو نسخہ چھپا تھا اس میں ۶۱۲۳ اشعار تھے سید جلال اندرابی نے جو غالباً اس مطبع سے کچھ تعلق رکھتے ہیں ایک شعر کسی کا دیکھا جس میں دیوان حافظ کے اشعار کی تعداد آٹھ ہزار بتائی گئی ہے۔ اس سے ان کو یہ شوق ہوا کہ آٹھ ہزار اشعار دیوان کے پورے کرنے چاہئیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے قلمی اور غیر ملکیوں کے چھپے ہوئے ۱۰۴ نسخے دیوان حافظ کے جمع کیئے اور یہ اصول رکھا کہ کم سے کم چار نسخوں میں جو شعر ملے اُس کو لے لینا چاہیے چنانچہ اسطرح ۴۸ غزلیں ۹۵ رباعیاں ایک معاً ۴ قطعات ایک مسدس ۲۲ اشعار متفرقہ اور بھی شامل کر دیئے۔ آخر میں غزل لکھتے ہیں کہ ان میں سے بہت سے اشعار اور غزلوں کی نسبت ملحق ہونیکا گمان غالب تھا لیکن آٹھ ہزار اشعار کی تکمیل کے شوق میں انکو چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ہم اس شوق اور مذاق کو کیا کہیں جس کی بدولت ایک ایسی قیمتی محنت راگیاں گئی۔

ہم مولانا سودی کیلئے دعائے خیر کرتے ہیں کہ انہوں نے حافظ کی سچی خدمت کی اور آج سے تین سو برس پہلے انکے کلام کا قابل اعتبار اور صحیح مجموعہ چھاپ کر شائع کیا۔

کلام کی شاعت

خواجہ کا کلام چونکہ مقبول خاص عام تھا اسوجہ سے بہت تھوڑے عرصے میں

ملکوں ملکوں میں گیا ہزار ہا نسخے اس کے لکھے گئے۔

چھاپہ کی ایجاد کے بعد سب سے پہلے مولانا سودی نے سترہویں صدی عیسوی کے آغاز میں اسکو چھاپکری شروع کیا۔ ترکی زبان میں اس کی ایک شرح بھی لکھی بعد ازاں پھر مختلف ملکوں میں وہ چھپا۔

اسوقت ہمارے سامنے دو فہرستیں موجود ہیں جنہیں دیوان حافظ کے طبع اور اشاعت کی مختصر کیفیت لکھی ہوئی ہے۔

ایک، "کیٹالاک آف دی پٹرین مینوسکرپٹس ایٹ دی برٹش مینوریم" کی فارسی کی قلمی کتابوں کی فہرست (مرتبہ مندرجہ بالا) کی دوسری "کیٹالاک آف دی اریبک اینڈ پٹرین مینوسکرپٹس ان انٹینٹل پبلک لائبریری ایٹ ہانگ کانگ" کی فارسی اور ترکی قلمی کتابوں کی فہرست (مرتبہ مولوی عبدالمقتدر صاحب - انکے علاوہ دیوان کے بیسیوں نسخے دنیا کے مختلف حصوں کے چھپے ہوئے بھی ہمارے پاس موجود ہیں اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اپنے علم کے مطابق دیوان کے طبع اور اشاعت کی کیفیت درج کریں۔

نام مقام	سن طبع	مختصر کیفیت	نام مقام	سن طبع	مختصر کیفیت
لندن	ابتداء ۱۹۱۷ء	مولانا سودی کا نسخہ - حافظ کے مختصر حالات زندگی	بھی دیب چہ کے ساتھ ہیں		

نام مقام	سن مطبع	مختصر کیفیت	نام مقام	سن مطبع	مختصر کیفیت
کلکتہ	۱۶۹۱ء		ایک مولانا سودی کی دوستی		
"	۱۸۲۶ء	مع شرح مولوی فتح علی	مولانا سید محمد بن سید		
"	۱۸۵۵ء	"	حسن لا شعر الفنون کی		
"	۱۸۸۱ء	مشر جریٹ نے کیستقدیر تصحیح	طہرن	۱۲۵۸ء	
		کے ساتھ چھپوایا۔	تبریز	۱۲۵۶ء	
لیرینگ	۱۸۵۲ء	بالکاس نے مولانا سودی کا	"	۱۲۶۳ء	
		نسخہ مع انکی شرح کے طبع	اصفہان	۱۲۶۵ء	بہت غلط چھپا ہے
		کرایا	مشہد	۱۲۶۲ء	
دینا	۱۸۵۸ء	روزنریک نے مع اپنے	بمئی	۱۸۲۸ء ۱۸۳۱ء ۱۸۸۲ء	
		ترجمہ کے تین جلدوں میں	چھترتہ	۱۲۶۶ء ۱۲۶۷ء ۱۲۹۹ء	
		شائع کیا۔	بولاقی	۱۲۵۰ء	
"	۱۸۶۳ء	مولانا سودی کے نسخہ کی	"	۱۲۵۶ء	
		نقل ہے	"	۱۲۸۱ء	
"	۱۸۶۲ء		دہلی	۱۲۶۹ء	
قطنینہ	۱۲۵۶ء		"	۱۸۸۸ء	
"	۱۸۵۶ء	مع دو شرحوں کے	آگرہ	۱۸۶۱ء	

لاہور ۱۸۹۸ء			مطبوع نامی میں ۱۹۰۳ء
” ۱۹۰۶ء			تک چار مرتبہ
لکھنؤ تیرہ بار	مطبوع نو کشور میں ۱۸۹۶ء	کانپور ۱۸۹۱ء	منشی رحمت اللہ مدد کانئحہ
سے ۱۹۰۶ء تک نو مرتبہ	”	۱۹۰۲ء	

منشی رحمت اللہ مدد کانئحہ جب ہم نے دیکھا تو ہماری طبیعت بہت خوش ہوئی
کیونکہ منشی صاحب موصوف نے نہایت عمدہ چھاپا ہر شروع میں خواجہ کی تصویر بھی
ہمارا بھی ارادہ ہوا کہ ہم اس تصویر کو خواجہ کی اس سوانح عمری کے ساتھ شامل
کر دیں لیکن منشی صاحب نے اس کی کوئی سند نہیں لکھی۔ ہم نے بطور خود تحقیق کیا تو وہ ہکو
کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں معلوم ہوئی۔ اس لیے ہم نے اسکو نہیں شامل کیا۔
اصل یہ کہ کریم خان زند نے بارہویں صدی ہجری کے وسط میں ایک احاطہ
بنوایا جس میں سات درویشوں کی قبریں ہیں اس احاطہ کا نام ہفتفن ہے۔ دروازہ
پر شیخ سعدی اور خواجہ حافظ کے نصف قد کے مجسمے لگائے ہیں۔

یورپین سیاحوں نے انہیں کے عکس لیکر دنیا میں پھیلا دیے لیکن آپ خیال
فرما سکتے ہیں کہ پچیسہ وفات کے کئی سو برس بعد بنی ہو وہ کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔
منشی صاحب نے اس نسخہ میں انگریزی روش کی تقلید میں اردو میں ایک بیجا چھ لکھا ہے
جس میں خواجہ کے مختصر حالات ہیں۔ ہم نے پہلے اسکو پڑے شوق سے پڑھا۔ پڑھ کر نہایت

افسوس ہوا۔ کیونکہ اس میں خواجہ کو رندا و میخوار ظاہر کیا ہی ایک جگہ غلاموں کے ہاتھوں
انکی تشہیر بھی کرائی ہی معلوم ہوتا ہی کہ مکمل کے ترجمہ یا انسانی گلو پیڈیا یا بڑا نیچا سے جو
ایک تاجرانہ تصنیف ہی منشی صاحب غلطی میں پڑ گئے ہیں۔

منشی صاحب نے یہ خوبصورت دیوان چھاپکر جقدر خواجہ کی روح کو خوش کیا تھا یہ
دیباچہ لکھکر اس سے زیادہ رنجیدہ کر دیا ہم نے تھوڑی دیر تک افسوس کر نیکیے بعد
آگے کے ورق لٹے پہلے ہی نگاہ کے سامنے یہ شعر آیا۔

درو کوئے نیک نامی مارا گذرنداؤ گرتو نے پسندی تغیر کن قضا را
فوراً ہی تصور کی نگاہ میں خواجہ مسکراتے ہوئے نظر آئے۔ ہم نے کہا کہ آپ
بھی عجیب متعل آدمی ہیں کہ کوئی کچھ کسے ذرا پرواہ نہیں کرتے اور منشی میں ٹال دیتے ہیں
بار بار اس شعر کو پڑھتے رہے اور اسوقت خاص طور پر اس میں لطف آیا اس کے
ساتھ ہی بھر اس طرف خیال گیا کہ آخر وجہ کیا ہوئی جو اتنے بڑے بزرگ ملی البد کو اس طرح
لوگوں نے بدنام کیا۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا پھر ایک بارگی بہت سے ورق الٹ دیئے مگر
اس شعر پر نظر پڑی۔

مارا پرندی اف نہ کروند پیران جاہل شیخان گمراہ
ہم نے کہا۔ ہاں ہاں حقیقت میں یہی بات ہی، "الناس اعداء ما جملو"، لوگ جس
چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہو۔ تے ہیں، حافظ کو بوجہ اس کے اعلیٰ کمال
کے جہاں نہیں سمجھ سکے اور انھوں نے اسکو بدنام کیا۔

۱ دیوان حافظ کی بہت سی شرحیں اور نیز ترجمے ایشیا کی مختلف زبانوں میں لوگوں نے لکھی ہیں ہم اپنی معلومات کے مطابق ذیل میں انکی بھی ایک فہرست لکھتے ہیں۔

نام کتاب	نام مصنف	مطبوعہ یا قلمی	زبان	کیفیت
شیخ دیوان حافظ	مولانا سوہی	مطبوعہ	ترکی	
"	مولانا سید محمد اسحاق اللہ شری	"	"	
"	القنونی	قلمی	"	
"	مولانا شیعی	"	"	
"	مصطفیٰ بیگ مصباح الدین سہری	"	"	
"	شیخ محمد فضل اللہ آبادی	"	فارسی	
"	میر سیف الدین بوکانی رحمتی	"	"	
"	شیخ محمد دہلوی	"	"	
"	مولوی سید علی صاحب	"	"	
"	شیخ یوسف لاہوری	"	"	
"	نام معلوم نہ ہو سکا	"	"	
"	مولوی صادق علی صاحب	مطبوعہ	"	
حاشیہ	مولوی فتح علی صاحب	"	ہندی وغیرہ	
بدر الشرح	مولانا بدر الدین اکبر آبادی	"	دہلی	
حاشیہ	مولوی ہادی علی صاحب	"	"	

ان شرحوں کی تین یا بی کی
دوسری شرحوں سے لگا
لیکن یہ معلوم ہو سکے کہ
کس کتب خانہ میں ہیں

شرح سہنی	مولوی محمد یوسف علی شاہ چشتی	مطبوعہ	لکھنؤ	اردو
ترجمہ دیوان	منشی میرزا جان محمد	"	"	"
نسب بشت	کرشنا چند رموز مدار	"	کلکتہ	بنگالی
ترجمہ پنجابی	"	"	لاہور	پنجابی

اس میں سے اکثر ہمارے مطالعہ میں آئیں۔

ان تمام شاعروں سے ہر کو عام شکایت یہ ہے کہ انہوں نے بالکل صوفیانہ مذاق کی شہسوں لکھی ہیں۔ ادبی خوبیاں جو خواجہ کے کلام میں ہیں ان کو ظاہر نہیں کیا ہے۔ یہ صرف خالق ہوں میں پڑھی جانیکے قابل ہیں۔

صوفیانہ کلام میں جو خوبی ہو وہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ مجاز اور حقیقت دونوں پر منطبق ہو۔ جب اس میں سے ایک پہلو نکال دیا جائے تو اس میں کوئی خوبی باقی نہیں رہتی ان شاعروں نے بھی موتی کی آب چھیننے کی کوشش کی ہے۔ جس سے آب بھی گئی اور موتی بھی خراب ہوا۔

دوسری شکایت یہ ہے کہ شکل اشعار کی شرح سے گزیر کرتے ہیں اور اس کی بغیر ضروری باتوں کی تفصیل میں صفحے کے صفحے سیاہ کر دیتے ہیں اسکے ساتھ ہی تاریخی اور ادبی معلومات کا مطلق تہ نہیں ہے جس کے بغیر پڑھنے والے کو کوئی دیکھی نہیں ہوتی۔

مولانا سودی کی شرح کے بھی جا بجا سے ترجمے ہم نے بنے ان میں ادبی خوبیوں کا بڑا خیال رکھا گیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے مولانا سودی بھی خوب

ہزارِ حمتِ حقِ بر روانِ سودی باد

سترہویں صدی کی ابتداء سے خواجہ کی بعض بعض غزلوں کے ترجمے یورپ کی بھی مختلف زبانوں میں نظم و نثر میں شروع ہوئے اور لوگوں نے انکے ساتھ دھپسی یعنی شمع کی۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں ولیم اوسلی - اور والن ہیمپر وغیرہ نے جرمن اور انگریزی زبانوں میں دیوان کے ترجمے شائع کئے ولیم ہولس نے کئی غزلوں کے مضمون لیکچر انگریزی میں گیت بنا دیئے جن میں سے "اگر آں ترک شیرازی" کا گیت نہایت دل فریب اور عام پسند ہوا اور لوگ اسکو گانے لگے اسوقت سے خواجہ کے ساتھ یورپ میں ایک عام دھپسی پیدا ہو گئی اور تمام یورپین زبانوں میں انکے دیوان کے ترجمے شائع ہوئے اور لوگوں نے انکے متعلق کتابیں لکھنی شروع کیں۔

دیوان کے ترجمے اور وہ تصنیفیں اور مضامین جو یورپ کی مختلف زبانوں میں خواجہ کے متعلق لکھے گئے ہیں ان کا کون شمار کر سکتا ہے ذیل میں ہم خواجہ کے کلام کے صرف ان ترجموں کی ایک فہرست لکھتے ہیں جو انگریزی یا بعض دوسری یورپین زبانوں میں ہر کو معلوم ہو سکے۔

نام مترجم	کلام کی نوعیت	مقام اشاعت	سنہ اشاعت
مینسکی	دیوان کی پہلی غزل کا لاطینی نثر میں ترجمہ	وینا	۱۷۸۰ء
ہائڈ	"	اسفورڈ	۱۷۹۶ء
ریوسکی	ابتدائی سولہ غزلوں کا لاطینی نثر میں۔	وینا	۱۸۱۱ء

زبان سے دوسری زبان میں معمولی مضامین کا ترجمہ بھی جسکو ترجمہ کہہ سکیں دشوار ہے۔ پھر شاعری کا ترجمہ کرنا کیسے ممکن ہے۔ ترجمہ سے صرف شعر کا معنی ظاہر کیا جاسکتا ہے اس میں جو زبان کی اسلوب بیان کی الفاظ کے نشست کی خوبیاں ہوتی ہیں ان کا ظاہر کرنا محال ہے۔ ہر ایک مترجم نے اس بات کا خود بھی اعتراف کیا ہے۔

انگریزی کے تمام ترجموں میں ہکو کپتان کلاک کا ترجمہ زیادہ پسند آیا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ مشکل اشعار کی تشریح بھی کرتے گئے ہیں۔

میڈم بوٹ لکھتی ہے کہ حافظ کے ترجمہ میں بہ نسبت فرانسیسی اور انگریزی کے جرمن زبان میں زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس میں اس قسم کے شاعرانہ خیالات کے ترجمہ کرنے کے لیے بہت سی آسانیاں ہیں۔

خواجہ کے کلام پر ایک نظر

خواجہ کے کلام سے ہماری مراد صرف غزلیات ہیں کیونکہ ہم لکھ چکے ہیں کہ غزلوں علاوہ اور جو چیزیں مثلاً قصیدے ترکیب بند ترجیع بند - معنی نامہ - ساقی نامہ وغیرہ ہیں۔ ان سب کا صحیح نسخوں میں تپہ نہیں ہے۔ اس لیے اگر ہم زبردستی سے خواجہ سرا کو منڈہ دیں تو یہ حقیقت اور انصاف دونوں کے خلاف ہوگا۔ قطعات اور رباعیات میں اس قدر کیا گیا ہے کہ یقیناً کسی قطعہ یا رباعی کو خواجہ کی طرف منسوب کرنا مشکل ہے۔ اگر چند رباعیاں یا قطعے ان کے مان بھی لیے جائیں تو ان سے ان کے شاعری

کے رتبہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ایسے ہم ان سب کو کالعدم سمجھتے ہیں۔
خواجہ غزل گوئی کے مرد میدان ہیں۔ مرد میدان نہیں بلکہ بادشاہ۔ اس لیے
ہم صرف انکی غزل پر ایک نظر ڈالنی چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے نفس شاعری کے
متعلق بھی کچھ کہنے کی اجازت دیجیے

شعر کی تعریف یہ ہے کہ جذبہ کا احساس ایسے لفظوں میں ادا کیا جائے جن سے
سننے والے کے اسی جذبہ کو دیا ہی میجان ہو جیسا خود شاعر کے جذبہ کو تھا۔
شاعری مثال بعینہ مصور کی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ مصور ظاہری اشیاء کی تصویر
کھینچتا ہے اور شاعر خیالات اور جذبات کی صورت گری کرتا ہے۔

لیکن خیالات محض کی صورت گری کا نام شاعری نہیں ہے جب تک کہ انہیں
واقعیت نہو یا کم سے کم واقعیت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے نہوں۔ کیونکہ اگر یہ دیکھا
باتیں نہیں ہیں یعنی نہ وہ کلام ہی واقعی جذبہ کی آواز ہے نہ اُس آواز سے مشابہ ہے تو وہ
شعر نہیں ہے۔ مثلاً

واہ رے شورِ محبت غیب ہی چٹک
استخاں میرے ہاں کس مریے سگاہی
یہ شعر حساس کی بنا پر کہا گیا ہے وہ نہ واقعی ہے نہ واقعیت کے رنگ میں ہے
مر نیکے بعد ہا کو اپنی ہڈیاں کھاتے ہوئے دیکھنا اور نیکین ہونیکے وجہ سے اسکو مزے
لے لیکر کھاتے ہوئے دیکھ کر شورِ محبت کی تعریف کرنا کسی قسم کے جذبہ سے تعلق
نہیں رکھتا۔

شاعری کسی چیز نہیں ہے۔ شاعر اپنی شاعری خدا کے گھر سے لاتا ہے۔ عربی میں مثل ہے۔
 ”الشعر ابلا میذا الرحمن“

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدا سے بخشندہ
 کلمات کو الٹ پھیر کر موزوں کر لینا۔ اور اسی روش کے اشعار کہ لینا بلکہ اس سے
 اچھے اشعار سے اور تشبیہ پیدا کر لینا جو حقیقی شعر کے کلام میں ہوتے ہیں آسان ہے
 ہر شخص تھوڑی سی کوشش سے کر سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کے کلام میں جو بظاہر شاعری
 کے تمام فنون عروض۔ قافیہ۔ فصاحت۔ بدائع۔ و صنائع وغیرہ سے نین
 و مرصع ہوتے ہیں اور اصلی شاعری میں وہی فرق ہے جو مصنوعی بھڑکیلے چمکیلے
 ناموافقوں کی نگاہوں کو دھوکا دینے والے آئینوں اور اصلی جواہرات میں ہوتا ہے۔
 شاعری تشبیہ۔ استعارہ۔ الفاظ کی نزاکت۔ فطری رعایت۔ اور صنائع بدائع
 کا نام نہیں ہے۔ یہ سب چیزیں شاعری کی اصنافی زیبہ زینت ہیں اسکی حقیقت میں
 داخل نہیں ہے۔ شاعری اسکو کہتے ہیں کہ جذبہ کی ایسی تصویر کشی جائے کہ الفاظ کی
 شاعرانہ جذبہ اسطرح صاف نظر آئے جیسے سفید شیشہ کے گلاس میں مرغوانی شہر
 دور سے چمکتی ہے۔

اے سٹونے وزن کو شاعری کا جزو قرار نہیں دیا ہے لیکن اسکو وسیع معنی میں
 استعمال کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ شاعر اپنے جذبات
 میں خود محو نہ ہو جائے بلکہ ان پر قابو رکھے اور دوسروں کو ان سے متاثر کرے۔

یہ شاعری کی اعلیٰ قسم ہے اس کا نام خطابت (لکچر یا اسپچ دینا) رکھا گیا ہے دوسری کایہ کہ وہ اپنے جذبہ کے جوش میں وجد کرے مست ہو جائے اس کا نام شاعری ہے اس میں وزن ضروری ہے۔ کیونکہ متغے اور موزوں ہوجانے سے کلام کی تاثیر مت بڑھ جاتی ہے۔

جذبات کا احساس کس کو نہیں ہوتا اور ہر شخص ان کو ادبھی کرتا ہے۔ لیکن شاعر کا احساس زیادہ نازک اور لطیف ہوتا ہے اور وہ اس کینڈی سے ادھر کرتا ہے جس سے سنے والے پر اثر پڑتا ہے شاعری کا اصلی راز اسلوب بیان میں مخفی ہے۔ وہی بات ایک شخص کہتا ہے اس میں کوئی خوبی نہیں ہوتی۔ اسی کو جب شاعر کہتا ہے تو طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔

خواجہ کے تمام شاعرانہ جذبات فطرتی ہیں ان کا کلام شاعری کا بہترین نمونہ ہے جدت۔ جوش۔ بلندی غرض جب قدر خوبیاں کلام میں ہونی چاہیں۔ اس میں بدرجہ کمال موجود ہیں۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ چند مثالیں ان کے کلام سے پیش کرتے ہیں

جدت | شعرا قلقل مینا کی آواز سن کر یا کالی کالی گھٹاؤں کو دیکھ کر توبہ توڑتے ہیں حافظ کی جدت دیکھیے۔

بتیچن ہزار نور دے میچے جل پیش آورد
تو گوی تاہم حافظ ز ساقی شرم لآخر |

حسین۔ چاند جیسا حسین سامنے انداز سے دوڑا تو ہو کر شوخی آمیز ادب کے ساتھ بیٹھتا ہے۔ اور سرخ شراب لعل صبی سرخ شراب پیش کرتا ہے۔ اس وقت حسن پرست میخوار جو نا صحوں کے کہنے سننے سے توبہ کر چکا ہے بے تاب ہو جاتا ہے خیالات میں کش مکش پیدا ہوتی ہے۔ کبھی توبہ کا خیال آتا ہے۔ نا صحوں کی باتیں یاد آتی ہیں کبھی اس دلفریب اور

دلکش منظر کو دیکھ کر خواہش جوش مارتی ہو کہ پی لے آخر اپنے آپ کو اس طرح مخاطب کر
فیصلہ کرتا ہے۔

تو گوئی تاہم حافظ ز ساقی شرم وادار آخر
حافظ کو یہ بات کہنی ہو کہ لوگ بیگناہ شراب خواروں کو ستاتے ہیں اس کو اس طرح
ادا کرتے ہیں۔

بہر یک جرعہ کہ آزار کش در پیست ز جستمے میکشم از مردم نادان میں
ایک جو کے پیچے جس سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی مریضوں آدمی (واعظ) سے ایسی حمت اٹھانی پڑتی ہو کہ پوچھو
ایک اردو کے شاعر نے بھی خوب کہا ہے۔

واعظ شراب پیسے کا فریب میں کیوں کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بھی گیا
یہ بات کہ میں ہی تیرا عاشق نہیں ہوں بلکہ سینکڑوں بکھیر فرقیہ ہیں اس انداز
سے کہتے ہیں۔

نہ مریں گل عارض غل سرایم و بس کہ عند لب تو از ہر طرف ہزارا نند
صوفیوں ہی اس بھول سے خسار سے پر غل سرای نہیں کرتا ہوں بلکہ چاروں طرف سے ہزاروں طلبیج چمکتی ہیں
ان کے تمام شعروں میں جدت ہی معمولی سی بات کو بھی وہ اس انداز سے کہتے ہیں
کہ بے ساختہ وجد کر نیکو جی چاہتا ہے۔ یہ خیال کہ واعظ دوسروں کو جس بات سے منع
کرتا ہے خود اس کو کیوں کرتا ہے ایک معمولی خیال ہے وہ اس کو کس لطیف پیرائے میں کہتے
ہیں۔

۴ مشکلی دارم زداں شمنہ مجلس باز پرس تو بہ فرمایاں چرا خود تو بہ کس نے کھنڈ
 مجھے ایک شکل آن پڑی ہو ذرا غصہ کے عالم سے پونچھ دو کہ جو لوگ تو بہ کا حکم دیتے ہیں خود تو بہ کیوں کہیں
 ایں جدت کے ساتھ بے انتہا شوخی اور ظرافت بھی ہے ”مشکلے دارم“ سے اس
 بات کا اظہار ہے کہ ہم نہایت نیک و سادہ دل ہیں کہ اس قسم کی فریب کی باتیں ہماری
 سمجھ میں نہیں آتیں اس لیے مشکل میں پڑے ہوئے ہیں اور پھر خود نہیں پوچھتے بلکہ دوسرے
 سے کہتے ہیں کہ پونچھ دے تاکہ خود تماشہ دکھیں اور اس پر طرہ یہ کہ اسی شخص سے مشکل حل
 کراتے ہیں جس کے اندر عجیب و غریب یعنی واعط سے۔

بلندی اور خواجہ کے اشعار موزون و بندوق سے مشابہ ہیں جو دیکھنے میں خوبصورت نظر
 جوش آتی ہو اور انسان کو وہم بھی نہیں گذرتا کہ یہ خوشنما زیور پڑے پڑے شیریں
 کو ہزار گزدور ہی سے ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ ان کے اشعار کی لطافت اور نزاکت دیکھ کر حیرت
 ہوتا ہے کہ ان میں زبان ہی کا ذالقیہ اور شیرینی ہے لیکن جب معانی کی طرف خیال کیجیے تو بے
 انتہا بلند ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

شکر ایزد کے درمیان میں واصل قیام حوریاں قص کناس ساغر شکرانہ زوید
 خدا کا شکر ہے کہ میرے اور اُس کے درمیان میں صلح ہو گئی حوروں نے ناچتے ہوئے شکرانہ کے پیچھے
 اپنی اور معشوق کی صلح کو کس قدر اہم کر دیا یعنی گویا اس صلح کا زمین کو۔ آسمان کو
 جیسا شک کہ حوروں کو بھی انتظار تھا اگر نہ قوتی تو خدا جانے کیا انقلاب عظیم ہو جاتا حوریں
 ہمہ تن منتظر کھڑی دیکھ رہی تھیں اور جب انھوں نے دیکھا کہ ہمارے درمیان میں صلح۔

ہو گئی تو گائیں اور ناپیں اور شکرانے کے ساغر پیے
حافظ کے کلام کی یہ عجیبی بی کہ وہ استقدار لطیف و سلیس تھے تاہم چھوٹے چھوٹے بھی سکواسانی سمجھتے
ہیں لیکن اس کے معانی کی تہ تک بڑے بڑے اہل کمال بھی مشکل سے پہنچتے ہیں
اس بات کو کہ ہم شراب پینا نہ چھوڑینگے کس جوش کے ساتھ کہتے ہیں کہ
سنے والے کا بھی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے۔

تازہ پیمانہ دے نام و نشان خواہ بود سرما خال رہ پیرمیاں خواہ بود
سب تک شرابا و شہ انجانہ کا نام و نشان رہیگا اس وقت تک ہمارا کسیر غصے کے راستہ کی خاک بنا رہیگا

شونئی و ظرافت شاعری اور خاص کر غزل گوئی کا بڑا عنصر زندگی ہے۔ شاعر آزادی پسند
ہوتا ہے اس لیے وہ ان لوگوں سے جو اس کی آزادی اور زندگی میں مغل جوں جلتا ہے۔
اور ان کی برائیاں کرتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ شاعر و اعطی محنت۔ ناصح۔ زائد
وغیرہ کا جو اس کو رد کرتے ہیں اور منع کرتے ہیں دشمن ہو۔ اور ان کے نفی عیوب کو فاش
کرے ان لوگوں کے نفی عیوب مکاری اور بیاکاری وغیرہ ہیں۔ ظاہری تقولے کے
آڑ میں اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور زہد کے لباس میں فریب دیکر عوام کو
لوٹتے ہیں۔

ریا کار مکار ہر زمانہ اور ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے لوگ
پیشتر بہت کم تھے چھٹی صدی سے یہاں بھی یہ جماعت بڑھنے لگی۔ مولانا روم نے
ان سے لوگوں کو خبردار کیا۔

اے بسا ابلیس آدم رکھتے ہست پس بہر دستے بنایہ داد دست
 سعدی نے اپنی تصنیفات میں کئی ایسے ریاکار زادوں کے قصے بیان کیے ہیں
 اور غزلوں میں بھی انکی ریاکاری وغیرہ کی قلعی کھولی ہے۔ مگر حافظ نے اسکو اتہا پر پہنچا دیا۔
 کہتے ہیں۔

۴ واعظاں کیں جلوہ بر جراب منبر مکنند چوں بخلوت میروند آگہ دیگر مکنند
 ان کے اشارہ میں کتنی شوخی ہے یہ نہیں کہتے کہ کونسا کام بلکہ اشارہ کرتے ہیں
 کہ ”وہ کام“ گویا متکلم اور مخاطب اس کام کو پہلے ہی سے جانتے ہیں اور وہ ایسا کام ہے
 کہ لوگوں کے سامنے اس کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا ایک جگہ کہتے ہیں۔
 من این رفیع شمنیہ بہر آں دارم کہ زیر خرقہ کشم نے کس ایگیاں نبرد
 میں یہ بیوند لگا ہوا انی جبہ اس سے رکھتا ہوں کہ کچھ نہیں شرب اڑاؤں اور کسی لوگن بھی نہ
 ریاکار صوفی تصوف کا جبہ پہنکر عوام میں اپنا تقدس ظاہر کرتا ہے۔ اور دیر پردہ ایسے
 ایسے گناہ کرتا ہے کہ جبکا لوگ اس پر گمان بھی نہیں کر سکتے اس کی حالت کو خود اپنی حالت
 قرار دیکر بیان کرنا نہایت درجہ کی ظرافت ہے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو۔

۴ منق آں ندم کہ ترک شاہد و ساغر کنم محاسب اند کہ من این کار با کمتر کنم
 میں وہ نہ مند نس ہوں کہ مشوق اور شراب کو چھوڑ دوں محاسب بانتا ہے کہ میں ایسے کام کرتا
 محاسب جو خواروں کی تہنہ کیلیے ہوتا ہے۔ اسی کو اپنے اس دعوے کی کہ میں شراب
 اور مشوق کو نہیں چھوڑتا گواہی میں پیش کرتے ہیں۔

حافظ نے جہاں جہاں بھی ان پرچوٹ کی ہر ایسی ظرافت اور شوخی کے ساتھ کی ہے کہ ان شعروں کے حسب حال جو دہن عطا ی صوفی ہوں ڈھنگا گرنیں تو ایک نفعہ انکو مرا آجائے۔ بخلاف اس کے اردو کا شعر ملاحظہ ہو جو ایک نہایت مشہور شاعر کا ہے اپنے جوتوں سے رہیں اے نازشی اک بنگ آتے ہیں مسجد میں خضر کھیت بزرگ دروہ بھی خضر صورت بزرگ جوتے نہیں چرایا کرتے۔ اردو شاعر کے نزدیک گویا ہر قسم کے عیوب، اعظوں بزرگوں اور صوفیوں میں ہوتے ہیں یہاں تک کہ اس نے جوتے چرانے تک کا الزام بھی ان پر لگادیا ہے۔

عشق و مستی حافظ کی شاعری کا اصلی خمیر عشق اور سرمستی ہے اس خصوصیت میں وہ تمام شعرا فارس میں نمایاں طور پر ممتاز ہیں وہ ایک عجیب مست اور عاشقانہ دل خدا کے یہاں سے لایا ہے اس کا دماغ ایک سانچہ ہے جس میں مثل اشعار کے موتی ڈھالے جاتے ہیں اس کے جذبات نہایت پاکیزہ اور زبردست ہیں وہ خود بھی مست ہو جاتا ہے اور دوسروں کو بھی مست کر دیتا ہے وہ خوشی میں گانے لگتا ہے بچنے لگتا ہے اسکی عاشقانہ روی و لولہ خیر اور وجد انگیز ہے۔ یہ دو غزلیں سنئے۔

بیاباں گل برافشا نیم دے رسا غزل اندازیم	فلک اسقف بشکافیم و طرح نور اندازیم
اگر غم شکر انگیزد کہ خون عشقاں نیرد	من ساقی ہم سازیم بنیاد تنم اندازیم
چو دست راست رو خوشی بن بھڑکے خوش	کہ دست افشاں غم خو نیم پاکو یا لسنہ اندازیم
صبا خاک جو ماباں علی جناب انداز	بود کا شاہ خواباں انظر منظر اندازیم

یکے از عشق سے لاقی کیا تاسے با فد
 بہشت عدل اگر خواہی یا مایہ مخسانہ
 بیامان منور کن رویت مجلس نارا
 سخن دانی خوشخونی نمی و زند در شیراز

بیاحفاظ کہ ما خود را بکلی گیر اندازیم
 مرا صبر و حشمت دل بیرون نخواہد شد
 مرا روز ازل کار سے بجز بندی نمودند
 مجال من ہمیں باشد کہ پنهان عشق دوزم
 شراب لعل جائے نہ رہاں باقی
 پیاماد وصف منں بہانگ چنگ سے تویم
 سبے محبوبوں بلید گفت کاسے محبوبے
 رقیب آنے ادا فرمود وجائے نگذاشت
 بیاماد صفت از دہر نہا نیم
 مشوائے دیدہ نقش غم لوح سینہ حافظ
 کہ زخم تیر و لدا رست زنگ خون نخواہد شد

نقشہ کھینچنا | خواجہ کیفیات اور جذبات کا نقشہ خوب کھینچتے ہیں۔ اس موقع پر مجھے ایک

واقعہ یاد کیا کہ غالب علی کے زمانہ میں عبد الغفور نامی ایک کشمیری نوجوان نہایت مخمور
اور حسین ہمارے ساتھ پڑھتے تھے سخن فہمی کا صحیح مذاق رکھتے تھے اور ذہن اور طبع آدمی
تھے عربی شعر میں سے ابو نوکس کی جدت طاریاں ان کو بہت پسند تھیں اور حافظ کو
تو تمام دنیا کے شاعروں سے بہتر خیال کرتے تھے لیکن کچھ شعر و شاعر کا تذکرہ تھا کہنے لگے
کہ حافظ اپنے جذبات کی جیسی تصویر کھینچتا ہے اسی کوئی کیا کھینچ سکا دیکھیے کیا خوب کہتا ہے۔
سیر در عشق دار و دل رہمند حافظ کہ نہ خاطر تاشانہ ہو اسے باغ دارد
حافظ کا دہندہ دل عشق ہی کا سبق رہنا چاہتا ہے اس کو نہ سیر کا خیال ہے نہ باغ کی خواہش ہے
بیدلی کی حالت میں تاشانہ اور سیر باغ کی خواہش کا نہ ہوا اور عشق میں محو پڑے رہنا
کس قدر فطرتی امر ہے اور عاشق کے استغراق کی کیسی سچی تصویر ہے۔

اس تجاہل عارفانہ کی بھی کوئی حد ہے۔

ہزار بار شود آشنا و دیگر بار مرا بہ بیند گوید کہ اس چہ کس باشد
ہزار بار پہچان لینے کے بعد پھر بھی جب مجھ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ کون شخص ہے
اس شعر میں معشوقانہ ملکیت کا کس خوبصورتی کے ساتھ نقشہ کھینچا ہے۔

ہزار دیدہ بروے تو ناظرند تو خود نظر بروے کسے مئی گنی از ناز
ہزار بار اکس ترے چہرے کو دیکھ رہی ہیں اور تو خود ناز سے کسی طرف نگاہیں
میں نے کہا کہ بھائی فرزدق نے بھی اسی مضمون کا خوب شعر کہا ہے۔

یغنی حیاء و یغنی مہتابہ مما یفکم الاحبین سبیم

وہ جیسا سے آنکھیں نیچی رکھتے ہیں اور لوگ ان کے رعب سے اور جب باتیں کرتے ہیں تو مسکرتے ہیں
 کہنے لگے رعب در چیز ہو اور معشوقانہ ناز اور شے ہو حقیقت یہ ہے کہ حافظ کا شعر
 بہت بلند ہے۔ فرزدق کے شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدوح کے رعب سے لوگ لگا ہیں
 نیچی کیے ہوئے ہیں اور حافظ کا معشوق اس قدر دلکش ہے کہ نگاہ اس سے ہٹ ہی نہیں
 سکتی۔ پھر اسی شعر کو پڑھ کر جو ہنسنے لگے۔ میں نے کہا حافظ نے بہت سچ کہا ہے۔
 بشعر حافظ شیراز میرقصنڈے نازند سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی
 حافظ شیراز کے شعر دوں پرنا چتے ہیں و ناز کرتے ہیں کشمیر کے کالی آنکھوں والے اور سمرقند کے
 چونکہ وہ بھی ”سیہ چشمان کشمیری“ میں داخل تھے اس لیے جھپٹے۔ اس وقت تو یوں ہی
 بات کو ٹال دیا مگر دوسرے دن اس کا بدلہ لیا بات یہ ہوئی کہ میرے یہاں کوئی تقریب تھی
 اور میرے دوست کو مٹھائی بہت پسند تھی میں نے بہت سی مٹھائی بھیجی آپ نے رسید
 یہ شعر لکھ بھیجا۔

شکر فروش کہ عرش دراز باد چہرا تفقدے نکند طوطے شکر خارا
 صنائعِ بدائعِ ہائیک مرض ہی جو شعرا کو اکثر لاحق ہو جاتا ہے۔ اور اس سے ان کی
 نفس شاعری بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے شعرا را میر خسرو اور سلمان
 سادجی بھی اس کو نہیں نباہ سکے ہیں اور اس کی بدولت انکی شاعری میں نقائص
 پیدا ہو گئے ہیں۔ خواجہ کے یہاں بھی صنائعِ بدائع بہت کثرت سے ہیں۔ لیکن
 ان کی شاعری کا زیور بن گئے ہیں مثلاً۔

گدا لے کوئی تو آرزیت غلطی است اسیر بند تو از ہر دو عالم آزادی

اس میں صنعت تضاد ہے۔ گدا و مستغنی۔ اسیر و آزاد۔ متضاد۔ الفاظ ہیں۔

احرام چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ بھجت در سے چہ کوشیم کہ از مرد و صفا

اس میں صنعت مراعات النظیر ہے۔ احرام۔ قبلہ۔ سعی۔ صفا و مردہ سب الفاظ

ایک ہی چیز۔ یعنی حج کے متعلق ہیں اور سعی جو ایک رکن کا نام ہے اس کے نفی معنی

بھی کوشش کے ہیں۔ صفا و مردہ ان دونوں پہاڑوں کا نام ہے چنبر سعی ہوتی ہے

اور صفا کے معنی پاکیزگی کے بھی ہیں جو یہاں پر مراد لیے گئے ہیں غور سے دیکھیے تو

اس شعر میں کئی صنعتیں ہیں۔

علاوہ ہمیں نفی صنایع بجنیس وغیرہ بھی بہت کثرت کے ساتھ ہیں۔

عربیت حافظ کے دیوان میں کئی سوا شعرا خالص عربی کے ہیں جو انہیں کے کہے

ہوئے ہیں اور جن سے ان کی کمال عربیت کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن کی آیتوں کو

اس خوبصورتی سے شعر میں داخل کر دیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی یورپ پر ہیرا جڑ دیا

کیا مثلاً۔

بجن عارض وقد تو بردہ اند پناہ بہشت و طوبے۔ طوبے لم حسم بنا

تیرے رضا اور قد کے حسن میں بہشت و طوبے نے پناہ لی ہے خوشخبری ہو ان کو ان کا ٹھکانا بھٹک

”طوبے لہم و حسن مآب“ آیت ہے۔ اور کس موقع سے اس کو لائے ہیں!!

اس شعر میں دوسرا مصرعہ قرآن کی آیت ہے۔

شب وصل است و طے شد فقام بجز
وصل کی رات ہے اور ہر کجا زمانہ گزریا مسج کے نکلنے تک ایٹان ہو
کیس حدیث ضرب المثل لاتے ہیں مثلاً -

بصوت بلبل و قمری اگر نہ نوشی ہے علاج کے کمنٹ ”آخر الدوار الکے“
بلبل و قمری کی آواز پر اگر تم شراب نہ پیو گے تو میں داغ کر تمہارا علاج کروں گا آخری علاج ہی
”آخر الدوار الکے“ صحیح حدیث ہے

ہر چند آزمودم از بے بود مودم من جرب المجر ب حلت بے لندامہ
حب قدر بھی میں نے آزمایا مجھے اس سے نفع نہیں ہوا تبھی تو نصیحت کیا کہ چڑھنا چھوڑنا چھوڑنا چھوڑنا چھوڑنا
دوسرا پور مصرعہ ضرب المثل ہے -

خواجہ کی پہلی غزل کے اس مصرعہ پر

تے مالتق من تہم ودع الدینا و امسلما

مولانا آزاد و اعتراض کرتے ہیں کہ جب شرط کی جزا - امر نہی یا جملہ اسمیہ ہو
تو عربی قاعدہ کے مطابق اس پر ف کا لانا ضروری ہے یعنی ”فدع“ ہونا چاہیے تھا -
چنانچہ انھوں نے اس پر دست اصلاح بھی صاف کیا ہے اور طرح بنایا ہے -
دع الدینا متے مالتق من تہم ودع امسلما -

کیونکہ جزا کے مقدم کر نیسے ف کا لانا ضروری نہیں رہتا -

ہم اس پر اچھی طرح بحث کرتے مگر حافظ کی روح کیسے کی کہ مگر مراد برسہ کہ برد

اصدیت یہ کہ بہت سی ایسی باتیں جو دوسروں کے لیے جائز نہیں ہوتی ہیں شعراء کے لیے جائز ہوتی ہیں رخصی وغیرہ نے مذکورہ بالا قاعدہ کے ذیل میں شعراء کے لیے مباح کیا ہے اور ایسی مثالیں خود عربی شعراء کے اشعار سے پیش کی ہیں

پاکیزگی [خواجہ کے دو صدی پیشتر سے فارسی شعراء کو ہزلیات اور فحش ہجویات کہنے کی عادت ہو گئی تھی اور یہاں تک یہ بات عام ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے اہل کمال اس کے مرتکب ہوتے تھے اور ان کے دامن کمال پر اس سے کوئی دھبہ نہیں آتا تھا۔ ابو العلامی گنجوی - حکیم انور می - حکیم سونزی یہاں تک کہ بزرگ صوفی حکیم سنائی بھی اس سے نہیں بچ سکے۔

سب تو سب شیخ سعدی جیسا اخلاق علم اور دنیا کا نا صبح بھی اپنا جبہ و دستار پھینک کر اس دریا میں بنے خوف کو دھڑکا رہا اور وہ وہ کرشمے دکھلائے ہیں کہ اللہ کی پناہ مگر ایک خواجہ ہیں جبکہ کلام ان لغویات سے بالکل پاک ہے جو ان کے کمال میں اور سنجیدگی کی دلیل ہے۔ یہاں تک کہ ان کے کلام میں کوئی مکر وہ اور کثیف لفظ تک نہیں آیا فیضی اپنے کلام کی پاکیزگی کا دعویٰ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بدن سے ماند ایں پاکیزہ گفتار کہ در دیوان حافظ نام سنگت
شیخ محمد یحییٰ لکھتے ہیں کہ غالباً فیضی کی نظر سے خواجہ کا یہ شعر نہیں گذرا۔

شیدہ ام کہ سگاز قلا دہ مے بندی چرا بگردن حافظ نے نہی نہی
مگر ہمارے پاس دیوان کے جہد ر نسخے ہیں انہیں سے صرف ایک نسخہ پیش

ہنگو ملادرنہ اور ہر ایک میں یہ مقطع اسطرح پڑے۔
مزاج و ہر تہہ شد دریں بلا حافظ کجاست فکر حکیمے و راے بہنہ

حافظ اور سعدی

یہ ٹھیک نہیں معلوم کہ فارسی شاعری کی ابتدا کب سی ہوئی۔ لیکن یہ امر مسلم ہے کہ فارسی کا سب سے پہلا شاعر جبکا دیوان مل سکا ہے حافظ ابو الحسن رودکی ہے جو چوتھی صدی ہجری میں گذرا ہے۔

اگرچہ اس زمانہ میں شاعری کی ابتدائی و زیادہ تر لوگ قصیدے لکھتے تھے۔ جن میں امر اور سلاطین کی مدح ہوتی تھی لیکن شاعری اور حسن عشق کچھ لازم و ملزوم سی چیزیں ہیں چنانچہ عاشقانہ شاعری یعنی غزل کی بھی ابتدا اسی زمانہ سے ہوئی۔

اگرچہ اس وقت جو دیوان رودکی کا موجود ہے۔ اس میں غزلیں نہیں ہیں لیکن رودکی نے غزلیں لکھی تھیں اور اچھی کمی تھیں مگر ضائع ہو گئیں غنصری کہتا ہے۔

غزل رودکی وارنیکو بود غزلہائے من رودکی وارنیت
اس موقع پر ہم اس کے قصائد کی تشبہ سے چند عشقیہ اشعار نقل کرتے ہیں جن سے کچھ اس کی غزلوں کی کیفیت کا اندازہ ہو سکیگا۔

رودکی

تا دل من در ہواے نیکو گشت آشنا در سر شک دیدہ گردانم چو مرد آشنا

تاما رہنید ہوا با کس نگیر دوستی تاما را یاد بلا کس نکرد دشتنا

من آں کشیدم و آن دیدم از غم چرا کہ هیچ آئسے نیست دیدہ از دور
کنون وصال ہمہ برو لہم فراقش کرد خوشا وصال بتاں حاصل ہے چرا

اں گلے شکست کان بہر دیار مسرود و ز بختہ بر سر سرو سہیش افسر بود
شخص با جان آں زمان باشد کہ با جان مرد بادل آئناں باشد کہ باد بلور

دشوار نامی رخ و دشوار دہی بوس آسان بانی دل آساں بہر بی جا
رود کی کے دو سو برس بعد تک بجز اس کے کہ زبان اور اسلوب بیان میں کس قدر
صفائی اور سبکی ہوتی گئی غزل میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی انوری - خاقانی -
اور ظہیر وغیرہ نے تھیدہ گوئی کو معراج کمال پر پہنچا دیا زبان کو صاف کیا لیکن مداحی
نے ان کو غزل گوئی کی طرف توجہ کر سکی بہت کم فرصت دی -

چھٹی صدی کے آخر کا وہ زمانہ تھا جس میں شاعری کا تیسرا دور آخری پیمبر پیدا ہوا
یعنی سعدی شخص ایک عجیب و باغ خدا کے یہاں سے لایا تھا جس کے اندر مختلف طاقتیں
اور نہایت زبردست طاقتیں مجتمع تھیں -

وہ زاہدوں میں سچا زاہر و زہدین مت رند - منبر و بیاض و بیخ و طیب اور مخلصوں

میں لطیف و ظریف شاعر تھا اس کے ایک ہاتھ میں آئینہ شریعت تھا اور دوسرے ہاتھ میں سندان عشق وہ کہتا ہی اور سچ کہتا ہی۔

در کئے جام شریعت در کف سندان عشق ہر ہوسنا کے نڈاند جام سندان ختن
اسکی جدت پسند ماغ نے غزل گوئی کی اسی پرانی لکیر کو حسین عشق مجازی کی کیفیت
ہوتی تھی پدیا پسند کیا۔ اس نے ایک نئی شاہراہ نکالی تو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز
اور بال سے بھی زیادہ باریک تھی یعنی اس نے مجاز و حقیقت دونوں کو باہم منطبق کر دیا اور
ظاہری عشق میں تصوف اور درویشی کا نمک ملا دیا جس سے اس کے دیوان کا نام نمکدان
قرار پایا۔

وہ معشوق مجازی کے رخساروں کے آئینوں میں شاہ حقی کی جھلک دکھاتا ہی اور پیر
و خال لب و دناں سے اس کے ازلی صفات کا نقشہ کھینچتا ہی۔ عارفین و کالمین کو زندہ
اور میخوار کی بھیس میں جلوہ گر کرتا ہی اور دف و چنگ کے پردے میں غیبی واردات اُھونفا
رموز کے نغمے گاتا ہی۔

اُس کا یہ رنگ دنیا کو استعد پر پیدا اور اتنا مقبول عام ہوا کہ بلا امتنا تمام شعراء
نے اُسی کی پیروی شروع کی امیر خسرو اور امیر حسن دہلوی خواجہ کرمانی۔
کمال جندی اور سلمان ساوجی وغیرہ غرض جقدر شعراء شیخ کے بعد ہوئے

امیر خسرو دہلوی مشہور شاعر ہیں متوفی ۷۴۸ھ۔ امیر حسن دہلوی بھی۔ امیر خسرو کے دوست تھے انھوں نے ۷۴۸ھ میں
وفات پائی۔ کمال جندی ایک صوفی شاعر تھے تبریزی سکونت اختیار کر لی تھی ۷۴۸ھ میں وفات پائی۔

سب سے اسی کی شاہراہ اہمیت کی۔ اور اسی کے قدم قدم چلنا شروع کیا۔ امیر خسرو کہتے ہیں کہ

خسرو مست اندر ساعہ معنی برکت شیرہ از مخمناہ مستی کہ در شیراز بود

لیکن جو نگیشیخ نے ایجاد کیا تھاس میں کوئی برابری نہ کر سکا تھا گو اس کے پیروں میں امیر خسرو سب سے آگے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخ کے کلام کو ان کا کلام نہیں پہنچ سکتا امیر خسرو کے اشعار میں سادگی۔ دل آویزی اور گہری سبائیت سہی لیکن نہ استقدر جتنی کہ شیخ کے کلام میں ہیں۔

شیخ کی وفات کے تقریباً نصف صدی بعد خواجہ حافظ کی شاعری کا زمانہ آیا۔ جنہوں نے اس کے لگائے ہوئے چمن کو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا کہ وہ جنت کا نمونہ بن گیا اور اس کے پودھوں کی شاخوں کو آسمان تک پہنچا دیا۔

ہمارے سامنے اس وقت ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے تمام بڑے بڑے شعرا کے دیوان رکھے ہوئے ہیں جب ہم ان کو پڑھتے ہیں اور پھر خواجہ کے دیوان کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے حقیقت میں کہ تان کلا رک کا یہ کہنا نہایت صحیح ہے کہ ”خواجہ ایک ایسے شاعر ہیں جن کا موازنہ دنیا کے کسی شاعر کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔“

امیر خسرو خواجہ جو سلطان کمال خجندی ان لوگوں کا کمال اسی وقت تک نظر آتا ہے جب تک کہ خواجہ حافظ کے مقابلہ میں نہ لائے جائیں۔

خواجہ کے کلام کا ان لوگوں کے کلام کے ساتھ موازنہ نہ کرنا دراصل خواجہ کی بہت کم

اور تختہ پر۔ اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم دوسرے شعراء کے کلام کو اچھا نہیں سمجھتے اور ان پر عیب گیری کرتے ہیں۔

ما عیب کس بزمی و مستی نئی کینم
لعل تباں خوشست نے خشکوارم
لیکن یہ ایک واقعہ ہے جس کے بیان کرنے پر ہم مجبور ہیں چاندکی روشنی نہایت دلفریب
ہی لیکن اسی وقت تک جب تک کہ سوچ نہ ہو۔

سلمان سادھی اور کمال خجندی خواجہ کے کمال کے ہی قائل تھے اور دونوں اپنی اچھی
اچھی غزلوں کو خواجہ کے پاس ملاحظہ کے لیے بھیجا کرتے تھے کمال خجندی نے ایک مرتبہ نیز غزل
جو انکو بہت پسند تھی خواجہ کے پاس بھیجی۔

گفت یار از غیر ما پوشان نظر گفتم بچشم	داں گئے دزدیدہ در ما منکر گفتم بچشم
گفت اگر سر دریا بان غم خواہی نہاد	تنگان را مردہ از ما بر گفتم بچشم
گفت اگر بانی نشان پائے ما بر خاک راہ	بر نشان آنجا بد منہا گھر گفتم بچشم
گفت اگر دہشت خشک از دم ہوزن آہ	باز میازش چوں شمع از لریہ تر گفتم بچشم
گفت اگر برستم آب خواہی ز دیاشک	ہم ہتر گانت برو بآں خاک در گفتم بچشم
گفت اگر گردی شبے از روئے چوں ماہم	تا سحر کابل ستارہ بر شمر گفتم بچشم

گفت اگر داری خیال در وصل ما کمال

قہراں دریا بہ پیا سر بسر گفتم بچشم

خواجہ نے اس مصرعہ ”تنگان را مردہ از ما بر گفتم بچشم“ کو بہت پسند فرمایا اور عرض فرمایا

اب ذرا خواجہ کا دیوان اٹھا کر دیکھیے بہت تلاش کرنیے شاید اس میں ایسی کوئی غزل
ملے گی جو اس سے اونچے درجہ کی نہ ہو۔

انغرض اصلی غزل کی ایجاد شیخ نے کی۔ اور اس کی تکمیل خواجہ پر ہو گئی۔ شیخ کا قول ہے۔
زلطف لفظ شکر بارگفتہ سعدی شدم غلام ہمت شاعران شیرازی
خواجہ بھی شیخ کی استاد کی تسلیم کرتے ہیں۔
استاد غزل سعدی ست و ہمہ کس اما دار و سخن حافظ ز سخن خواجو

خواجہ نے ابتداء میں خواجہ کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس موقع پر اسی کی
شکرگزاری کرتے ہیں ورنہ خواجہ کا دیوان موجود ہے۔ انتخاب و انتخاب کر کے اس کے بہتر
سے بہتر شعرا ہوں ان کو خواجہ کے معمولی اشعار سے ملا کر دیکھیے کچھ حقیقت نہیں رکھتے
سعدی کے بعد غزل گوئی میں اگر کوئی پیش کیا جاسکتا ہے تو وہ حافظ ہے اور حافظ کی
غزلوں کے مقابلہ میں اگر کسی کی غزلیں لائی جاسکتی ہیں تو سعدی کی فارسی غزل گوئی
کے ہی دونوں بڑے رکن ہیں۔ ایک موجود ہے دوسرا اس کو درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے
ابھی شیرازی کہتا ہے۔

عقل و فہم شاعران عجربیرت آوزند سعدی مخبر بیان حافظ سحر آفرین
اگرچہ ہم اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک شاعر کی شعر گوئی کی اصلی کیفیت
اسی وقت معلوم ہوتی ہے جب اس کا دیوان مطالعہ کیا جائے۔ مگر اس موقع پر ہم سعدی
اور حافظ کے بعض ہم مضمون اشعار اس لیے پیش کرتے ہیں تاکہ کچھ ان کے انداز

اسلوب بیان کا اندازہ ہو سکے۔

حافظ نے کہیں تو سعدی کے بعض مصرعہ بجنسہ لیلے ہیں اور اسی اپنا مصرعہ لگا کر شعر کو قطرہ سے موتی بنا دیا اور کہیں دونوں کو توار دہو گیا ہے۔

سعدی بدم گفتی نخر سدم عفاک لندنگفتی سگم خواندی خوشنوم جزا لندکر م کردی
حافظ بدم گفتی نخر سدم عفاک لندنگفتی جواب تلخ میسر بلب لعل شکر خارا

شیخ کے دونوں مصرعوں میں ایک ہی بات تھی خواجہ نے پہلا مصرعہ بجنسہ لیلیا اور اُس پر اپنا دوسرا مصرعہ لگا کر شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا

سعدی جزایں قدر توں گفت بجال تو عیب کہ مہربانی از اں طبع دوخنے آید
حافظ جزایں قدر توں گفت بجال تو عیب کہ خال مہر وفا نیست روئے زیبارا

شیخ نے یاکے جال میں یہ عیب نکالا کہ اسکی طبیعت میں مہربانی نہیں ہے۔ لیکن جال سے حسن ظاہری مراد ہے اور طبیعت کی مہربانی ایک باطنی چیز ہے۔ خواجہ نے اس نکتہ کو کو محسوس کر لیا اور اسی باطنی صفت کو بھی انھوں نے ظاہری شکل میں لا کر یوں کہا کہ اس خوبصورت چہرے پر مہر و وفا کامل نہیں ہے۔

سعدی اے کہ منعم کنی از عشق و ملامت گوی تو نبود می من این جام محبت خرم
حافظ منعم کنی از عشق وے اے مقی ہا معدود امت کہ تو اور اندید ہ

شیخ کہتا ہے کہ عشق سے مجھے روکنا اور ملامت کرنا فضول ہے کیوں کہ جام عشق میں نے ازل اقلیں پایا ہے اور شیت ازل ہی یہ تھی خواجہ کہتے ہیں کہ اے مفتی زمانہ تو جو مجھے عشق سے

منع کرتا ہوں تو میں تجھے معذور سمجھتا ہوں کیونکہ تو نے اس حسن کو دیکھا ہی نہیں یہ مضمون نہالی
فصل کے مطابق اور دل نشیں ہے۔

سعدی من از کجا و تمنائے وصل تو نہ کجا اگر چہ آب حیات ہاں خود جستم
حافظ تو از کجا و امید وصال دز کجا بدانش نہ سوت ہر گدا حافظ
شیخ کہتا ہے کہ تیس وصل کی کیونکر تمنا کر سکتا ہوں۔ اگرچہ تو آب حیات ہی لیکن میرے لیے
مہلک ہے۔ دونوں مصرعوں کا جوڑ کچھ ٹھیک ملا نہیں بخلاف اس کے خواجہ کہتے ہیں کہ حفظ
تو کہاں در اس کے وصل کی امید کہاں تو ایک فقیر ہی اور وہ بادشاہ ہے۔ ہر فقیر کا ہاتھ اس
دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔

سعدی اگرچہ خاطر تباہ کر کے پیوند ہا دارد مبادا ہن وصل ساعت کہ جن باتو پیوندم
حافظ اگر بر جاکن غیرے گزیند و حاکم است مرا روزی مبادا آن دم کہ بیاید تو بنشینم
شیخ کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تیرا دل دوسروں سے ملا ہوا ہے لیکن خدا نہ کرے کہ مجھ پر وہ
زمانہ آئے کہ میں تیرے سوا دوسرے سے دل لگاؤں۔ خواجہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے میرے
دوست کسی دوسرے کو پسند کر لے تو وہ حاکم ہے۔ اس کو اختیار ہے مگر خدا نہ کرے کہ میرے
اوپر وہ وقت آئے کہ میں اس کی یاد چھوڑ بیٹھوں۔ خواجہ کے شعر میں، "حاکم دوست" کا کلمہ
بڑا پایا ہے۔

سعدی آن خاست زندان نہ روپ پیشان کہ دل ہاں نظر بردہ کہ تسریت غدا
حافظ لطیفہ ایست نہالی کہ عشق از خویند کہ نام آن نہ لب لعل و خطہ نگار است

مضمون دونوں ایک ہی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معشوقوں کے زلف لب اور خال خط
پر اہل نظر عاشق نہیں ہوتے بلکہ ان کو انہیں کسی اور چیز کی جھلک نظر آتی ہے جس پر وہ فریقتہ ہوتے
ہیں۔ مگر دونوں کا طرز بیان الگ الگ ہے۔ سعدی نے صاف صاف اس کو کہہ دیا کہ
”سرسیت خدائی“ حافظ نے کنایہ میں کہا کہ ”لطیفہ اسیت نہانی“ وہی شراب ہے مگر حافظ نے اسکو
نور کے دامن میں چھاندی ہے۔

سعدی یارب آشنا رہمت وہ سلامت چند آنکہ باز بیند دیدار آشنا
حافظ کشتی شکستگانیم اسے باد شریکیم آں باد آشنا
رہمت اور سلامتی مانگنے کے لیے قید مصیبت کا بیان کر دینا بھی ضروری تھا۔
خواجہ نے ظاہر کیا کہ ہم کشتی شکستہ ہیں۔ خواجہ نے اپنے اس شعر کا مضمون راصل خواجہ
علیہ السلام انصاریؒ متوفی ۸۰۷ھ کے اس شعر سے لیا ہے۔
کشتی شکستہ جہت کزج باز ماندہ تانفخ صور جود آمرزش خدا را
مگر یہ مضمون محض صوفیانہ تھا خواجہ نے اس کو اپنے رنگ کا بنالیا۔

انسان کے آخری فیصلہ کی کیفیت کو جبکہ وہ طے کرتا ہے کہ یا جان دیدوں گا یا
مقصد حاصل کروں گا نظامی نے اپنے بہادرانہ بچے میں اس طرح ادا کیا ہے۔
من آں گہ عنان باز پیچم ز راہ کہ یا سرود ہم یا ستانم کلاہ
میں راستہ سے اسوقت اپنی گام پھیروں گا کہ یا سرود ہم یا ستانم کلاہ
سعدی نے عاشقانہ انداز میں یوں کہا۔

تاجہ خواہد کرد با من در گیتی زین دو کار دست او در گردنم یا خون من بر گزشت
 دیکھا چاہیے کہ زندگی گردش دونوں کا نہیں گونا گونا گویا کرتی ہے اس کے ہمیری گزشت پر نہیں چڑھنا چاہیے
 حافظ کہتے ہیں۔

اوجو خم تشنہ و من لبش تا چوں شود کام بتا نم از دیا داد بتا نذر من
 وہ میرے خون کا پیاسا ہوا میں اس کے ہونکا دیکھا چاہیے کیا ہوتا ہے میں اس کا مطلب کل نا ہو چکا تھا
 سعدی کے شعر میں یہ کمی تھی کہ انھوں نے پہلے مصرعہ میں اپنے مطلب اور کوشش کی کوئی
 کیفیت نہیں بیان کی حافظ نے ایک حد تک اس کمی کو پورا کیا۔ لیکن اب تک انہیں سے کسی
 میں یہ خوبی نہیں ملتی تھی کہ وہ ضرب المثل بتا خواجہ نے دوسرے شعر میں اسی مضمون کو
 نہایت خوبی کے ساتھ اس طرح ادا کیا۔

دست از طلب نامم تا کام من آید یا جاں رسد بجاناں یا جارتن بر آید
 اب ہر طرح یہ مضمون مکمل ہو گیا۔ اور مذاق عام کی روح میں حلول کر جانے کی قابلیت
 اس میں پیدا ہو گئی چنانچہ یہ ضرب المثل ہو گیا الغرض سعدی اور حافظ کے طرز ادا میں بے انتہا
 فرق ہے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں۔

سعدی عمر باد پیہ مقصود بجاں گردیدیم دوست در خانہ و ماگر دہاں گے دیدیم
 حافظ سالما دل طلب جام از ما میگرد انچہ خود داشت ز یگانہ تمنّا میگرد

سعدی بیجا صلت ارا اوقات زندگانی الادمیکہ یاری باہمے گذارد

حافظ	اوقات خوش اس بود که با دوست	باقی ہمہ سجا صلی و بے شرمی بود
سعدی	فریاد و ستاں بہر از دست دشمن است	فریاد سعدی از دل نامہرمان دست
حافظ	من از بیگانگان ہرگز نہ نام	کہ با من اینچہ کرد آں آشنا کرد

سعدی	بندہ ام گر بلف میخوانی	چاکرم گر بقتہ میرانی
حافظ	اگر بلف بخوانی مزید لطافت	وگر بقتہ برانی درون ماصافت

سعدی	عروس ملک نکور وے دختر تریے	دفا نمی کند این بہت مہر باداماد
حافظ	مجدوستی عہد از جہان بہت نہاد	کہ ایں عجوزہ عروس ہزار دامادوست

سعدی	بتماشائے درخت چمنش جلالت پست	آنکہ در خانہ چو تو سرور وانیے ارد
حافظ	مراد خانہ سروے بہت کاندہ رسیا	فراغ از سروستان دگلہاے چین دایم

سعدی	از روطہ ما خبر ندارد	آسودہ کہ بر کنار دریا بہت
حافظ	شب تاریک و نیم سوخ گدازے خنیرائل	کجا دانند حال ما سبکداران باہلما

سعدی	نہ من خام طبع عشق تو میوزنم بس	کہ چو من سوختہ و خیل تو بیایے بہت
------	--------------------------------	-----------------------------------

حافظا زمین آں گل عارض غزل سرایم پس کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارا نند
 سعدی فارسی غزل کا پیغمبر ہے۔ اسلوب بیان کا بادشاہ ہے۔ اسکی گلستاں کی شکر کے
 ایک ایک فقرے دوسرے شعراء کے ایک ایک دیوان پر بھاری ہیں لیکن یہاں دیکھیے
 معنوی خوبیوں میں لفظوں کی شیرینی اور فصاحت میں طرز ادا اور اسلوب بیان کی جدت اور
 لطافت میں حافظ کقدر اس سے بلند ہے!!

مولانا حالی لکھتے ہیں

”جن اصول پر شیخ نے غزل کی بنیاد رکھی تھی اسکے بعد اکثر متغزلین نے وہی اصول
 اختیار کیے کیوں کہ انکے بغیر غزل کا سرسبز ہونا نہایت دشوار تھا۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ تمام
 ایران ترکستان اور ہندوستان میں ایک آگ سی لگ گئی ہر موزوں طبع نے غزل کہنی
 اختیار کی اور غزل گوئیوں کی تعداد حساب اور شمار سے بڑھ گئی۔ از انجملہ بعض اکابر
 کی غزل نے شیخ سے بھی زیادہ شہرت اور رواج پایا۔ علی الخصوص حافظ شیرازی کی غزل نے
 اپنا وہ سکہ جہا کہ مذکورہ بالا ملکوں میں جو لوگ شعر کا مذاق رکھتے تھے یا فقرہ درویشی کی چاشنی
 سے یا خبر تھے یا راگ راگنی سے آشنا تھے یا شراب کباب کا چکار رکھتے تھے یا عاشق مزاج
 اور عشق دوست تھے سب جان دل سے اس پر قربان ہو گئے۔ رقص سرود کی مٹھلوں میں
 حال و قال کی مجلسوں میں قہوہ خانوں اور شراب خانوں میں شعراء کی صحبتوں میں مشایخ
 حلقوں میں درو دیوار سے لسان الغیب ہی کی آواز آنے لگی۔“

کلام کا نمونہ

فارسی کی تمام شاعری کا اگر انتخاب کیا جائے تو اچھے اور عمدہ اشعار اتنے نہ نکل سکیں گے جتنے صرف دیوان حافظ میں نیکھیں گے دیوان حافظ کے تمام اشعار شروع سے آخر تک (سوائے اخلاقی غزلوں کے) بے مثل اور لا جواب ہیں۔

انچہ ابیات بلندست کہ از طبعش نداد
انتخابیت دیوان سخن بخش ازل
ولیم جونس کہتا ہے کہ، "حافظ کا دیوان اس چمن سے مشابہ ہے جس میں انسان اگر ایک پھول کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے تو دوسرے پھول کی رنگت اور تازگی دیکھ کر اسکو توڑنے کو جی پڑتا ہے۔ اور جب اسکی طرف لیکتا ہے تو تیسرے کی شگفتگی اور خوبصورتی سفارش کرتی ہے کہ مجھکو توڑو۔ گلچیں میں میسر بہوت رہتا ہے کہ اسکو توڑے اور کسکو نہ توڑے۔"

یہ ممکن ہے کہ اپنی اپنی طبیعت کے مذاق کے مطابق کسی کو ایک غزل دوسری سے زیادہ پسند آئے لیکن بحیثیت نفس شاعری کے دیوان حافظ کا انتخاب نہیں ہی سکتا بہت سے لوگوں نے انتخابات کیے ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ ایک نے جو غزلیں پسند کی ہیں دوسرے نے وہی منتخب کی ہیں۔

ہم کو اس انتخاب پر ایک واقعہ یاد آئیگی سال کا عرصہ ہوا ایک دفعہ ہم قنوج سے گزرے دل نے کہا اکثر یہاں سے عطر منگواتے ہیں کارخانے والے جیسا چاہتے ہیں اٹھا کر بھیجتے ہیں اب تو یہاں آہی گئے ہیں لاؤ ایک دن کے لیے ٹھہرائیں اور خود کارخانہ میں چلکر بنی

پسند کے موافق دوستوں کے لیے عطری کچھ شیشیاں خریدیں۔ ٹھر گئے۔ شام کے وقت ایک ٹبے کا رخانے میں پہنچے۔ وہاں جانے کے ساتھ ہی۔ اسقدر خوشبو دماغ میں لگی کہ اچھا اور برا پہچانتا تو درکنار کیوڑے اور گلاب میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔ آخر کار خانہ والوں نے جو شیشی اٹھا کر دیدی وہی لیلی۔

دیوان حافظ دیکھتے وقت بھی قوت انتخاب دماغ سے بالکل جاتی رہتی ہے۔ تمام تذکرہ نویس اس سے انتخاب کر نیکو بے ادبی سمجھتے ہیں ہم اس موقع پر بلا انتخاب چند غزلیں جو ہمارے ملک کے لوگوں میں عام طور پر مشہور ہیں درج کرتے ہیں۔

الایا ایہا اساقی اور کاسا ونا ولسا	کہ عشق آسانغ واول وافتادہ نکلسا
بے سجادہ نگین کن گرت پیڑ مغال گوید	کہ سالک بخیر بند و زراہ و سہم منرلسا
مرا در منزل جانچ من ویشن جوں ہر دم	جس فریاد بردار و کہ بر بندہ نکلسا
شب تاریک ویم موج و گرداب جنس ہل	کجا دانند حال لبسکساران سا حلما
ہوئے نافہ کا خضر سبازاں طرہ بکشايد	ز تاب شکندیش چرخوں افتاد در ولسا
ہمہ کارم ز خود کامی بنامی کشید آخر	نہاں کے ماندان ائے کرو سنا زید مخملسا

حضور کی گویا بھی خواہی ازوغائب شو حافظ

متے معلق من تمہو سے دغ الدنیا و اہلسا

دل میر و فوتم صاحب دلاں خدا را	درواکہ راز نہاں خواہند شد آشکارا
دور و نہ مہر گردوں افسانہ است فہول	نیکی بجائے یاراں فرصت شمارا

کشتی شکستگانیم اے باد شرط بر خیز
 باشد کہ با ہمینیم آن یار آشنارا
 ۲ و رعلقہ گل دل خوش خواند و تن بلبل
 مات الصبوح و حیوایا ایہا السکارا
 اے صاحب کرامت تیکر لہ مملکت
 روزے تفقہ سے کن رویش بے نوارا
 آسائش دو گیتی تفسیر اس دو حضرت
 باد و ستاں تلطف باد شمنال مدارا
 در کوئے نیک نامی مارا گذرند
 گر توئے پسندی تفسیر کن قصارا
 آئینہ سکندر جام حمیت بنگر
 تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا
 ہنگام تنگدستی و عیش کوش و مستی
 کیں کمیاسہمتی قاروں کند گدارا
 گر مطرب خیال اس پارسی بخواند
 در قصہ و حالت آرد پیران پارسارا

حافظ بخود پوشید این خرقہ مے آلود

اے شیخ پاکدامن معذور دارا

اگر ترک شیرازی بدست اربو دل مارا
 بخیال ہندوش خنجم سمرقند و بخارا
 بدہ ساتی مے باقی کہ در جنت اڑی فیتا
 کنار آب کناباد و گل کشت مصلہ را
 فغان کیں لولیان شمع و شیریں دہر تہر
 چنان بر دند صبر زول کہ ترکا خان غمارا
 ز عشق تا نام با جمال یار استغنی است
 آب و رنگ و خال خطا چہ حاجت کے زیبارا
 من از احسن و زافزون کہ یوسف و یوسف
 کہ عشق از پردہ عصمت بد آرد لیخارا
 حدیث از مطرب مے گو دراز دہر کتر جو
 کہ کس مکن شود و دکنشاید حکمت اس معمارا
 نصیحت گوش کن جانان کہ از جادوئیست
 جوانان سعادت مند پند پیر و انار را

بدم گفتی و خرمندم غفلک اندک گو گفتی جواب تلخ منیر سید لب لعل شکر خارا

غزل گفتی و در سقمتی سیا و خوش بخوان حافظ

کہ بر نظم تو افتاد فلک عقد ثریا را

صبا بدلف بگو آں غزال رعنا را کہ سر بکوه و بیابان تو دادہ مارا

شکر فروش کہ عمرش در از باد چرا تفقدے نکلند طوطے شکر خارا

غز و حسن اجازت مگر نہ دادے گل کہ پستے بکئی عنذ لب شیدا را

بحسن خلق تو اں کرد صید اہل نظر بہ بند دام گیرند مرغ دانا را

چو با حبیب نشینی و بادہ پیائی بیا و آں حرلیاں باد سپا را

نہ دامن از چہ سبب نگاشتائی نیت سہی قدان سیہ شیم ماہ سیارا

جہاں قدر تو اں گفت رہا تو عیب کہ خال مہر و فانیست یونے سیارا

در آسمان چہ عجب گز گفتمہ حافظ

سای زہرہ برقص آورد سیارا

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند چناں نامد و چنین نیمخواہد ماند

من ارچہ در نظر مایہ خاک ارشدم رقیب نیز چنین محترم نخواہد ماند

عنیتے شمارے شمع وصل پروانہ کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

سروش عالم غیم بشارتے خوش داد کہ بردر کرمش کس نثرم نخواہد ماند

بریں رواق زہرہ نوشتہ اند بزر کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

چه چای شکر و شکایت نقش نیکی
که نقش مهر و نشان ستم نخواهد ماند

ز مهر بانی جان طبع مبرحافظ

که کس همیشه گرفتار غم نخواهد ماند

غلام نرگس مست تو تا جدا راند	خراب باد لعل تو بهوشیار راند
ترا صبا و مرا آب دیده شد غماز	و گرنه عاشق و مشوق را زوار راند
گذار کن چو صبا بر نقشه زانو بین	که از نطاول زلفت چه سوگووار راند
رقیب و رگد زوش ازین مکن نخوت	که ساکنان در دوست خاکسار راند
نصیب بارت بهشت ای خدایان	که مستحق کرامت گناهکار راند
نه من بران گل عارض غزل سیرایم	که عند لیب تو از هر طرف هزار راند
تو دستگیر شوی خضر چرخه من	پیاده میروم و همراهم سوار راند
بیا بمیکده و چهره ارغوانی کن	مرو لب و موه کاجا سیاه کار راند

خلاص حافظ از ازل زلف تابدار راند

که بستان کند تو رستگار راند

نه هر چه برافروخت دلبری داند	نه هر که آینه سازد و کند دی داند
نه هر که طرف کله کج نهاد و نداشت	کلاه داری و آئین سروری داند
نه از نکته باریک تر ز مو انجاست	نه هر که ستر تراشد قلندر داند
در آب دیده خود غرقه ام چه چاره کنم	که در محیط نه هر کس شنای داند

بیا ختم دل دیوانہ و نداشتم کہ آدمی بچہ شیوہ پری داند
 وفائے عہد نکو باشد اریا موزی و گرنہ ہر کہ تو بینی شکرے داند
 تو بندگی چو گدایان بشرط ضرور کن کہ خواجہ خود روش بندہ پرور داند
 ز شعر دلکش حافظ کسے شود آگاہ

کہ لطف طبع و سخن گفتن در پی داند

داعطاف کیں جلوہ بر جراب منبری کنند چوں بخلوت میروند آکار و گیر میکنند
 مشکے دارم زدانشمند مجلس باز پرس تو بہ فرمایاں چرا خود تو بہ کمتر میکنند
 گویا باد ز نیدارند روز و دوری کیں ہمہ قلب بخل و رکارد اور میکنند
 بندہ پیر خراباتم کہ درویشان او گنج را از بے نیازی خاک بر میکنند
 اے گدائے خائفہ باز کہ در دیر غافل سے دہند آب و لہار تو انور میکنند
 حسن پیہ بیان و چند آنکہ عاشق تمیکشد ز مہرہ دیگر عشق از غیب ہر بر میکنند
 خانہ خالی کن دلاتا منزل جانان شود کیں ہوسنا کاں ل و جان جاو گیر میکنند
 آہ آہ از دست قہر افان گوہر ناشناس ہر زمان خرمہ را باد بر بارے کنند
 بر دریا عشق اے ملک تسبیح گوے کاند آ بجا طہنت آدم مخمرے کنند

۳ صبح دم از عرش سے آمد و شے عقل گفت

قدسیاں گوئی کہ شعر حافظ از برے کنند

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان غم مخور کلبہ احزاں شود روزے گلستان غم مخور

اسے دل غمیدہ حالت بہ شود و دل بکن
دو گر دوں گرد و روزے ہمارا مانگت
ہاں مٹو نو میاں چن اقصائی ز اسیر غیب
ہر کہ سرگرداں عالم گشت غم خواہے نیت
دربیا باں گرشوق کعبہ خواہی قدم
گرچہ منزل بس خطرناکت مقصد ناپید
حافظا کنج فقر و خلوت شہائے تار

تا بود دردت عاودتیں آں غم مخور

مطرب خشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
با صمنچوں بعتے خوش نشین بخلوتے
ساتی سیم ساق من نیست سیم بیار پیش
برزیا کے خوری گرنہ مدام سے خوری
شاہد دلربائے من میکنہ از برائے من
نقش نگار روزنگہ بو تازہ بتازہ نو بنو

باد صبا چو بگذری برس کوئے آں ہی

قصہ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بنو

ایں خرقہ کہ من دارم در بہن شراب
دیں دفترے معنی غرق مئے ناب اولے
چوں عمر تہہ کردم چنداکنہ کہ کردم
در کنج خرابائے افتادہ راب اولے

ان سچو تو دلہائے دل بیکسرم آئے کتاب کسٹم با سے زان فہم آئے
 من حال دل ز ابد با خلق بخواہم گفت دین قصہ اگر گویم یا چنگ زبانی
 کتابے سرو پا باشد اوضاع جہاں نیلا دیر ہوس ساقی - در دست شرا بی
 چوں پیر شدی حافظ از میکہ بیرون
 ندی دہن کی - در عمد شباب آئے

خواجہ کے کلام کی مقبولیت

حدیچہ میری اسے سست طبع بر خطا قبول خاطر و لطف سخن خدا دوست
 خواجہ کی غزلیں جس ذوق و شوق کے ساتھ جنوبی ہند میں گائی جاتی ہیں اسی خوش
 خروش کے ساتھ ترکستان کے میدانوں میں انکاراگ گونجتا ہے - اور جس طرح دریائے
 گنگا کے کناروں پر اس کے نغمے اٹھتے ہیں - اسی طرح دریائے ڈیمنیوب کی موجوں
 سے اس کے راگ ٹکراتے ہیں -

گو خواجہ کو گزرے ہوئے آج پانچ سو سال سے زیادہ ہو گئے - لیکن انکی غزلیں اب تک
 ویسی ہی دلکش و دل فریب ہیں جیسی پچیسے تئیں اور اتنی صدیاں گزرنے پر بھی انکی مقبولیت کی
 نوجوئی پر کسی قسم کا بڑا پائین چھایا - کیونکہ ان کی بنیاد فطرتی جذبات پر ہے - ان جذبات
 پر جو ہر قوم - ہر ملک - اور ہر طبقہ کے آدمیوں میں ایکساں پائے جاتے ہیں اسلئے اسکی
 مقبولیت اسکی ہر دلعزیزی میں اسوقت تک فرق نہیں آسکتا جب تک کہ انسان کی فطرت

نہ بدل جائے۔

خاص فارس میں تو اسکی مقبولیت کی کوئی اتہا ہی نہیں ہو بادشاہوں اور امراء کے درباروں۔ فقرا اور درویشوں کے جھگڑوں۔ عوام الناس اور بازاروں کی محفلوں غرض ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگوں میں وہ ایکساں مقبول ہے۔ بچہ بچہ کو سینکڑوں شعرا زبر ہوتے ہیں عورتیں غزلیں کی غزلیں یاد رکھتی ہیں اور گاتی ہیں۔ میڈم لونیس لکھتی ہے۔ کہ فارسی کی ایک کتاب ”گلشنوم نہ نہ“ ہر جس میں وہاں کی عورتوں کے مذاقہ من گھڑت رسم و رواج کے مسئلے لکھے ہوئے ہیں منجملہ انکے ایک یہ بھی ہے۔

” ہر ایک عورت کے لیے یہ لازم ہے کہ طنبورہ بجانا سکے۔ تاکہ اسکے ذریعہ سے طبیعت“
 ”کی افسردگی اور کھٹ کو دور کر سکے۔ اور اسپر حاقظ کی غزلیں گائے اگر اب“
 ”اتفاق ہو کہ طنبورہ کسی گھر میں نہ تو جینی یا لکڑی کے کسی تختہ کو بجائے۔ درگاہ،
 ”اگر یہ بھی نہیں بچلا پنے ہاتھ کیس نہیں گئے تالیاں ہی سی“ ل

ہکو تو تاریخ میں بعض بعض ایسے آدمیوں کے نام بھی ملتے ہیں جنکو خواجہ کا پورا دیوان حفظ تھا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ۔ مولی لاری جو علامہ دوانی کے شاگرد تھے خواجہ حافظ کا پورا دیوان ازبر رکھتے تھے۔
 خواجہ نے پیچ کما ہے۔

سہم نے یہ کتاب بڑی جستجو سے حاصل کی چھوٹا سا رسالہ ہر افسوس ہے کہ شروع سے آخر تک بار بار پڑھا لیکن نقد و جس کو اس صنف نے نقل کیا ہے کیس بھی بکوس کتاب میں نہیں ملا اگر اسیں شعبہ نہیں کہ فارسی عورتیں غزلیں گاتی ہیں۔

۹ حافظ حدیث عشق تو از بکے دلکش است
 شیند کس که از سر غبت زبیرنه کرد
 مگر۔ ع

قدر زنده گرداند قدر جو هر جوهری۔

سب سے زیادہ خواجہ کے کلام کی قدر جس نے کی وہ فارس کے شعراء کا گروہ ہی۔ انھوں نے اس کے راستہ میں خلوص اور عقیدت مندی کا فرش بچھایا اسپر میں جتنا کہ چول سٹے اعزاز و احترام کے صدر پر اس کو بٹھایا اور اس کی پرستش شروع کی ان کی سینکڑوں غزلوں پر تضمینیں کیں۔ انہیں کی روش اختیار کر نیکیے کوشش کی اور انہیں کے قدم بقدم چلنا شروع کیا بابا فغانی۔ صائب۔ نظیری۔ عرفی اور تمام شعراء جو خواجہ کے بعد ہوئے ہیں ان کے دواوین کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک نے اپنے پیش نظر خواجہ ہی کو رکھا ہے اور انہیں کا تتبع کرنا چاہتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بقول خواجہ کے۔
 ۱۰ کیسے منطق حافظ طمع کند در شعر
 بہاں حکایت زرد و زبور یا فہست
 زمیں آسمان کا فرق ہے۔

خواجہ کے کلام کی مقبولیت کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ ہندوستان میں جہاں فارسی زبان بولی نہیں جاتی ہے سینکڑوں شعرائے بطور ضرب المثل کے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ہم اس موقع پر وہ اشعار درج کرتے ہیں جو بہت مشہور ہیں اور اردو لکھنے والے میں عام طور پر لوگ ان کا استعمال کرتے ہیں۔

۱۱ بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر ننگا گوید
 کہ سالک بے خبر نہو ز راہ و رسم نہ لپا ۱۲

۷۲ آسائش دو گیتی تفسیر این در حضرت باد و ستان تملطف : باد و ستان مدارا

۷۳ ز عشق ناتمام ما جال یار مستغنی است باب رنگ خال خند چه حاجت دنیایا

راز و روقی ده ز زندان مست پرس کس حال نیست ز ابد عالی مقام را

۷۴ هرگز نه میرد آنکه دیش زنده شد عشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

۷۵ گرچه بدنامی است نزد عاقلان مانی خواہیم ننگ و نام را

مباش در پیئے آزار و بھر چه خواهی کن کہ در شریعت ما غیر ازین گناہ نیست

۷۶ چو بشنوی سخن اہل دل گو کہ خطاست سخن شناس نئی و لبر اخطا اینجا است

۷۷ دو مجنون گذشت فوہبت ماست ہر کے بخرزد فوہبت ادست

۷۸ پری ہفتہ رخ دیو در کرتہ نو ناز بسوخت عقل ز حیرت کہ این بوی اہمیت

صلحت نیست کہ از پردہ بروی اقتدار
ورنہ دنجاس ندان خبر سے نیست کہ نیست

ہر چہ بہت ز قامت ناساز دے نہ است
ورنہ تشریف تو ببالے کس کوتاہیت

رواق منظر چشم از شیار تست
کرم نما و فردا کہ خانہ خانہ تست

نچو دستی عہد از جہان ست نہاد
کہ ایں عجزہ عروس ہزار داما دست

من از بیگانگان ہر گز نہ نام
کہ با من انچہ کہ آں ہشنا کرد

شاہ آں نیست کہ موئے میاں دارد
سندہ خلعت آں باش کہ آنے دارد

کس نہ از نت کہ منزل گتھہ کہ است
اس قدر بہت کہ بانگ جیتے پڑ

اعضاں کس بلوہ بر مجاہد منہ کنند
چوں بخلوت میرد ناں کہ دیگر کنند

صد مال نہ غیر نہ میتوان خرید
خوباں و بریں معاملہ قصیر می کنند

فیض روح القدس از بازمد و فرماید دیگران هم بکنند آنچه میسایم کرد

عیبی جمله گیتی هوش نیز بگو نفی حکمت کن از بر دل عامی چند

نخواه این چنین از سر دلاله خالی اند یکے همی رود و دیگرے همی آید

سرخد که عارف سالک کین گفت در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

حافظ و طیفه تو دعا گفتن است پس در بند این بباش که نشیند یا شنید

آنانکه خاک را بنظر گمیا کنند آیا بود که گوشه پرشمی با کنند

بریں رواق ز بر جد نوشته اند بزر که جز نکوی اهل کرم نخواهد ماند

جنگ هفتاد و دو ملت همه را عدد زنبه چون ندیدند حقیقت ره افسانه زدند

آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعه فال بنام من دیوانه زدند

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید یا جان رسد بجانان یا جان تن بر آید

ما قصه کند رود دارا نخوانده ایم از ما بخاکایت مهر و وفا پیرس

رموز مملکت خوش خسرواں دانند گدائے گوشه نشینی تو حافظا مخروش

نگو منت که همه سال سے پرتی کن سه ماه میخورد نه ماه پارسا بکاش

در پس آئینه طوطی صفقم داشته اند آنچه استاد ازل گفت بهماں میگویم

یا زیاراں چشم یاری داشتیم خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم

اسپ تازی شده بجمع بزیر بالان طوق زریں همه در گردن خر می نمیم

برو این ام بر مرغ دیگر نه که عفتار بلندست آشیانه

باب کوثر و زمزم سفید نتوان کرد گلیم بخت کس ار که یافتند سیاه

تیکہ بر جائے بزرگانِ توانِ دیگر
مگر اسبابِ بزرگی ہمہ آمادہ کنی

در رہ منزلِ یسے کہ خطرناک ہے
شرطِ اول قدمِ آنت کہ مجنوںِ باشی

گر مسلمانِ پیمنت کہ حافظ دارد
آہ اگر از پسِ امروز بود فردائے
یہ اشعار جس موقع پر لکھنے یا بولنے میں آجاتے ہیں موتی کی طرح چمکتے ہیں اور کلام
کا لطف ایک سے دس گنا ہو جاتا ہے

خواجہ کے سینکڑوں مضمون اردو شعرا نے اردو زبان میں نقل کئے ہیں مگر غالب نے ہم
موقع پر اس قسم کے چند شعور بطور مثال کے لکھتے ہیں۔

خواجہ منکھ ملول کشتے از نفسِ فرشتگان
قل و مقالِ عالمے میکشم از برائے تو
غالب ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک تھی سپند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں

خواجہ بخدا کہ شکم آید کہ نظر کنم بر دیش
کہ نظرو بیغ باشد بخشن لطیف رویے
غالب تکلف بر طرفِ نظارگی میں ہی سہی
وہ دیکھا جائے کہ یہ حکم دیکھا جاوے مجھے

خواجہ جامِ جہاں ناست خمیرِ نیر دوست
اظهارِ اقبال خود آنجا چہ حاجت
غالب جامِ جہاں ناہوشنشاہ کا خمیر
سو گند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

خواجه ارباب عالم و زبان سوال نیست
در حضرت کریم تنها چہ حاجت است
سیرک کریم ہو تجھے دینا ہو بے طلب دیک
فقیر مہوں پر نہیں عادت سوال مجھے

خواجه امین تقویٰ مایز دا نیم
لیکن چہ چارہ با بخت گمراہ گمراہ
ناب جاتا ہوں ثواب طاعت زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

خواجه میخوہست گل کہ دہمہ از نگاہ بوی دست
از غیشِ نباشش سودا ہاں گرفت
سودا چین نیل نے جو گل دعوے جلا کیا
صبا نے مارتا چہ منہ اسکا لال کیا
مگر ان سب اشعار خواجه کے اشعار سے جو نسبت ہو ظاہر ہے۔

خواجه کے کلام کی نسبت رائیں

خواجه کی زندگی ہی میں ان کا کلام بے نظیر تسلیم کر لیا گیا اور لوگ ان کو لمہ صوفی خیال کرنے لگے مولانا جامی جنکی ولادت خواجه کی وفات کے پچیس ہی سال بعد ہوئی ہے۔ اور جو فارسی شاعری کے ایک کن خیال کیے جاتے ہیں۔ انکو لسان الغیب اور ترجمان الاسرار کا لقب دیتے ہیں کیونکہ ان کی زبان سے حقیقی عرفان کے راز اور صوفیانہ اسرار اس طرح صفائی اور بے ساختگی کے ساتھ نکلتے ہیں کہ گویا غیب سے انفا ہو رہے ہیں۔

مولانا جامی کے علاوہ تمام شعراء فارس خواجہ کے کلام کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ کا خیال کرنا بھی بے ادبی سمجھتے ہیں۔ صائب فارسی نزل گوئی کا چوتھا رکن اور آخری استاد تسلیم کیا گیا ہے اس نے خواجہ کی غزل پر غزل لکھی قطع میں ا طرح عذرا خواہی کرتا ہے۔
 رواست صائب الکفایت از ہدو کو متبع غزل خواجہ گرچہ بے ادبی است
 اے صائب اگر دوسے سے نہ تو خواجہ کی غزل پر غزل لکھنی جائز ہو اگرچہ یہ بھی بے ادبی ہے۔
 سلیم طہرانی لکھتا ہے۔

سلیم متبع نظم خواجہ حافظ باش کز شمش بوش بود و شراب شیرازی
 اے سلیم خواجہ حافظ کے اشعار کا معتقد رہے کیونکہ شیرازی شراب میں نشہ زیادہ تھا اور
 مغرور شاہ عرفی جو تمام شعراء فارس کو اپنے نزدیک میں سمجھتا ہے۔ پناہیہ قصیدہ گوئیوں
 کے بادشاہ حسان العجم خاقانی کے متعلق کہتا ہے۔

زمانہ میں کہ مرا جلوہ داد تا از رشک بدخما۔ اپن از مرگ مومت خاقانی
 دیکھ جب سے زمانہ نے مجھ کو شہرت دی رشک کے داغوں سے مرے لیے بھی خاقانی ہیں اٹھا۔
 ظہیر فاریابی کا مذاق اڑاتا ہے۔

از ان ز دست نہ رہے خود بھی ناظم کہ بر ظہیر ازین شیوہ سچ درکشاد
 میں اس لیے اپنے کلمات سے نا لایوں کہ ظہیر ہر اس فن کا کوئی مردار نہ نہیں کھلا گیا
 انوری جو کہ فارسی شاعری کے تینوں پیغمبروں میں سے ہے۔

در شمر سے کس پیمبر بند فردوسی و انوری و سعدی

اسکے متعلق کہتا ہے۔

تفرج حیکم من از ہر روح ساز دہم نہ انوری نہ فلانی دہنہ بہانی
جو خوشی کہ میں روح کے لئے تیار کرتا ہوں وہ نہ انوری تیار کر سکتا ہے نہ کوئی اور انور بہانی
ہندوستان غریب ایک شاعر اب تک پیدا کیا ہے۔ یعنی خسرو اسکو بھی وہ اپنا
زلہ خوار بنانا چاہتا ہے۔

ہر روح خسرو ازین فارسی شکر دایم کہ کام طوطی ہندوستان شود شیریں
خسرو کی روح کو اس فارسی سے میں نے شکر دی کہ طوطی ہندوستان کا بھی منہ میا ہو جا
اور تو اور غزل گو یوں کے پیرو مرشد شیخ سعدی جیسے یزنگ کو بھی تو اس نے
نہیں چھوڑا کہتا ہے۔

نازش سعدی بہشت خاک شیریں از چہود گردانستہ کہ گرد و مولد و ما و من
شیرازی ایک مشت خاک پر سعدی کیوں ناز کرتا۔ اگر اسکو یہ نہ معلوم ہوتا کہ وہ میرا مقام اور نگاہ
مگر خواجہ کے سامنے ادب سے سر جھکا دیتا ہے اور سر تسلیم خم کر کے کہنے لگتا ہے۔

بگرہ مقد حافظ کہ کعبہ سخن است در آدمیم بغزم طواف در پرواز

حافظ کے سزار کے ارد گرد جو کہ شاعری کا کعبہ ہے طواف کے ارادہ سے ہم نے اٹھنا شروع کیا
عرفی نکتہ چیں عرفی۔ خود پسند عرفی کا خواجہ کے مرقد پاک کو کعبہ سخن کہنا ایسے

کئی دفتروں سے زیادہ ہے جو ان کی تعریف میں لکھے جائیں

نہ صرف شعر الجملہ ہر طبقہ اور ہر وجہ کے لوگوں نے ہر ملک اور ہر قوم سخن شناسوں نے خواجہ کو کلام

کے حسن پر مح و ثنا کے پھول نثار کیے اور تعریف و توصیف کے نغمے گائے۔
 نہ من براں گل عارض غزل سر نہیں
 کہ عندلیب تو از فن ہزارا نند
 مولانا سودھی فرماتے ہیں۔

”حافظ کا کلام نہایت لطیف اور پاکیزہ ہے وہ آب حیات میں نہایا ہوا ہے اور
 خوبصورتی میں ہستی حور کے برابر ہے۔“

پستان کلا رک مدح سرائی کرتا ہے۔

”فردوسی کی فصیح و بلیغ رزمیہ اور سعدی کی پاکیزہ اخلاقی شاعری بے شک
 ایک اونچے درجہ کی مستحق ہے لیکن حافظ کا کلام اسے بھی بہت زیادہ بلندی کا
 ”حقدا رہی۔“

”اس کے تمام کلام میں ایک جدت کی روح ہے۔ وہ سوائے ان خیالات کے
 ”جن کا صحیح فطرت اقتضا کرتی ہو اور کوئی خیال اپنی شاعری میں نہیں آنے دیتا“
 وہ تصنع اور بناوٹ سے جس سے کلام کی خوبی میں نقص واقع ہو سخت نفرت“

”دکرتا ہے۔“
 ”دنیا کے کسی ملک میں کبھی کوئی ایسا عالی دماغ اور طباع“

شاعر نہیں پیدا ہوا

”جدت جو اہل کمال کا خاصہ ہے۔ اس کے اندر اسقدر ہے کہ لوگ اس کو ملم خیال کرتے ہیں

”اس کے اشعار لطافت - سادگی - غیر مصنوعی شاعرانہ رنگینوں اور زبردستی
 ”جذبات سے لبریز ہیں - گرمی - تہانت - اور زندہ دلی اس کے لفظ لفظ سے“
 ”ٹپکتی ہے - وہ زمانہ کا انقلاب دنیا کی بے ثباتی ریاکاری کا فریب دکھاتا ہے۔“
 ”حلق کی عفت - جوانی کی خوشی مذہب کی دعت اور محبت کی خوبیاں بیان“
 ”کرتا ہے - اس کے اشعار دلکش - بے نظیر اور لاثانی اسلوب بیان رکھتے ہیں“
 ”اسکی غزلیں - ذالت - پست ہمتی - اور خود پسندی سے مبرا ہیں انکا طرز“
 ”ادا ہے انتہا انوکھا ہے - اور وہ مصنوعی ظرافتوں - مشکل بندشوں اور بعید از“
 ”قیاس استعاروں سے پاک صاف ہیں - انہیں سوز بھی ہے اور شوخی بھی تعریف“
 ”بھی ہے اور شکایت بھی جس طرح وہ دلولہ انگیر ہیں اسطرح پر تکنت ہیں - ان کا“
 ”اسلوب بیان بے عیب - دلنشیں اور نہایت بلیغ ہے - کسی شعر سے ایک لفظ“
 ”کا گھٹانا ایک حسن کا کم کر دینا ہے اس کا ہر شعر جادو ہے - زبان صاف سہمی“
 ”شیریں اور خوشگوار ہے۔“

”گر مطرب حلیاں ایس پارسی بخواند در قص و حالت آرد پیران پاراں“
 ”اسکے شعروں کی روانی اور سلاست پڑھنے والے کو خواہ وہ زاہد ہو یا نہ“
 ”مسر کیے بغیر نہیں رسکتی نوجوان ان کو اپنے جوانی کے ایام مزوں میں“
 ”گدھانے کیسے سمجھتا ہے اور گوشہ نشین زاہدان کو عفان کے اسرار کا مرقع“
 ”خیال کر کے دعاؤں کی طرح پڑھتا ہے۔“

چارلس اسٹورٹ لکھتا ہے۔

”حافظ ایران کے تمام شعروں میں فطرتی جذبات کا سب سے زیادہ رازدوں ہے“
 ”اس کا کلام صرف کلام الہی سے کم درجہ کا اور باقی سب سے بہتر خیال کیا جاتا ہے“
 ”وہ سادہ اور لطیف ہے اور تصنع اور خود پسندی سے پاک ہے بعض بعض شعرا میں“
 ”جو غزو و مباحثات کی جھلک نظر آتی ہے مثلاً۔“

”صدمہ از عرش سے آمد خورشید غفلت قدسیاں گوئی کہ شعر حافظ از بے کنند
 میج کو عرش سے ایک شورشائی دے رہتا عقل نے کیا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے حافظ کے اشعار کا ذکر میں
 ”انکو خود پسندی نہیں کہہ سکتے۔ شخص جس کا مذاق صحیح ہے سمجھ سکتا ہے کہ یہ سخن گستر از شویا“
 ”اور شاعرانہ کلیلیں ہیں۔“

مسٹر براؤن سعدی کے متعلق لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”سعدی کی غزلیں نہایت دلچسپ اور دل فریب ہیں اور سوائے اس کے ہم کوئی
 ”حافظ کی غزلوں کے اور کسی سے کم درجہ نہیں کہتیں“

بکنل تعریف کرتا ہے۔

”حافظ زندہ دلی کے ساتھ عشق و محبت کے جذبات بیان کرتا ہے۔ اس کا
 ”فطرتی اور جرستہ کلام دل آویز تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ دنیا کے
 ”علم ادب میں ایک نہایت ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ اسکی خاص سلطنت میں
 ”کوئی اس کا ہمپایہ نہیں ہے۔ اس کے کلام میں گو بے اتہا آزادی اور خوشی“

”یگر گمراہی کا رنگ نہیں لایا تا اس کے خوشی کے ساغیں دھریت کی،“
 ”تخی مطلق نہیں ہے۔ اس پر جسطرح ایشیا شیدا ہے اسی طرح یورپ بھی مقتول ہے۔“
ڈاکٹر گامیل لکھتے ہیں۔

”حافظ کا دماغ روحانی سرزمین میں چکر لگاتا ہے۔ جب ہم اس کے کلام کا
 ”لطف اٹھا رہے ہوں اور اس کی شاعری کے سمندر میں ڈوبے ہوئے
 ”ہوں اس وقت یہ بتانا بہت ہی مشکل ہے کہ آیا وہ موتیں خبی کے تعریف کرتا ہے،
 ”گوشت و خون کی بنی ہوئی ہیں یا روحانی ہیں جن پر ایک اسرار پردہ پڑا ہوا ہے۔“
مسٹر ولسلی کا قول ہے۔

”حافظ کی ان نہایت صاف اور سادہ شیریں اور نرم ریزیوں و مخفی جذبات
 ”اور حقیقی اسرار سے لبریزی۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اس کا وہ بلند اسلوب بیان ہے،
 ”جس کی برابری آج تک کسی سے نہ ہو سکی۔“

الفرض خواجہ کا کلام ایک ہر ابھر اور پھول لہلہا بلبلانگ ہے جو اس کی سیر کرتا ہے اس کے
 دل و دماغ کو فرحت اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے اور جو اس میں آتا ہے اس کی
 خوبیاں دیکھ کر محو ہو جاتا ہے اور بے ساختہ اس کی زبان سے تعریف نکلتی ہے۔
 غزل گفتی و دست پیایا خوش بخوان حافظ کہ نظم تو افشا مذ فلک عقد ثریا را

ہم نے یورپین مصنفین کی رائیں صرف اس لئے نقل کی ہیں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یورپ
 میں خواجہ کے متعلق ادیبوں کے کیا خیالات ہیں۔ اور وہ ان کے کلام پر کتنا قدر ترقی میں

دو خواجہ کے کلام کی مقبولیت اور وقعت ان سب تعریفوں سے بلند تر ہے اور ایشیا
الوں کیلئے نئے کلام کی غفلت اور ان کی شاعری کا کمال ثابت کرنے کے واسطے ان ریلوں
کی ضرورت نہیں ہے۔

گوہر پاک تو ازلیج و شام مستغنی آ
فکر مشاطہ چہ با حسن خدا داد کند
چند روز ہوئے ہماری ملاقات ایک پوربین عالم سے ہوئی اثنائے گفتگو میں
حافظ کا تذکرہ آیا۔ اس نے کہا کہ حافظ تو بہت بڑا شاعر ہے۔ اور یورپ میں اس کی بڑی
قدر کی جاتی ہے۔ ہماری زبان میں متعدد ترجمے اس کے دیوان کے ہوئے ہیں اور انکو
کثرت سے لوگ پڑھتے ہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ ایشیا کے لوگ اسکی قدر نہیں کرتے
ہم نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ یورپ کو اب حافظ کے ساتھ ذوق ہو چلا ہے اور وہاں
کے لوگ اس کی قدر کرنے لگے ہیں اور حافظ کے کلام میں ایسی خوبیاں اور دلچسپیاں
موجود ہیں کہ تمام دنیا اسکی قدر کر لگی مگر آپ کا یہ فرمانا کہ ایشیا کے لوگ اسکی اتنی
قدر نہیں کرتے غلط ہے۔ قدر کیا ایشیا میں تو اس کے کلام کی پرستش ہوتی ہے۔
اے گل تو دوش رخ محبت کشیدہ ماں شقایق تم کہ باد رخ زادہ ایم

اصلیت یہ ہے کہ خواجہ کے کلام کا حسن ایشیا والوں کے لئے بنے قلاب
ہے۔ وہ بے پردہ اس کا جلوہ دیکھتے ہیں مست ہوتے ہیں۔ وجد کرتے ہیں بخلاف
اہل یورپ کے مذاق اور زبان کے اختلاف کا پردہ سچ میں حامل ہے۔ اور وہ ترجمہ
کی عینک سے اس کا نظارہ کرتے ہیں جس سے ایک دھندلی سی تصویر اس کے

حسن کی ان کو نظر آتی ہے۔ مگر باوجود اسکے ان کی ہمت پر آفریں ہے کہ وہ علم پرستی کے ذوق میں سرگرمی سے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔
ہمت مرغ سخنوں کا ہونے کا لکھ نالہ سے زمرہ مقصود ہی تاثیر نہیں

خواجہ کے کلام کا اثر

ارسطو نے شاعری کو بھی منطقی دلائل کی فہرست میں درج کیا ہے یعنی جسطرح مختلف قسم کی دلیلوں سے نتیجے ثابت ہوتے ہیں اور انہیں یہ قدرت ہوتی ہے کہ انسان کو کسی بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیں اسی طرح شاعری میں بھی یہ طاقت ہے۔
شاعری شراب سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے یعنی جسطرح شراب انسان کے دماغ پر اپنا اثر ڈال کر اسکو مدہوش بنا دیتی ہے اسی طرح شاعری بھی اپنا اثر ڈال کر بخود کر دیتی ہے۔

ہر قوم کی شاعری کا ایک اندرونی اثر جو کما ظاہر میں احساس نہیں ہوتا آہستہ آہستہ اس پر ہوتا رہتا ہے اور جس قوم کی شاعری میں جیسے خیالات ہوتے ہیں اس قوم کے اخلاق و عادات میں ویسی تبدیلی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

عربوں کی شاعری بہادری۔ فیاضی۔ خود داری اور ہمان نوازی وغیرہ کے خیالات سے لبریز ہے چنانچہ یہ اوصاف بھی انہیں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں چونکہ فارسی شاعری میں زیادہ تر حسن پرستی کے خیالات ہوتے ہیں اسوجہ سے

لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اسکا اثر ان کے اخلاق پر اچھا نہیں پڑتا خاص کر نوجوانوں کے حق میں یہ نہایت ہی مضر ہے۔

اور خواجہ کا دیوان چونکہ بادۂ شاعری کی روح ہے۔ اس لیے وہ اور بھی زیادہ جلد پر سننے والے کو مست اور متوالا بنا دیتا ہے اور نوجوانوں کا دل و دماغ اس کے برداشت کی مطلق طاقت نہیں رکھتا۔

چنانچہ یہ مشورہ کہ شہنشاہ عالمگیر نے مانعت کر دی تھی کہ کوئی اس کو نہ پڑھے کیونکہ عوام الناس صرف اس کے ظاہری معنی سمجھ کر گمراہ ہوتے ہیں اور اس کے حقیقی مقصد اور صوفیانہ اسرار کی قہقہہ نہیں پہنچ سکتے

مگر اس کے ساتھ ہی جہاں پناہ ایک نسخہ دیوان کا ہر وقت اپنے سر پہنے رکھتے تھے ہمارے ایک ستم خریف دست کا مقولہ ہے کہ فارس کو دستوری نہیں اگر جمہوری سلطنت بھی تجاے لیکن جب تک ہاں دیوان حافظ اور شراب موجود ہے اس وقت تک وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔
بجلاس ملک میں اس قسم کے شعروں کا

حدیث از مطربے گورازدہر کتبجو کس نکشود و نکشاید بجلکت این معمارا
رموز مملکت خویش خسروان دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظ محروق

و نرات چہ چاہو وہاں کے لوگوں میں ذمہ داری برداشت کرنیکی قابلیت کیونکر پیدا ہو سکتی مولانا حالی حیات سعدی میں لکھتے ہیں۔

خواجہ حافظ کی غزل مجالس اور محافل میں سب سے زیادہ گائی جاتی ہے

اداسے مضامین سے اکثر لوگ واقف ہیں۔ وہ ہمیشہ سامعین کو چند باتوں کی ترغیب دیتی ہیں۔ عشقِ حقیقی کے ساتھ عشقِ مجازی اور صورت پرستی و کام جونی کو بھی وہ دین و دنیا کی نعمتوں و فضیلتوں سے افضل بتاتی ہیں۔ مال و دولت علم و ہنر۔ نماز و روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ زہد تقویٰ۔ غرض کہ کسی شے کو نظربازی اور شاہپرستی کے برابر نہیں ٹھراتی وہ عقل و تدبیر۔ مال اندیشی۔ تلکین و وقار۔ ننگ ناموس۔ جاہ و منصب وغیرہ کی ہمیشہ مذمت کرتی ہیں اور آزادگی رسوائی۔ بدنامی۔ بدستی۔ بے سروسامانی وغیرہ کو جو کہ عشق کی بدولت حاصل ہوتا ہے حالتوں سے بہتر ظاہر کرتی ہیں۔ دولت دنیا پر لات مارنا عقل و تدبیر سے کبھی کام نہ لینا۔ توکل و قناعت کے نش میں اپنی ہستی مٹا دینا۔ اور جو ہر انسانیت کو خاک میں ملا دینا۔ دنیا و مافیہا کے زوال و فنا کا ہر وقت تصور باندھے رکھنا۔ علم و حکمت کو لغو و پوچ اور حجابِ اکبر جاننا حقائقِ اشیا میں کبھی غور و فکر نہ کرنا کفایت شعاری اور انتظام کا ہمیشہ دشمن رہنا۔ جو کچھ ہاتھ لگے اسکو فوراً رائیگاں کھو دینا اور اسی طرح کی اور بہت سی باتیں اس سے مستفاد ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام مضامین ایسے ہیں جو ہمیشہ بے فکروں و درنوجوانوں کو بالبطع مرغوب ہوتے ہیں اور کلام کا ساڈا اور عام فہم ہونا اور شاعر کی فصاحت و بلاغت اور مطرب و رقاصہ کی خوش آوازی اور حسن و جمال اور مزامیر کے لیے انکو بے اڑتی ہیں اور انکی تاثیر کو دوس میں

گنا کر دیتی ہے۔ اور جب باوجود ان سب باتوں کے سامعین کو یہ اعتقاد بھی
 کہ اس کلام کے قائل کا برصوفیہ اور شائع کرام ہیں جنکی تمام عمر حقائق اور
 معارف کے بیان کر نہیں گذری ہے اور جن کا شعر شریعت کا لب لباب اور
 طرقت کا رہنما اور عالم لاہوت کی آواز ہے تو یہ مضامین اور بھی دشمن نہ یاد
 ہو جاتے ہیں۔

یہاں تک نقل کر نیسکے بعد یکایک دیدہ خیال کے سامنے خواجہ کی نورانی شکل آگئی جو
 مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

عیبے جلد بگیتی ہر شش نیز گو نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند
 میں نے سوچا کہ شاعری کو عمل کر نیسکے لیے کوئی نہیں پڑھتا بلکہ جذبات کی تیغ
 کو سان پر رکھنے کے لیے اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ شاعری جذبات کی۔ روحانی لطیف
 جذبات کی غذا ہے جس طرح سریلی آواز سے روح کو سرور ہوتا ہے۔ ایسی طرح اچھے اشعار
 سے اسکو بالیدگی ہوتی ہے۔ بعض وقت صرف ایک شعر سے سوج کو ایسا لطف حاصل ہوتا ہے
 جو بدون اس کے ممکن ہی نہ تھا۔ اور خواجہ کی شاعری کی اصلی بنیاد صرف ایک جذبہ پر ہے
 یعنی محبت پر۔ وہ محبت جو دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔ وہ جس سے انسان مجسم
 نور بن جاتا ہے جس سے اس کی پرستش ہونے لگتی ہے۔

اسی محبت کو وہ شراب سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی کی تعریف سے ان کا
 تمام دیوان لبریزی۔ انکا تمام کلام حقیقت عرفان کا پھوٹا اور سلوک و تصوف کی جان

ہی اس میں ہزار ہا بیش قیمت اسرار ہیں خاصکر اہل دل کے لئے تو وہ روحانی شراب ہے وہ اپنی جانِ دل سے فریفتہ ہیں اور نہ صرف مسلمان بلکہ غیر قوم کے لوگ بھی - مہرشی دیوندر ناتھ ٹھاکر جی اپنے معتقدوں کو تاکید کیا کرتے تھے کہ وہ دیوان حافظ کو مطالعہ میں رکھیں اور خود وہ جس زمانہ میں کوہ ہمالیہ میں تپشیا اور ریاضت میں مصروف تھے تو یہی دیوان انکا انیس و ہدم تھا۔

ایسا نفیس کلام جس سے ہر مذہبِ ملت کے برگزیدہ اور پاک باطن لوگ روحانی سرور حاصل کریں۔ اکابرِ مشائخ اور صوفیہ کرام اس کو آبِ حیات سمجھیں۔ شاعر اور ادیب اس پر جانیں۔ اگر سادہ لوحوں پر اس سے اچھا اثر نہ پڑے تو کیا اس کلام کی وقعت میں کچھ بھی نقائص آسکتے ہیں۔ کیا یوسف کے حسن کی قدر اس سے کچھ بھی کم ہو سکتی ہے کہ اس نے زلیخا کو سوا کیا۔

اصلیت یہ ہے کہ غزلیں عام طور پر محض بوالہوسی اور عشقِ مجازی کے جذبہ کو برکھتہ کرتی تھیں لیکن سعدی اور حافظ وغیرہ نے انیس عشقِ حقیقی کی بھی روح پھونکی۔ اور انہی وجدانی کیفیات اور غیبی واردات کو گلِ دبلبل درمے و ساقی کے افسانہ میں ادا کیا تاکہ عوام کو بھی اس سے دلچسپی رہے۔ اور ان کے جذبات پاکیزہ ہوں۔ کیونکہ کمالیہ ہمیشہ تصبیح سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگر ایں
انہوں نے غزل گوئی کو جہاں مہوس پرستی کا ذریعہ تھی۔ روحانی پاکیزگی کا

وسید بنا دیا او بادہ انگور کو شراب مہور کر دیا

مولانا حالی نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ حافظ کی غزلوں کو قوم کیلئے خطرناک خیال کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

”خواجہ حافظ کی غزل کی مہارست اور مزا ولست سے بیشک ابرار و احراز
 کے دلوں میں دنیا کی بے ثباتی اور توکل استغنا و قناعت کا نہایت
 ”پختہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور او باش والو اط کو بے فکری۔ ناقبت اندیشی،
 ”عشق بازی۔ بدنامی و رسوائی کی ترغیب ہوتی ہے اور قوم کی موجودہ حالت
 ”کے لحاظ سے پہلی تاثیر بھی ویسی ہی خانہ برانداز اور خانان سوز ہے جیسی“

”دوسری“

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شاعرانہ جذبات کے مار ڈالنے سے قومیت زندہ ہو
 تی ہے؟ کیا قومی زندگی صرف ایک خشک زندگی کا نام ہے؟ ہم نے خود خواجہ سے اس
 کیا کہ فرمائیے قوم کا مبصر کبھی شاعری کو قومیت کے لیے سم قاتل بتاتا ہے آپ کیسے
 کہتے ہیں خواجہ نے جواب دیا۔

گوئید مر عشق گوئید و مشنویہ شکل حکایتیت کہ تقریرے کند
 حقیقت یہ ہے کہ شاعرانہ جذبات قومیت کے لیے زیور ہیں۔ قومیت خود
 ایک شاعرانہ جذبہ کا نام ہے

ہم نے مانا کہ قوم کے پیٹ کو اس وقت علوم فنون سے جبرنگی ضرورت ہے اور

وہی وغیرہ جو داعی اس لیٹن کی چیریں ہیں آسودہ حالی اور فراغ البالی میں
 اپنی معلوم ہوتی ہیں لیکن کیا موتی محض اس لئے کھائے نہیں جاتے یا مال کر دیئے جائیں
 نہیں انکی قدر کر دیکھو کہ وہ حسینوں کے گلے کی زینت ہیں۔ وہ شاہانہ تاجوں میں
 چمکتے ہیں۔

فائیس

سرخ لکھنے کو تو لکھ دی۔ مگر شب بیز قلم ابھی اس میدان میں قدم بھی رکھنے پایا
 تھا کہ دل نے زور سے اس کی لگام کھینچی اور کہا کہ ہیں!! فائیس! مسلمان کہیں فائیس بھی
 اعتقاد رکھتے ہیں۔

میں۔ ہزاروں آدمی دیوان حافظ میں فائیس دیکھتے ہیں۔ انکو مانتے ہیں پھر حافظ کا
 سوانح نگار اس مقبول عام اور دلچسپ عنوان کو کیونکر چھوڑ سکتا ہو۔

دل۔ کوئی عقیدہ رکھا کرے تمہیں اس سے کیا۔ کیا تم جانتے نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم یسے شخص میں جنہوں نے نجومیوں کو جھٹلایا۔ اور فرمایا کذب النجوم
 وروپ النجوم۔ (خدا کی قسم نجومی جھوٹے ہیں) ابلا سوچو تو سہی کہ غیب کی بات بھی

کوئی بتا سکتا ہو قرآن شریف میں ہے۔ وعندہ مفاتیح الغیب لایعلمہا

ہاں وہ (اللہ کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اس کے سوا کوئی انکو نہیں جانتا) مسلمانوں

کو ممانعت کی گئی ہے۔ کہ وہ فال اور شگون نہ لیا کریں۔ تمہیں معلوم نہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ

نہیں مسلمانوں کی ایک علامت یہ بھی بتانی ہو کہ وہم کلا تیطیرون (وہ تنگنوں نہیں لیتے)

میں۔ مگر میں تو ادبی دچسپی کے خیال سے لکھنا چاہتا ہوں مجھ سے پہلے کئی مصنفوں نے اسی عنوان پر کتابیں لکھی ہیں میں ہی اس بدعت کی بنیاد نہیں ڈالتا۔

دل۔ غلطی کتنے ہی آدمیوں سے ہو چھ بھی وہ غلطی ہے۔ رہی ادبی دچسپی۔ سو جو لوگ کچھ عقیدے کے ہیں وہ اس کا کب خیال رکھیں گے تمہاری تو ادبی دچسپی ہوگی اور وہاں عقیدے بگڑ جائیں گے۔ غ
کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

میں۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں عوام کے خیال سے خواص کو بھی جو عقل و فہم رکھتے ہیں اس لطف سے محروم رکھوں مجھے کسی کے عقیدہ سے کیا واسطہ اپنے کام سے کام ہے۔ تاریخ نویسی کے قانون کے مطابق اس موقع پر مجھے فرض ہے کہ اس عنوان پر کچھ ضرور لکھوں۔

دل۔ لوگوں کے عقیدے کو خراب کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ اور سراسر خلاف شرع ہے میں۔ اچھا لاؤ خود ویران حافظ میں دیکھیں۔ خواجہ بھی اس کو خلاف شرع بتاتے ہیں یا نہیں۔

دل۔ ہیں بخلاف شرع باتوں پر اصرار کرنا سخت گناہ ہے۔

میں - خرد یکھنے میں کیا ہیج ہر دیوان کھوتے
ہی یہ شعر نظر پڑا -

بیانا وصف ندان سانگ چنگیہ شمیم کہ ساز شمع زین فناء بقیان نخواستہ

آدم رندوں کے جھگڑے میں چنگ بکا کر شراب پس کیونکہ شریعت کا باجان باتوں سے بے سر انہیں جانیگا

دل - یہ بھی ایک اتفاق کی بات ہے - اسکی پیروی کرنی ہرگز مناسب نہیں ہے
قرآن میں اللہ تعالیٰ کے کہتا ہے - الشعراء متبعهم الغاؤون (شاعروں کی
پیروی وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہوتے ہیں) -

میں - اب تو بفتوائے حافظ میں ضرور لکھوں گا -

دل - نہیں نہیں ہرگز نہیں کیا فائدہ محنت بھی کرواد گنہگار بھی بنو -

میں - ہر کام کی سزا و جزائیت کے مطابق ہوتی ہے -

دل - یہ مانا لیکن قصہ ایسا کوئی کام کرنا جس سے خلقت خدا تو ہم پرستی میں
بتلا ہو جائے بہت بڑا گناہ ہے اور ایسا شخص شیطان ہے -

میں - اچھا آپ جبریل بنے بیٹھے رہیے اور اب مجھے لکھنے دیجئے -

چل رہے خاتمہ بسم اللہ

اسلام سے پیشتر دنیا کی تمام قوموں میں فال اور شگون لینے کا رواج

تھا - اہل روم بھی جو اس زمانہ میں تمدن اور ترقی میں بلند ترین درجہ رکھتے تھے اس میں
بتلاتے تھے - اور وہ بھی جاہل عربوں کی طرح چڑیوں کے اڑنے سے اور انکی آواز سے شگون

لیتے تھے۔ بہت سے لوگ اس غرض کے لیے بخیموں اور کابھنوں کے پاس جاتے تھے۔

عام عیسائی قوموں میں کتاب مقدس سے بھی فال نکالنے کا رواج تھا اور چونکہ ہومر کی ایڈ اور اڈیسہ دونوں کتابیں بھی اینین پیج مقبول تھیں وہ لوگ ان سے بھی فالیں نکالا کرتے تھے انکی خوش اعتقاد سیانتک بڑھکئی تھی کہ بڑے بڑے حلقے ذی طبیب لا علاج مریضوں کے سر ہانے ہر رات کو ایک ایک حصہ ایڈ کا رکھواتے تھے اور اس کی برکت سے شفا کی امید رکھتے تھے۔

اسلام کے نور نے جہاں تمام توہم پرستی کی ظلمتوں کو مٹا دیا وہاں فال اور شگون کے مشغلہ کو بھی بے حقیقت کر دیا۔ مگر انسان میں جہاں بہت سی کمزوریاں ہیں وہاں ایک یہ بھی کمزوری اس کے اندر ہے کہ وہ اپنے آئندہ حالات کے جاننے کا بڑا شائق ہوتا ہے۔ خاص کر جب وہ کوئی ارادہ یا کام کرتا ہے تو اس کے انجام اور نتیجے کے دریافت کرنیکا ہر وقت اس کو خیال رہتا ہے۔ اور گو وہ کیسا ہی پختہ عقیدہ کا ہو اور اس بات پر کامل یقین رکھتا ہو کہ غیب کا علم کسی مخلوق کو ہو نہیں سکتا مگر جب اپنے متعلق کسی شے کوئی کو سنتا ہے تو ضرور دیکھ چکی لیتا ہے۔ چنانچہ ابھی اسلام کو دو صدیاں بھی گزرنے پائیں تھیں کہ خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں ہندوستان کے جوتشی پہونچے اور انکی وجہ سے عربوں کو پھر فال شگون اور اچھی بری ساعت دیکھنے کا چہکا پڑ گیا اور رفتہ رفتہ یہ بیماری تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی۔

خا صکر فارس میں استخارہ فال۔ اور شگون وغیرہ کا سبب ہی زیادہ رواج تھا سعدی
اور حافظ کے کلام میں جا بجا اس کا ذکر ہے بعض شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حافظ
خود بھی فال نکالا کرتے تھے۔ مثلاً

از غم و درد کمن نالہ و فریاد کہ دوش زردہ ام فالے و فریاد سے آئے

مذہبجان ثنبت فرقت یا ر آخر شد ز دم این فال دگدشت اختر و کار اختر
بہت سے لوگ قرآن سے فال نکالتے تھے۔ بعضوں نے یہ سوچا کہ قرآن کا جو
اس سے بلند ہے اور اس سے فالیں نکالنی بے ادبی ہے۔ مولانا روم کی مثنوی اور
شیخ سعدی کی بوستان کو اس کام کیلئے منتخب کیا۔ مگر دیوان حافظ سب سے زیادہ
موزون خیال کیا گیا

اسکی وجہ یہ ہے کہ خواجہ کی مثنوی عری کو انسان کے عام معاملات سے بہت زیادہ
تعلق ہے۔ کیونکہ انھوں نے روزمرہ کے واقعات مشاہدات اور پیش نظر چیزوں سے
شاعرانہ خیالات اخذ کیے ہیں۔ اسلئے جو سوالات انسانی معاملات کے متعلق
کیئے جاتے ہیں انکے جواب میں اکثر مناسب اشعار نکل آتے ہیں۔

علاوہ بریں چونکہ انکے اشعار عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا پہلو رکھتے ہیں
اس لیے ان کے معانی میں بہت بڑی وسعت ہوتی ہے۔ اور طرح طرح کی تاویلوں کی
گنجائش نکل سکتی ہے۔ اور فال، کھنسنے والا ہیر پھیر کے اپنی منشا کے مطابق ان میں

معنی پہناسکتا ہے

ایک بات یہ بھی ہے کہ خواجہ کے اشعار بے نظیر ہیں۔ اور جب کسی سوال کے جواب میں انکا کوئی شعر نکلتا ہے تو اپنے انوکھے طرز بیان سے دل میں کھب جاتا ہے۔ اور فال کی دھپسی کو بڑھاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی خواجہ چونکہ بہت بڑے صوفی اور ولی اللہ تھے اور ان کے کلام پر صوفیانہ تقدس کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس لیے عوام الناس انکے روحانی تصرف کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ خواجہ کا معتقد خاص پنڈت خوشگو کہتا ہے کہ میں نے سوچا کہ کیا وجہ ہے کہ خواجہ سے جس بات کا سوال کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب نہایت ٹھیک دیدیتے ہیں۔ اسکے لیے بھی میں نے دیوان میں دیکھا مجکو یہ شعر ملا

معجز است این شعر یا سحر حلال ہاتھ آرد ایں سخن یا جبرئیل

میں سمجھ گیا کہ بے شک خواجہ کی شاعری میں کوئی غیبی آواز شامل ہے۔

الغرض ان تمام وجوہات سے دیوان حافظ میں پوری قابلیت اس بات کی موجود

تھی کہ لوگ اس سے تفاعل کریں۔ نظیری۔ نیشاپوری کہتا ہے۔

حسب حال خود کس از مجموعہ بے نخواست حافظ شیراز را دیوان فرخ قال کو

چنانچہ لوگوں نے کثرت کے ساتھ اس سے تفاعل کرنا شروع کیا۔ اور

بہت سے لوگوں نے ان فالوں کو کتب کی شکل میں جمع کیا حاجی خلیفہ

اکشف الظنون میں لکھتا ہے کہ ”محمد بن شیخ محمد ہرودی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں

خواجہ حافظ کے لسان الغیب ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ اور انکے دیوان کی بہت سی فائلیں جو مناسب موقع کی واقع ہوئی ہیں۔ اس میں جمع کی ہیں، پھر آگے لکھتا ہے کہ، مولانا حسین کفوی متوفی سنہ ۷۳۵ھ نے بھی اسی قسم کی ایک کتاب ترکی زبان میں لکھی ہے۔ اس کی ابتدا یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب خواجہ کا انتقال ہوا تو بعض علمائے ائمہ جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کیا۔ شاہ منصور بھی جنازے میں شریک تھا۔ اس نے سبب دریافت کیا ان لوگوں نے جواب دیا کہ حافظ ملحد تھا۔ اور محد کے جنازے کی نماز جائز نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا ثبوت ہے انھوں نے کہا کہ دیوان منگایا جائے تو ہم احوال ثابت کر سکتے ہیں دیوان آیا کھولتے ہی یہ شعر نکلا۔

اقدام درین مدار جنازہ حافظ کہ گر چہ غرق گناہست میر و ہشت

حافظ کے جنازہ سے قدم نہ روکے کیونکہ وہ اگرچہ گناہ میں غرق ہی لیکن بہت جہاں ہے اس تا یہ غیبی کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے اور بلا چون و چرا جنازہ کی نماز ادا کی اسی دن سے خواجہ کا نام لسان الغیب رکھا گیا اور لوگ انکے دیوان سے تفاؤل کرنے لگے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے۔ اولاً اس لیے کہ خواجہ کا دیوان انکی وفات کے بعد ترتیب دیا گیا ہے۔ ثانیاً محمد گندام جس نے دیوان کو مدون کیا ہے۔ خواجہ کو بڑے بڑے القاب سے یاد کرتا ہے لیکن لسان الغیب نہیں کہتا نیز احمد بن محمد یحییٰ متخلص بہ فصیح اپنی کتاب محل فصیحی میں جس میں ابتدائے آفرینش سے اپنے

زمانہ ۱۲۵۵ھ یعنی خواجہ کی وفات کے نصف صدی بعد تک کے واقعات لکھے ہیں اور خواجہ حافظ کا بھی حال لکھا ہے۔ انکو مولانا نے اعظم افتخار الافاضل لکھتا ہے لیکن زبان الغیب نہیں کہتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک اس نام سے وہ مشہور نہ تھے مگر یہ روایت بے بنیاد نہیں ہے۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ خواجہ نے باوجود اسکے کہ وہ حضرت بہار الدین نقشبندؒ کے مرید اور خود بہت بڑے مفسر و فقیہ تھے عام مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف جو وحدت شہودی کے قائل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو خالق اور متفرد اور تمام موجودات کو مخلوق اور اس سے الگ مانتے ہیں صوفیاء نہ اندازیں وحدت وجود کی طرف میلان ظاہر کیا یہاں تک بھی خیرت تھی کیونکہ مولانا روم نے بھی منصور کی حمایت کی تھی اور اسوجہ سے لوگ ان خیالات سے کچھ کچھ آشنا ہو چکے تھے مگر انھوں نے ایک شعر میں امام شافعیؒ پر بھی حملہ کر دیا

علاج برسر دار این نکته خوش سزاید از شافعی پیر سید امثال این سائل
منصورہ پر کیا عمدہ بات کہتا ہے کہ شافعی سے اس قسم کے مسئلے نہ پوچھو

فقہ اسی بات پر اعتراض کرتے تھے۔ اور بھی وجہ تھی کہ انھوں نے جنازہ کی ناظرین سے انکار کیا۔ تذکرہ تلحج الافکار کا مصنف لکھتا ہے کہ شاہ منصور چونکہ خواجہ کا بہت بڑا معتقد تھا اس نے کہا کہ اچھا انکی غزلوں کے مسودے منگا کر دیکھے جائیں چنانچہ پہلے اسی شعر پر نظر پڑی۔

قدم درینخ مدار از جنازہ حافظ کہ گرچہ غرق گناہست میرود بہشت

اس موقع پر اس شعر کا نکلنا ایک بدیہی کرامت تھی۔ معترض دم بخود ہو گئے اور جناب کی نازاوا لگی۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہو سکا خواجہ کو لسان الغیب اور ترجمان الاسرار کا خطاب سب سے پہلے مولانا جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں جو ۸۷۷ھ میں لکھی گئی ہے دیا ہے۔ مگر اس لیے نہیں کہ وہ غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔ کیونکہ مولانا جامی نے خود ہی اپنی دوسری کتاب بہارستان میں جو ۹۲۷ھ میں انھوں نے لکھی ہے لسان الغیب کے نقب کی طرح تیشیح کی ہے کہ حافظ کے اشعار بلا تکلف اس صفائی کے ساتھ ان کی زبان سے نکلتے ہیں کہ گویا عالم غیب سے القا ہو رہے ہیں۔

مگر مولانا آزاد بلگرامی کی جو فتاویٰ کے معاملہ میں نہایت خوش اعتقاد ہیں اس معنی سے تسلی نہیں ہوتی وہ کہتے ہیں کہ خواجہ کے لسان الغیب کہنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ وہ غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں چنانچہ وہ خواجہ کی تعریف میں کہتے ہیں۔

مرداں ز خاک ہم خبر آسماں دہند فال کلام حافظ شیراز کن سخا
فال نکالنے کے مختلف طریقے ہیں۔ صاف اور آسان طریقہ یہ ہے کہ مسلمان ہو
نور و دہر ہر خواجہ کی روح کو ثواب بخشے اور مسلمان نہ تو ان کے لیے دعا کرے
پھر دیوان کھوے، دائیں صفحہ کے پہلے شعر کو جواب سمجھنا چاہیے اگر جواب کو سوال
سے مناسبت نہ ہو تو دوبارہ دیکھے اگر اکیسے بھی نہ ملے تو سہ بارہ دیکھے اگر
پھر بھی نہ ملے تو سمجھنا چاہیے کہ خواجہ اس وقت کسی مصلحت سے جواب

دینا پسند نہیں کرتے پھر زیادہ تنگ نہ کرے بعض لوگ شعر معین کر لیتے ہیں کہ جو صفحہ
 نکلے اس کے فلاں شعر میں ہمارے سوال کا جواب ملے دیوان کھولنے پر جو صفحہ
 نکلتا ہے اس میں شعر دیکھ کر کوئی شعر دیکھ لیتے ہیں اگر جواب نہیں ہے تو دوبارہ سہارا
 دیکھتے ہیں۔

دیوان کے ایک قلمی نسخہ میں فال نکالنے کا طریقہ درج ہے اور اسکو محمد گلندام کی
 طرف منسوب کیا ہے۔

م	م	ک	ط	ر	ک	ی	ب	خ	ا	د	د	ا	و	ن
ا	ر	ی	ا	ح	ل	ی	ف	ر	ن	ر	ز	ب	ز	
ع	ب	م	ج	ی	ش	م	ا	ی	ا	ن	س	ا	ا	
و	ط	ن	ک	م	م	ن	ی	ا	د	ا	م	ر	ر	
ن	د	ر	ہ	ی	ن	م	ی	د	و	ا	ا	ر	ر	
د	و	و	ک	ز	ر	ی	ت	ل	و	و	ا	ل	ت	
م	ر	ع	ک	ج	ر	خ	م	ی	و	خ	ر	ن	و	
ن	ن	خ	ر	پ	ب	د	ک	ا	ا	ا	ی	ی	ت	
د	خ	ن	ا	ی	ن	ن	و	ب	ا	و	ت	ن	ل	
ش	ن	س	م	و	ا	ل	ب	ک	ہ	ر	د	ن	ع	
س	ت	یش	ر	خ	ی	ا	م	ب	ک	ا	ب	ن	خ	
ا	ر	ت	ر	ا	د	خ	و	ا	و	ی	س	د	ی	
ت	ہ	ن	ر	ا	ر	ی	م	ط	خ	ب	ہ	م	ا	
ب	ہ	ل	د	ی	ر	ب	ب	ا	م	ن	ب	ی	و	
ر	ح	پ	ی	ن	و	ی	ش	م	م	ف	و	ن	م	

جس شخص کو فال نکالنی ہو وہ پہلے شاخ نبات کا نام تین بار لیکر ان خانوں میں سے کسی خانہ پر انگلی رکھ دے اس خانہ کے حرف کو چھوڑ کر آگے سے شروع کرے اور ہر نوں حرف لیتا ہوا چلا جائے۔ اگر نقشہ ختم ہو جائے تو شروع۔ اسی طرح شمار کرتا ہوا اور نوں حرف لیتا ہوا اس حرف تک پہنچے جس پر انگلی رکھنے حروف حاصل ہوں انکو ترتیب وار لکھنا چاہیے ان حروف سے جو مرتب ہو گا وہی مقصود ہوگا۔

مثلاً ہم نے خانہ ۵۵ پر انگلی رکھی اس میں سشس ہی اسکو چھوڑ کر آگے۔ شمار کرنا شروع کیا۔ آخر نقشہ تک اس قدر حروف نکلے۔

ا د ر م ب ک ف ط

اب شروع نقشے سے خانہ ۵۵ تک شمار کیا تو یہ حروف اور نکلے۔

ح ا ل ع ا ک ر م د د ک ن د د ا م ن ش

اب پہلے حروف کے ساتھ انکو مل کر ترتیب وار لکھا۔

ا د ر م ب ک ف ط ا ل ع ا ک ر م د د ک ن د د ا م ن ش

ان سے یہ مصرع بنا۔

ا د ر م ب ک ف ط ا ل ع ا ک ر م د د ک ن د د ا م ن ش

اسیں تو ایسی تبدیل کر دی تو یہ مصرع ہو گیا۔ اور اسی کو فال سمجھنا چاہیے۔

ط ا ل ع ا ک ر م د د ک ن د د ا م ن ش ا د ر م ب ک ف

یہ حافظ کی ایک غزل کے مطلع کا پہلا مصرعہ ہے۔ دوسرا مصرعہ یہ ہے۔

گر بکشم زہے طرب رکشہ زہے شرف

ای طرح کا ایک اور طریقہ فال نکالنے کا سنہ ۱۹۷۱ء کی ایک جنتی راحت التقویٰ میں

ہم نے دیکھا وہ لکھتا ہے کہ جو شخص اپنے مطلب کی فال دیکھنا چاہے وہ بصدق دل
پھسے یہ شاعری سے

انچہ از سر غیب گوید راز ہست دیوان حافظ شیراز

حسب حال من شکستہ وزار انچہ دانی بروے کار برار

بعد خدا کا نام لیکر ذیل کے کسی خانہ پر انگلی رکھے۔

م	د	ب	د	پ	ک	س	ر	ہ	و	ی	ل	ش	ا	ن
ی	ا	ک	ب	ن	و	س	ہ	و	د	چ	ل	م	ج	پ
ی	ط	ا	ن	ی	ن	ا	ب	ش	ن	ل	ک	ا	ب	ت
ل	ک	ت	و	ک	ر	ر	ک	ی	ل	ا	و	ب	ب	ی
ت	ہ	ک	م	س	ہ	ش	ح	ہ	ک	و	و	ا	ا	ر

جس خانہ پر انگلی اس کا حرف لکھلے۔ پھر اس خانہ سے تین خانہ گن کر چھوڑے

اور چوتھے خانہ کا حرف لکھ لے۔ جب نقشہ تمام ہو جائے تو شروع کے خانہ سے ابتدا

کرے اور اسی طرح تین خانے چھوڑتے ہوئے اور چوتھے خانہ کا حرف لیتے ہوئے

اس خانہ تک پہنچے جس پر انگلی رکھی تھی۔ اب جبکہ حروف حاصل ہوئے ہیں ان سب کو

ترتیب دار لکھ کر جوڑے جو مصرع حاصل ہوا سکوفال غنی سمجھے مثلاً ہم نے خانہ ہ پرانگلی رکھی
اور مطابق طریقہ مذکور کھل کیا تو یہ حروف آمد ہوئے۔

ب ر ا ی د و ر ی ن ف ا ل ا ل ب ت ہ ک ا م
ان حروف سے یہ مصرع بنا۔

برایہ دریں فال البتہ کام

فال نکالنے کے یہ دونوں طریقے ہم نے صرف اس لئے لکھے تاکہ معلوم ہو سکے
کہ حافظ کی فالوں کے ساتھ لوگوں کو کس قدر گھری و پھری ہے۔ اور کیا کیا نیزنگیاں اسکے متعلق
سوچی گئی ہیں۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ اس قسم کے تاریک ادہام کا لکھنا محض کاغذ اور
سیاہی کا خراب کرنا اور ناظرین کو ایک غیر مفید الجھن میں ڈالنا ہے۔

ہندوستان کے پاوشا ہوئیں ہمایوں اور جہانگیر فالوں کے بڑے
معتقد تھے اور زیادہ تر دیوان حافظ سے تفاؤل کیا کرتے تھے ایک نسخہ دیوان حافظ
کا جو ہمایوں اور جہانگیر کے پاس بھی رہا ہے اب بالکل پورے کتب خانہ میں موجود ہے
ان دونوں شہنشاہوں نے اپنی کئی فالوں کی یادداشت جو انھوں نے دیوان سے
نکالی تھیں مع سند تواریخ کے اس کے حاشیہ پر اپنے قلم سے لکھی ہیں۔

ہم مولوی عبدالمقتدر صاحب کے خاص طور پر شکر گزار ہیں جنہوں نے نہایت جستجو
اور تحقیق کے ساتھ تواریخ سے مطابقت دیکر ان کی تفصیل دریافت کی اور خوش اسلوبی
کے ساتھ انکو لکھا۔

ہمایوں نے شیرشاہ کے مقابلہ میں اپنے خود غرض بہائیوں مرزا کا مران
اور مرزا عسکری کو اپنے ہمراہ متحد کر نیلے لیے بڑی کوشش کی لیکن وہ
یوسف کے بھائی نکلے انھوں نے اسکی بات نہ مانی اور اس سے الگ رہے
آخر شیرشاہ نے ۹۶۲ء میں ہمایوں کو شکست فاش دی اور وہ مجبوراً
ہندوستان سے بھاگ کر فارس میں شاہ طہماسپ کے یہاں پناہ گزین ہوا۔
۹۶۱ء جب وہاں سے فوج لیکر پھر ہندوستان پر چڑھائی کا ارادہ کیا
اسوقت دیوان حافظ میں فال دیکھی یہ شعر نکلا۔

غزیر مصر بر غم برادران غیور ز قعر چاہ بر آبدواج ماہ رسید
عزیز مصر اپنے بھائیوں کا منشا کے خلاف کنویں کی پستی سے نکل کر چاند کی بند پی بھینچا
پہلی لڑائی قندھار میں ہوئی جس میں مرزا عسکری گرفتار ہوا دوسری کابل
میں جس میں کامران نے شکست کھائی پھر ہندوستان کی طرف بڑھا اسوقت بھی
فال دیکھی یہ جواب ملا۔

دولت از مرغ ہمایوں طلب تلاء نالکہ بازار غ و زغن شہر دولت نبود
مرغ ہمایوں (بہار) کے سایہ میں دولت حاصل کر چیل اور کوٹے کے پاس دھکے کھینچتے
آخرد و ایک مقابلہ کے بعد ۹۶۲ء میں دہلی کے تخت پر اگر بیٹھ گیا۔
تھوڑے عرصہ کے بعد عا ولی نے صوبہ بہار سے لیکر چوہدری تک اپنا قبضہ
جالیلا اور خود مختاری کا علم بلند کیا سلطان محمد خاں صوبہ دار بنگالہ نے اسپر

افج کشی کی مگر عاوی نے ہیمنوں کی مدد سے اس کو شکست دیدی ہمایوں نے یہ کیفیت دیکھ کر خود اس کی گوشمالی کا ارادہ کیا۔ اس وقت دیوان حافظ میں بھی خل دیکھی کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ شعر نکلا

نظر برقعہ توفیق و مین دولت شہادت
بدہ کام دل حافظ کہ فال اختیار نہ

بادشاہ کے دولتمے عروج و توفیق الہی کی فال نکلتی ہے حافظ کے دل کا مقصد پورا کر کے کہ اس خوش قسمتی کی مالک ہے

ہمایوں نے اس فال پر جو یادداشت لکھی ہے اس میں لکھتا ہے کہ ”اے اللہ چوں فتح ولایت شمرتی و مبارزان اس دیا رہا مگر دگار شود نذر خوبی بخواجه لسان الغیب فرستادہ شود“ اس سے اس کی کمال عقیدت کا پتہ ملتا ہے۔

جہانگیر بھی اس سے کم متعقد نہ تھا۔ وہ لکھتا ہے ”در بسیار سے از مطالب دیوان خواجہ رجوع نمودہ ام و کسب اتفاق انچہ برآمدہ نتیجہ مطابق بہاں بحشیدہ و کم است کہ تخلف نمودہ“

جہانگیر نے شہنشاہ اکبر کی آخری عمر میں مینوشی بہت زیادہ کر دی تھی اسوجہ سے اکبر اس سے رنجیدہ رہتا تھا اس کے ساتھ ہی اسے ابو الفضل جیسے لائق وزیر کو قتل کر دیا۔ اس سے اس کے غصہ کی آگ اور بھڑک گئی جہانگیر انہیں وجوہات سے الہ آباد میں رہتا تھا۔

سن ۱۶۱۷ء میں اکبر زیادہ بیمار ہوا دربار کے بڑے بڑے امراء و راجہ مان سنگ و خان اعظم وغیرہ اس جوڑ توڑ میں لگے کہ خسرو ولی عہد

ہو اور جہانگیر نہو۔ اکبر کے کان جہانگیر کی طرف سے بھرنے شروع کیے جہانگیر کو بھی ان باتوں کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں وہ بہت پریشان تھا کہ کیا کرے اگر جائے تو جان کا خوف اور اگر نہ جائے تو خسرو کا میاں ہو جائے آخر اس نے دیوان میں فال دیکھی مندرجہ ذیل غزل نکلی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا حافظ نے یہ غزل صرف اسی موقعہ کے لیے لکھی تھی۔

چرا نہ در پیئے غم دیا خود با شتم	چرا نہ خاک کھن پایا خود با شتم
غم غریبی و غربت چو بر نہی تا بم	بشہر خود روم و شہر بار خود با شتم
زجرمان سر اردوہ وصال شوم	زبندگان خداوندگار خود با شتم
بہیشہ پیشہ من عاشقی درندی بود	کنوں بکوشم و مشغول کار خود با شتم
چو کار عمر نہ پیدا است بار ایں او	کہ روز واقعه پیش نگار خود با شتم

بود کہ لطف ازل رہیمو نہو حافظ

وگر نہ تا با بشہر مسار خود با شتم

یہ فال دیکھتے ہی کشتی میں سوار ہو کر سیدھا اگرہ پھونچا مان سنگہ نے شاہ محل کا دروازہ بند کر لیا کہ اسکو اکبر تک نہ پھونچنے دے لیکن کسی ذریعہ سے انکو جہانگیر کے آنیکی خبر ہو گئی۔ اپنے پاس بلا یا لگا ہیں ملتے ہی تمام گذشتہ بخشیں مٹ گئیں۔ محبت پدری نے مرنیوالی والی ہڈیوں میں دلولہ انگیز روح پھونک دی اٹھکر بیٹے کو سینے سے لگایا پیشانی چومی سر پر بوسہ دیا اسکے بعد شمشیر خسروی

عنایت کی تلخ شاہی اس کے سر پر کما اور برسر دربار اپنا ولی عہد مقرر کیا۔
 جہانگیر لکھنؤ سے ”ہم سعادت خدمت درضا جوئی۔ و حاضر بودن در واقعہ انگیز
 دست داد ہم دولت موردی روزی گشت کہ بعینہ مضمون اس غزل بود“
 حکیم ابوالفتح گیلانی کا بیٹا حکیم فتح اللہ خسرو کے طرفداروں میں سے
 تھا۔ جو دن رات اس فکر میں رہتے تھے کہ جہانگیر کو کسی طرح قتل کر کے خسرو کو قید خانہ
 سے نکال کر اس کی جگہ تخت پر بٹھالیں۔ قاسم علی نے جبکہ جہانگیر نے دیانت خان
 کا خطاب دیا تھا اور اس کی خیر خواہی اور وفاداری پر اعتماد رکھتا تھا۔ جہانگیر کو حکیم
 فتح اللہ سے ارادہ سے مطلع کیا۔ جہانگیر نے حکیم موصوف کو طلب کیا اور پوچھا۔ اس نے
 قسم کھائی اور کہا کہ میں ہرگز خسرو کا حمایتی نہیں ہوں۔ مگر اس کے تھوڑے ہی دن بعد اس کا
 راز کھل گیا اور وہ گرفتار کیا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ جہانگیر اپنی تخت نشینی کے دوسرے سال
 کابل سے لاہور کو آ رہا تھا۔ راستہ میں مقام سرخاب میں قیام کیا وہاں کسی
 جاسوس نے اس کو خبر پچائی کہ حکیم فتح اللہ۔ نور الدین (پسر غیاث الدین)
 اور سرحد (پسر اعتماد الدولہ) اور بھی کئی ایک اسی قسم کے لوگ پانسو آدمیوں
 کے ساتھ اس نواح میں اس گھات میں لگے ہوئے ہیں کہ جہاں پناہ قتل کر کے خسرو
 کو تخت نشین کرائیں۔ یہ سنتے ہی فوراً فوج کا دھندا ہوا اور باغی گرفتار کئے گئے۔
 نور الدین اور شیعہ وہیں قتل کیے گئے۔ اور فتح اللہ کی بابت یہ حکم ہوا کہ اس
 کذاب کا منہ سیاہ کر کے گدھے پر الٹا سوار کر کے منزل بمنزل بے چلیں دہلی بچکر

بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت اس نے زمیں بوس ہو کر عذر خواہی کی اور کہا کہ لوگوں کے بہکانے سے میں سازش میں شریک ہو گیا تھا۔ ورنہ میں تو دل سے جہاں پناہ کا نیک خواہ اور بندہ درگاہ ہوں۔ جہاں گیر کے سامنے اس وقت دیوانہ حافظ رکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھا میں خواجہ سے پوچھتا ہوں اگر تو سچا ہی تو چھوڑ دیا جائیگا۔ حکیم کی خوش قسمتی کیسے یا خواجہ کی رحمدلی۔ انھوں نے جواب دیا۔

آنکہ پامال جاکر دچو خاک را ہم خاک میسوسم و عذر قدمش میخوہم
بسے راستہ کی خاک کی طرح ظلم سے محکوم پامال کر ڈالا میں اسکے قدموں کی عذر خواہی کرتا ہوں در خاک عتلا
من آنم کہ بجز راز تو بر خیم حاشا چاکر معتقد و بندہ دولت خواہم
میں وہ نہیں ہوں کہ کبھی تیرے ظلم سے رنجیدہ ہو جاؤں میں فادار خادم اور غیر خواہ غلام ہوں
آخر وہ رہا کر دیا گیا۔

رانا امر سنگھ والی ادیپور شاہان مغلیہ کی ماتحتی نہیں قبول کرتا تھا اکبر نے بھی بہت کوشش کی اور اس سے لڑائیاں کرتا رہا لیکن وہ قابو میں نہ آسکا ۱۵۲۲ء میں جہانگیر نے شاہزادہ بلند اقبال خرم (بعد میں شاہجہاں) کو رانا کی مہم پر بھیجا اور خود بھی اجمیر میں قیام کیا۔ وہاں زیادہ تر اپنا وقت شکار میں گزارتا تھا اتفاقاً گیس کلنی کا بیش قیمت لباس گر گیا اسے اسکو فال بھیجا اور بہت پریشان ہوا اور یوان سے تعاقب کیا یہ شہر نکلا ستارہ بدخشید و ماہ مجلس شد ول رمیدہ مارا انیس و مون شد

ایک ستارہ چکا اور مجلس کا چاند بنگیا میرے پریشان، کفو اس سے سکون اور اطمینان حاصل ہوا

اللہ کی شان دوسرے ہی دن صبح کو وہ الماس ایک شاہی آبدار کو لگیا اور اس نے
 حضور میں پیش کیا جس سے دل کو سکون ہوا بعد ازاں یہ فال دیکھی کہ رانا زیر بھی ہوگا
 یا نہیں جواب ملا

کنونکہ در حین آمد گل از عدم بوجود بفتہ در قدم او نہاد سر سجود
 اب کہ جن میں پھول کھلا بفتہ نے اسکے قدموں پر اپنا سر سجدہ میں رکھا
 دوروز کے بعد خبر آئی کہ رانا نے خرم کی اطاعت قبول کی اور حاضر ہو کر قدم بوس
 رانا کے ہم سر کر نیے بعد شہزادہ خرم کو دکن کی ہم پر روانہ کیا وہاں اسکو
 پندرہ مہینہ کا عرصہ لگ گیا جہانگیر کو خرم کے ساتھ بید مجت تھی اس طویل مفارقت
 سے بیتاب ہو گیا بیٹے کی داپسی کے لیے دیوان میں فال دیکھی یہ شعر برآمد ہوا
 چشم بدو و کز ان تفرق خوش باز آؤ طالع نامور و دولت مادر زات
 چشم بدو کہ اس جدائی کے بعد تیرا اچھا طالع اور خاندانی نصیب خوشی کے ساتھ ہوگا
 اسکے چند ہی روز بعد خرم نے دکن سے واپس ہو کر مانڈو کے قلعہ میں جہانگیر
 کی قدم بوسی جھل کی جہانگیر نے اس موقع پر ہر چند ضبط کرنا چاہا مگر محبت پدری
 کے جذبہ نے تمکین و وقار کے پاؤں اکھیر دیئے اور بے ساختہ اٹھ کر بیٹے کو سینے
 سے لپٹا لیا وہ خود اپنی ترک میں لکھتا ہے۔

دست باریخ یازدہم شوال سن ہزار و ہشت و شش ہجری بعد از گذشتن
 سہ ہر ویک گھڑی در قلعہ مانڈو بمبار کی و فرخی سعادت ملازمت دریافت

مدت مفارقت پانچ ماہ و یازدہ روز کشید بعد از تقدیم آداب و کورنش
 و زمیں بوس بالائے جہر و کھ طلبیدم و از عنایت محبت و شوق بے اختیار
 از جابے خود برخاستہ در آغوش عاطفت گرفتم چندانکہ او در آداب و
 فروتنی مبالغہ نمود من در عنایت و شفقت افزودم و نزدیک حکم نشستم کہ
 صوبہ بنگال میں عثمان افغان نے جو ایک طاقت اُمور میں تھا سہراٹھار کھاتھ
 اکبر نے کئی بار اس کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی لیکن قابو میں نہ آیا۔ جہانگیر کے تخت
 نشینی کے ساتویں سال پھر اس نے کچھ شورش شروع کی۔ جہانگیر نے اسلام
 خاں صوبہ دار بنگال کو حکم بھیجا کہ اس کی اچھی طرح گوشمالی کیجئے اسلام خاں
 اس وقت ڈھاکہ میں تھا اس نے شجاعت خاں کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ
 کی عثمان نے بھی بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اس لڑائی میں بہت سے جہانگیری
 امرا و کام آئے۔ اثنائے جنگ میں عثمان کی پشانی پر ایک تیر لگا ہر چند کہ زخم کا پڑ
 پڑا لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ برابر لڑتا رہا اور ساتھیوں کو جوش دلاتا رہا لیکن زخم
 وجہ سے کمزور ہوتا جاتا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس کے ساتھی بھی ڈھیلے پڑ گئے اور
 میدان سے ہٹ گئے آدمی رات کو عثمان اسی زخم سے مر گیا۔ باقی ماندوں نے
 اطاعت قبول کر لی اور ان کی جان بخشی ہوئی۔
 جہانگیر نے لکھنا کہ اس ہم کے حکم دینے کے بعد میں نے خواجہ کے دیوان سے
 تعاون کیا تو یہ فال نکلی۔

خورد و ام تیر نظر بادہ بدہ تاسرست دست در بند کر کش جوزا فکرم
 میں نے تیر نظر کھایا ہی مجھے شراب پلا دے تاکہ مست ہو کر میں جو رک کے کر کش کے بند پر آتھا دلا
 پنڈت خوشگوار اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ میرے دادا نے جب بڑھاپے کی وجہ
 سے ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر کے وطن میں رہنا شروع کیا تو ان کا یہ
 معمول تھا کہ روزانہ دیوان حافظ لیکر دریا کے کنارے چلے جاتے اور
 وہاں ذوق شوق کے ساتھ اسکو پڑھتے ایک دن اتفاق سے ادھر سے ایک ساد
 گذر جو ایک پٹھی سی گدڑی پہنے ہوئے تھا اس نے کہا کہ تم یہ کیا پڑھ رہے ہو دوسرے
 دین کے لوگوں کی کتاب نہیں پڑھنی چاہئے۔ دادا نے جواب دیا کہ جس شخص کی یہ
 کتاب بڑے گیانی اور مہاتپیش تھے۔ اس میں انھوں نے بڑی اچھی مہی
 باتیں لکھی ہیں۔ ساد جو بڑا اور اس نے کہا کہ گیانی نہیں خاک تھا یہ کتاب پانی میں
 پھینک دو دادا کو غصہ آیا انھوں نے بگڑ کر کہا کہ تم ایسی باتیں نہ کہو ہم سے تم سے تو
 لاکھ درجہ بہتر تھے ان کا ادنیٰ کمال تو یہی ہے کہ جوابات چاہیں انکے اس کتاب سے پوچھ
 لیں وہ بتا دیتے ہیں۔ ساد حو نے کہا کہ اچھا دیکھو مجھے کیسا بتاتے ہیں۔ یہ شعر نکلا۔
 بزیر دوق مرقع کند ہا دارند دراز دستی اس کو تہ آستینا ہیں
 پٹھی ہوئی گدڑی کے نیچے بہت سی کند رکھتے ہیں ان چوٹی آستین والوں کی دراز دستی تو دیکھو
 یہ سننا تھا کہ اسنے خواجہ کو بخش گالیاں دینی شروع کیں دادا کو پھر تاب ضبط
 نہ رہی انھوں نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اس بد زبان کو خوب پیٹو اور ذرا بھی دیر نہ

نہ کرو۔ اس نے پٹا شروع کیا مگر گدڑی بڑی موٹی تھی چوٹ نہیں ملتی تھی آخر اس نے ارادہ کیا کہ گدڑی اسکے بدن سے کھنچ لے لیکر گدڑی کا کھینچنا تھا کہ اس کے نیچے سے اٹھ کھنڈیں برآمد ہوں پھر تو اسکو گرفتار کر لیا۔

مرزا امجدیہ نیاں نادر شاہ کا سولہ نگار لکھتا ہے۔ کہ جب نادر افغانوں کو پس پا کر کے عراق اور فارس پر قبضہ کر چکا تو اس کے ساتھ کے خراسانی لوگ اپنے وطن کو واپس آنا چاہتے تھے۔ اور شاہ ظہماسپ انکو آذربایجان بھیجتا تھا۔ نادر متروک تھا کہ کیا کرے۔ خواجہ کی قبر پر گیا اور وہاں جو دیوان رکھا رہتا ہے اس میں فال دیکھی مندرجہ ذیل شعر نکلا۔

عراق فارس گرفتاری شعر خود حافظ بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

حافظ عراق اور فارس تو اپنے شعروں سے تم نے فتح کر لیا اب بغداد اور تبریز فتح کر لیا وقت ہے چلو

چنانچہ ایکے مطابق اسنے حملہ کیا اور ترکوں کے ہاتھ سے تبریز اور بغداد کو چھین لیا یہ فال زبان زد خاص عام ہے۔ کہ کسی صاحب کا کچھ مال چوری گیا تھا رات کے وقت وہ دیوان حافظ میں فال نکالنے لگے جس کینے نے مال چرایا تھا روشنی لیے کھڑی تھی۔ انھوں نے بار بار دیکھا۔ لیکن خواجہ نے پروہ داری کی اور کوئی صاف بات نہ بتائی آخر حجب بہت ہی پیچھے پڑ گئے تو خواجہ نے صاف صاف کہہ دیا۔

بفرغ چہرہ زلفت ہمیشہ بند رہد چہ دلا درت دزو سے کہ بغتہ چرخ داؤد

میری زلف چہرہ کے چراغ کی روشنی میں تمام رات دکھو ٹپتی ہو کیا بادر چہرہ کہ ہاتھ میں چراغ ہے بھڑک

یہ دیکھتے ہی انھوں نے اس کینیز کو پکڑا اور آخر ایسے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہوا
 غازیپور میں مولوی عبدالصمد صاحب ایک نہایت مغرور و کیل اور بہت بڑے
 رئیس تھے انہیں کے پڑوس میں زمانیہ کے ایک پٹھان عبدالرحیم خاں نامی رہتے
 تھے بھارے فقر و فاقہ سے بہت تنگ تھے پہلے وہ بستی کے ضلع میں کسی کچری
 میں ملازم تھے۔ مگر کوئی وجہ ہو گئی جس سے وہ لاکری جاتی رہی۔ عیال دار آدمی سخت پریشان
 تھے کوئی صورت گزارے کی نظر نہیں آتی تھی۔ ایک دن اپنی مصیبت کے خیال سے
 بہت تنگدل تھے کہ یا الہی کیا ہو گا کس طرح کام چلیگا۔ کوئی صورت نظر نہیں آتی دیوان
 حاکم میں فال دیکھی یہ شعر نکلا۔

رند غم بعید از بخت می خواہم مدد تا نزدیس عبدالصمد باشد کہ غم خواری کند
 غم کا شکر یہی ہو گیا میں اپنے نصیب سے مدد چاہتا ہوں ممکن نہ کہ نزدیس عبدالصمد میری غم خواری کرے
 گو مولوی عبدالصمد صاحب سخاوت اور شرف نوازی میں بڑے نیک نام تھے لیکن یہ پٹھان
 آدمی اور کبھی کا کوئی تعلق مولوی صاحب موصوف سے تھا نہیں انکے پاس جاتے ہوئے
 ہچکچاتے تھے مگر آخر دل کے تقاضہ سے جانا پڑا انھوں نے جب ان کا حال سنا تو بہت
 ترس کھایا اور کوشش کر کے انکو ایک کچری میں نوکر رکھا دیا۔

خان محمد خاں شہیر غالب کے شاگرد تھے اور فارسی شاعری میں کمال
 رکھتے تھے بھوپال کے نواب صدیق الحسن خاں صاحب مرحوم نے
 قدردانی فرما کر انکو افتخار الشعرار کا خطاب دے رکھا تھا اور ریاست سے سو روپیہ

ناہوار کا منصب مقرر کر دیا تھا۔

ایک دن مجھے کہنے لگے کہ جب نواب صاحب کی شادی شاہجہان بیگم صاحبہ سے نہیں ہوئی تھی لیکن ہونی کی امید تھی اسوقت انھوں نے دیوان حافظ میں اس کے متعلق فال دیکھی یہ شعر نکلا۔

تو از کجا و امید وصال اوز کجا بدامنش نرسد دست ہر گدا ہا فل

تو کہاں اور اسکے وصال کی امید کہاں اس کے دامن تک ہرقیہ کا ماتھ نہیں چپکا

نواب صاحب کچھ ایسے کچھ دیکھے آدمی تو تھے نہیں کہ اس سے مایوس ہو جاتے فوراً ہی اسکے جواب میں یہ شعر لکھا ہوا تھا دیوان میں موجود سی۔ توفیق تخلص کرتے تھے۔

توفیق گدا کے کرم شاہجہانت شاہاں چہ عجب گرنواز زندگدارا

آخر کچھ زمانہ کے بعد بیگم صاحبہ سے ان کی شادی ہو گئی

ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ ایک انیسے اور دوسرے میں بحث ہوئی۔ ایک میرانیس کے کلام کو اچھا کہتا تھا اور دوسرا دوسرے کے۔ اس بحث نے طول کھینچا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا بعض لوگوں نے یہ تجویز کی کہ خواجہ حافظ سے پوچھا جائے انھوں نے جواب دیا۔

ستارہ بدخشید و ماہ مجلس شد دل رمیدہ بارانیں و مونس شد

ایک ستارہ چمکا اور مجلس کا چاند ہو گیا۔ ہمارے پریشان دل کے لیے انیس و مونس ہو گیا

حافظ میاز علی مرحوم بریلی سے فرید پور تشریف لیگے تھے سلسلہ گفتگو میں کچھ

مہمان نوازی کا تذکرہ آگیا حافظ صاحب نے اپنے وطن کے لوگوں کی مہمان نوازی کی تعریف کرنی شروع کی ایک صاحب بول اٹھے واہ حضرت میں تو بارہا بریلی گیا نہ کسی نے خاطر کی نہ مدارات۔ دوست جب کہیں راسنہ میں ملتے تھے تو پھلے اطمینان کے لیے پونچھ لیتے تھے۔ کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں؟ جب انکو معلوم ہو جاتا تھا کہ میں سراسے میں ٹھہرا ہوا ہوں تو دہمچی سے باتیں کرتے تھے۔ کبھی کسی کو یہ توفیق نہ ہوتی کہ مجھے اپنے گھر لیجا کر مہمان رکھتا۔ حالانکہ وہاں میرے بہت سے دوست ایسے بھی ہیں جو اکثر ہر سال میرے یہاں آکر ایک آدھ دفعہ مہمانی کر جاتے ہیں۔ حافظ صاحب اسکی تردید کرتے تھے آخر تنگ اگر انھوں نے کہا اچھا جی! دیوان حافظ میں دیکھو۔ خواجہ ہمارے شہر کو کیسا بتاتے ہیں خواجہ نے کہا۔

تیمار غریباں سبب فخر جمیل ست جاناں مگر اس قاعدہ دشہر شمانیت
مہمان نوازی نیک نامی کا سبب ہے۔ لیکن جانن یہ قاعدہ ہمارے شہر میں نہیں ہے
حافظ صاحب جیسے۔ اور یہ کمکر خجالت مٹائی کہ ”سخن فہمی عالم بالا معلوم شد“
میں اور میرے چھوٹے چچا جو میرے ہی ہمسن تھے دونوں بچپن میں شہر گوئی کیا کرتے تھے اردو فارسی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے گو والد مرحوم فارسی نظم و نثر دونوں میں کمال رکھتے تھے۔ اور مانی تخلص کرتے تھے مگر ہم لوگ اس خوف سے ان سے صلہ نہیں لیتے تھے کہ وہ منع کر دینگے۔ اور اور استادوں کو اپنا کلام دکھایا کرتے تھے۔

بچپن کا زمانہ بھی عجیب ہوتا ہی! کین میرے اوچھوٹے چچا کے درمیان ایک طفلانہ

بحث چل پڑی وہ کہتے تھے کہ فیضی سب سے اچھا شاعر فارسی کے کسی شاعر کو اس کے برابر نہیں سمجھتا۔ حافظ اور سعدی سے بھی زیادہ اس کا کلام پر جوش ہے میرا یہ دعویٰ تھا کہ حافظ کے مقابلہ میں فیضی کچھ نسبت ہی نہیں رکھتا۔ بڑی دیر تک یہ بحث رہی۔ آخر میں نے کہا کہ اچھا خواجہ حافظ سان الغیب ہیں لاؤ انہیں سے پوچھیں۔ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے نہیں چلو بھائی میاں سے پوچھیں میں نے کہا اچھا پہلے اس میں دیکھ تو لینے دیجئے۔ دیوان جو کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

زہر خاک کے کہاؤ اور فیضی بود و انعامی ز خاک بندہ یا دور کہ خدمت کا دہنم
جو ہو کہ خاک اڑا لائی وہ فیضی اور انعامی تھی۔ بندے کی خاک کو یا در کو کیونکہ بندہ پرانا خدمت گزار

نہ ہر کو نقش نطے زد کلامش دلپذیر آمد تدر و ظفر فرمیکرم کہ چالا کست شایتم
ہر شخص جو شعر گوئی کرتا ہے ضرور نہیں کہ اس کا کلام دلچسپ ہے یا اچھے چکڑے (مضامین) کی طرح ہوتا ہو لیکن شاعر

اگر باورنی داری و از صورت گرچہ پر س کہ مانی نقش یخو اہد ز نوک کلک مشکینم

اگر کو شخص نہ آئے تو جین کے نقاش سے جا کر پوچھ دیکھو کہ مانی بھی میرے ہی کلک مشکین کا نقش بردار ہے

میں نے کہا سنا آپ نے! اب چلیے بھائی میاں کے پاس۔ کہنے لگے اب کیا چلیں

اچھا تم جیتے میں ہمارا۔

ہمارے ایک مہربان دوست مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ماننے والوں میں سے تھے۔ اکثر ہمارے پاس آتے ان سے اسی قسم کی مذہبی باتیں رہتیں ایک دن کہنے لگے کہ دیکھو تو خواجہ حافظ مرزا صاحب کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ

آپ ایمان لائے ہیں اور پھر شک کرتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں شک نہیں کرتا۔ بلکہ مجھ کو تو فالون کوئی اعتقاد بھی نہیں ہے۔ یوں ہی کہتا تھا کہ دیکھو میں نے دیوان کھولا خواجہ نے کہا۔

نہیں ت در دائرہ نقطہ خلافت پیش کہ من اس مسئلے چون چرلے بیخ
دائرہ میں سوائے نقطہ کے کوئی چیز ذرا بھی خلاف نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک یہ مسئلہ بالکل واضح ہے
کہنے لگے کہ میں کچھ نہ سمجھا کہ اس کا کیا مطلب ہے میں نے کہا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مرزا صاحب اسی دائرہ میں گردش کرتے ہیں۔ جو اسلام کا ہے۔ قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں۔ نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔ انکی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ غرض اعتقاد اور عمل ہر لحاظ سے وہ اسلام کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے۔ مگر اس دائرہ میں صرف ایک نقطہ غلط ہے۔ وہ مرزا صاحب کی ذات ہے۔ یعنی جب اسلامی تعلیمات پر وہ چلتے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلنے کی ہدایت کرتے ہیں تو پھر اپنی ذات کو کیوں بیچ میں لاتے ہیں۔ کہ مجھ کو مسیح مانو۔ ہمدی مانو۔ کرشن مانو یہ خود غرضی ہے اور یہ ہی نقطہ اس دائرہ میں غلط ہے۔ ایک مسلمان عالم کی طرح اسلام کی ہدایت لوگوں کو کریں اور اپنی شخصیت کو بیچ میں نہ لائیں تو کچھ قباحت نہیں

ایک دن بنارس کے محمد نظیر فوٹو گرافر نے کہا کہ میں اس تردد میں ہوں کہ اور فوٹو گرافر کی طرح کسی شہر میں دکان جاکر بیٹھوں یا ہندوستان کی دھاتی زندگی کے فوٹو انگلستان کے اخبارات کو بھیجوں ذرا دیکھیے تو خواجہ کیا مشورہ دیتے ہیں

خواجہ نے کہا۔

معرفت نیست درین قوم خدا یادگ
تا برم گوهر خود را بخیزد ار دگر
اس قوم میں قدر شناسی نہیں ہے۔ اسے خدا مدد کرتا کہ میں اپنے موتی کو دوسرے خریدار پالچاؤں
ایک خانصاحب کی بھانج بیوہ ہو گئیں تھیں وہ چاہتے تھے کہ اس سے بھی نکاح
کر لیں لیکن جو سلوک ان کا اپنی بیوی کے ساتھ تھا وہ پہلے سے اسکو دیکھتی چلی آتی تھی اسلئے
راضی نہیں ہوتی تھی وہ اسکے راضی کر نیکیے لیے بڑی سرگرمی سے کوشش کرتے تھے
اس کے رشتہ داروں سے سفارشیں ہم پہنچاتے تھے مجملہ والوں کو بیچ میں ڈالتے
تھے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی دیوان حافظ میں خالیں بھی اکثر اسی غرض کے لیے دیکھا
کرتے تھے میرے چند دوست انکو میرے پاس پکڑ لائے۔ اس عجیب غریب قصہ اور
انکی کوشش و سرگرمی کا حال بیان کیا میرے دل نے کہا کہ لاؤ اس شخص کو اس راہ
سے باز رکھنے کے لیے کچھ سمجھاؤں مگر میں نے دیکھا کہ مشاودہ دل ٹھکان اپنی دھن کا
بڑا پکاتا تھا۔ اسلئے کچھ کہنا فضول خیال کیا اور بات کو مذاق میں ڈال دیا دیر تک انکے چپ
کا زاناموں کا تذکرہ ہوتا رہا ایک صاحب نے مجھے یہ بھی کہا کہ یہ اس غرض کے لیے
خالیں بھی بہت نکالا کرتے ہیں آپ بھی ان کے لیے کوئی اچھی سی فال نکال دیجئے میں نے
کہا کہ اچھی اور بری کا تو میں ذمہ دار نہیں ہوں مگر نکالتا ہوں یہ شعر نکلا۔

ہر چند آں آرام دل اعم بخش کام دل
نقش خیالی میکشم فال دای میز نم

گو کہ پختا ہوں کہ اس نام سے میرے دل کا نقشہ چل نکالیں خیالی نقشے کھینچا کرتے ہیں وہ بہت خالیں نکالا کرتے ہوں

بیچارے بڑے یا یوس ہوئے لیکن پھر کہنے لگے کہ صاحب خواجہ کی یہ عادت بھی
ہی کہ وہ شادی بیاہ کی خانوں میں اکثر مذاق کیا کرتے ہیں کچھ عرصہ ہوا ہم نے سنا کہ ان کی
کلیج اس عورت سے ہو گیا۔

ایک شخص مولوی محمود حسین صاحب دانا پور میں رہا کرتے تھے انکو طرانتوں
تھا کہ کلکتہ میں دو چار مہینہ رکھ دوہاں کی سیر کر رہے۔ ایک دفعہ گئے سخت بیمار ہو گئے
کچھ نہ دیکھ سکے۔ دوسری سال پھر گئے۔ پھر وہی کیفیت پیش آئی۔ مزید براں وہاں رہا
طاغون پھیل گئی۔ بھاگے۔ تیسری مرتبہ گئے پھر بھی آپ ہو اس نہ آئی مگر اب کے انھوں نے
ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو جتنا اچھی طرح کلکتہ کی سیر نہ کر لوں نہیں جاؤں گا دوسرے دن
طبیعت زیادہ گراں ہو گئی دیوان میں فال دیکھی خواجہ نے مشورہ دیا۔

ما آرمو دہ ایم دریں شہر خت خیش سیر و کشیدہ باید ازین رطہ خت خیش
ہم اس شہر میں اپنا نصیب آنا چکے ہیں اس بھور سے رخت سفر باہر کھینچ لینا چاہیے
یہ دیکھتے ہی اسدن آسن سول کو روانہ ہو گئے۔

ایک ہندو بڑے شریف اور لائق ہندو۔ اسے درجہ کی مغربی تعلیم حاصل کیے ہو
مگر خاص ایشیائی مزاج کے ہم سے بہت مانوس تھے روزانہ ہمارے پاس شام کو
آتے اور علمی اور مذہبی بحثیں کرتے۔ اسلام کی اصلی تعلیمات ہم انکے سامنے پیش
کیا کرتے تھے بہت سے اسلامی عقائد انکے سمجھ میں آگئے تھے وہ خدا کی وحدانیت
پر پورا اعتقاد رکھتے تھے دیوان حافظ کے خاص شیدائی تھے بہت دنوں تک وہ اس

جب تو میں رہے کہ کوئی گروٹے تو اسکے چبیے ہو جائیں مگر نہ ملا آخر انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ بطور خود مہر فیانہ ریاضتیں شروع کریں مجھ سے بھی ذکر کیا میں نے انکو رد کا اور کہا کہ یہ خبط چھوڑ دو خواہ اس راہ کو طے کرنا بہت مشکل ہے۔ انکے لیے دیوان حافظ میں بھی فال دیکھی گئی یہ شعر نکلا۔

بکوعے عشق منہ بے دلیل راہ قدم کہ گم شد آنکہ دریں رہ بر سرے رسید
عشق کے واسطہ میں بے راہ برے قدم نہ رکھو کہ اس راستہ میں بار بار میرے جوتے کھو جاتا،

اسی درمیان میں میں اپنے دمن چلا گیا وہاں سے واپس آنیکے بعد معلوم ہوا کہ میرا دوست بیمار ہو گیا وہ دت کے لیے گیا دیکھا تو انکی بوٹی بوٹی پڑک رہی ہے میں نے کہا کہ میں ایہ کیسی نئی بیماری ہے؟ کتنے لگے کہ کیا کموں میں نے تمہارے جانیئے خود ہی جس دم کی مشق شروع کر دی وہ مہینہ تک یہ عمل کرتا رہا۔ اسیکی وجہ سے اس بیماری میں مبتلا ہو گیا کسی کروٹ چیں نہیں سخت پریشان ہوں نیند بھی نہیں آتی میں نے کسا کچھ بچ نہیں۔ ۶

در طیف برج پیش سالک آید خیر دست

ایک صوفی منش حکیم تھے میری صلاح سے ان کا علاج شروع ہوا اور تقریباً ایک مہینہ میں ہمارے دوست نے شفا پائی۔

جس زمانہ میں جاپان اور روس کی جنگ ہو رہی تھی تو ہمارے ایک کرمفرما میاں سراج الدین صاحب نے کہا کہ لاؤ دیوان حافظ میں فال دیکھیں کہ فتح

کسکو حاصل ہوگی۔ ہم نے کہا دیکھئے۔ انھوں نے ۰ یوان کھولایہ شمر نکلا۔

خوشتر از فکر مئے جام چہ خواہد بودن تا بہ بنیم کہ سر انجام چہ خواہد بودن
شراب درس غوی فکر سے کیا خبر ہو سکتی ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ کیا انجام ہوتا ہے
ہم نے کہا کہ حافظ کو ان جنگی معاملات سے کیا واسطہ ہے۔ ایسی فالیں آپ شاہنشاہ
یا کندر نامہ میں دیکھئے کہنے لگے نہیں صاحب خواجہ سب کچھ بتا دیں گے
پھر انھوں نے شاخ نبات کی قسمیں دینی شروع کیں اور دیوان کھولاجواب نکلا۔
گوئی خوبی بروی از شاہان عالم شد بآں جام کچھسرد طلب کا فراسیاب انداختی
شاہنشاہ تمام دیکھا، شاہو نے قیصر کی گیند جیتی کیڑ کا پیلا پی کیونکہ فراسیاب کو قونے زیر کر لیا
کہنے لگے دونوں میں سے فراسیاب کون ہے؟ میں نے کہا فراسیاب ترکستان
کا بادشاہ تھا اس سے مراد روس ہے۔

بعد ازاں جب بحیرہ بالٹک کا بیڑہ جاپان سے لڑنے گیا ہی تو تمام
دنیا منتظر تھی کہ دیکھیے کیا ہوتا ہے، مہینوں انتظار میں گذر گئے اور ابھی تک بیڑہ
نہیں پہنچا ہمارے دوست نے اس بیڑے کے متعلق محال دیکھی خواجہ نے کہا۔
زرگ یہ مروجہ شہم نشستہ درخون ست بہیں کہ در طلبت حال مردمان چو
ردنے ردے میری آنکھیں خون میں ڈوب گئیں ہیں دیکھ کہ میری جستجو میں آدینو کی کیا جاہو گئی ہے
یہ شعر پڑھتے ہی ہمارا پنجابی دوست بے ساختہ پکار اٹھا، روس دابٹر انوک،
آخر میں اسکا انجام یہی ہوا

رہتا ہوا در بڑی ترغیب جاتی ہیں مگر کہیں شیطان مجھ کو نہ بہکائے اور میں اس بلا میں نہ
پھنس جاؤں اب تک میرا خاندان اس عیب سے بالکل پاک و صاف ہے ذرا دیوان حافظ میں خال تو دیکھیے
کہ خواجہ حبیب کیا فرماتے ہیں آیا میں اس صیغہ کی ملازمت کو منظور کروں یا نہ کروں میں نے دیکھا یہ جواب ملا۔

صوفی گلے بچیں و مرقع بنار بخشش دیں زہد خشک اہمے خوشگوار بخشش
اے صوفی بھول جن سے اور گدڑی کا نوٹ نہ پھینک دے اور اس زہد خشک کو خوشگوار بنائے

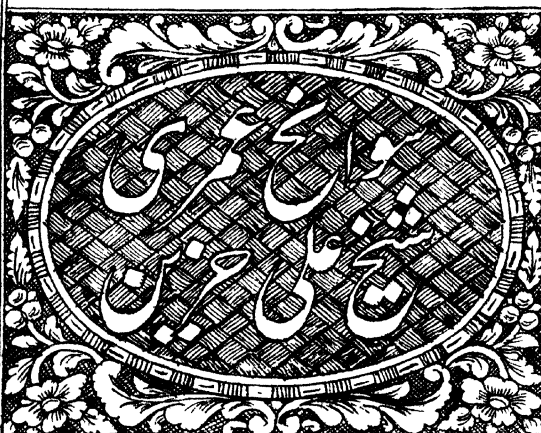
ایک دن مسلمانوں کے تسزل کا خیال کر کے میرا دل رنج و غم کے دریا میں ڈوب گیا میں نے دنیا
میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر سب خراب حالت میں اسی امت مروجہ کو دیکھا میں نے پیمانہ کا اور
ونچیدہ روح کو خدا کے عرش کے پایوں میں ڈال دیا اور رو رو کے بہت سی دعا میں مانگیں۔

پھر نے نبی اکرمؐ میں چھپا دھت کی طرف ٹٹل گئی باندھے دیر تک حیرت اور حسرت کیساتھ
مختلف باتیں سوچتا رہا اتفاق سے قریب ہی میرا دیوان حافظ نظر پڑا اٹھا لیا دل نے کہا لاؤ دیکھیں
تو کہ مسلمانوں کا اور خدا کے سچے دین اسلام کا آئینہ کیا حال ہو گا یہ شعر نکلا۔

نفسِ باد صبا مشکِ فشاں خواہد شد عالمِ پیر و گربارہ جواں خواہد شد
باد صبا کے جھونکے خوشبو پھیلائیں گے اور بدھی دنیہ بھر دو پارہ جواں ہوگی
خدا جانے کیا بات تھی کہ اس وقت اس شعر کا دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ طبیعت کو تسلی سی ہوگی
فائیں ابی بہت سی ہیں کہا تک لکھوں ان کے لکھنے کے لیے ایک فریادیں اور
طبیعت گھر لگئی۔ ۱۔ سیلے اب ختم کرتا ہوں۔

اَنْبِيَاؤُكُمْ سَيِّدَانِ اِنَّكُمْ لَسَمِيعُ اللّٰهِ الْحَمْدُ الرَّحِيْمُ

بفضل خدای زین و زمان درین ایام مهینت فرجام نسخہ کا شرف و قانع روئے زمین



حسب الارشاد مالک مطبع بحسن سعی کار پردازان مجاہد شوال المکرم ۱۳۵۴ھ

مطبع پرست ہے اسے اس کا مالک و مولو غلام احمد
درج مسطورہ دیباچہ

انتخاب فیہرست کتب خانہ تجارتی مولوی غلام احمد خان مترجم کتب تصوف مالک مطبع مسلم پریس دہلی

والجہجہ

محمد اسد کتب خانہ میں بر علم و فن کی بڑا راکت موجود ہیں۔ فہرست کتب کلاں درخواست کرنے پر کارخانہ سے بلا قیمت بعد امداد وصول
روانگی جاتی ہے۔ اس کتاب کی پشت لوح پر حدیث حدیث بطبع درج کی جاتی ہیں شائقین بار بار اس فہرست نقد یا بذریعہ و لیلو طلب ملوث
المشتر مولوی غلام احمد خان بریان مترجم کتب تصوف۔ مالک مطبع مسلم پریس دہلی۔

تحفہ سبحانی ترجمہ الفقہ الریائی والفضیل الرحانی - ملفوظ میرا
حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ مولانا ابو محمد محمد الدین عبدالغفار
جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس کتاب میں یکے و دو وعظ اور قصائد و بیچ
جو آپ اکثر جامعہ میں بعد ازیں ادا میں فرماتے تھے یکے اجتماع سے ہزار
خاطی کتاب اور کھڑا مسلمان موجود تھے بے بہا کتاب ہے۔ بارہم بطبع
اور بہ نفع تیار ہے۔ قیمت فی جلد - ۱۰
مجموعہ ملفوظات خواجگان چشت اردو - یہ وہ نام جو میرے
جوانی خولی میں دفع رسائی کی وجہ سے تین اہل میں مرتبہ حسب یکا
ہے اور ایک اسکی پانچہار جلدیں ہیں جو کل میں خولی مضامین اسکے
ملاحظہ فرمائیے۔ اس نسخہ شریف میں حسب ذیل بزرگان دین
رحمہم اللہ کتب ملفوظات ہیں - ملفوظ حضرت خواجہ عثمان مارونی -
ملفوظ حضرت خواجہ حسین الدین حسن بخاری عماد الجبریت - ملفوظ حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار کاوی - ملفوظ حضرت بابا صاحب شیخ فرید الدین
گنج شکر - ملفوظ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا بھوپا
آہی دہلوی قدس سرہ - قیمت میں چار آنہ کی کمی کی گئی۔
سراج المجالس ترجمہ خیر المجالس ملفوظ مبارک حضرت قطب الدین
شیخ الاقفا فرید الدین گنج شکر نصیر الدین محمود چراغ دہلی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ - مجمع فرمودہ حضرت حمید شاعر قلندر - اس کتاب کی اہل بصیرت
کو ایک شے سے تلاش تھی - نہایت تلاش سے اسکو حاصل کر کے اردو میں
شائع کیا ہے اصل کتاب خیر المجالس میان تحریر و ترتیب و بعد اقتدا
اکثر نظر اور حضرت فرید الدین گنج شکر کی ہے اور آپ وقت فوقتاً جامع
ملفوظ نہاگو استحسان فرمایا ہے۔ آپکو خولی معلوم ہے کہ علم تصوف کیسا
شرف علم اور اعلیٰ مرتبہ میں حضرت روشن چراغ دہلی کیسے باہر جلیں
بزرگ ہیں آپ کا علم و تجربہ مشہور عالم ہے۔ جس اس کتاب کی تعریف کو آپ
نام نہائی سے وابستہ کرتے ہیں۔ آپ حضرت فرید الدین گنج شکر کے علم و تجربہ و کمال
خدا شناسی سے اس کتاب کے علم و مضامین اور بعد کی مطالبہ کو قاسم
فرامین برکات میں اسکی جلد ہوئی چاہیے۔ قیمت کاغذ والائی عمدہ رسمی غیر
فوائد الفاوار اردو - ترجمہ ملفوظ مبارک حضرت محبوب الہی قدس سرہ
اس ملفوظ کو حضرت امیر علاء الحق بخاری رح نے ہزار سال کا کمال کی
محنت میں جمع فرمایا تھا۔ یہ وہی ملفوظ ہے جسکے بدل میں طوطی جوش
امیر خسرو دہلوی رح اپنی جملہ تصنیفات نظر و نظر اسکے جامع کو مرحمت
فرمائے تھے لیکن آئے اسے گوہرے بہا کا اپنے نام سے جدا کرنا منظور
نہ فرمایا۔ قابل ملاحظہ کتاب ہے۔ قیمت عمدہ۔

عشرہ کاملہ حضرت فانی فی اہل الباقی باسٹ شیخ کلیم احمد جیلانی
رضی اللہ عنہ مصنف تفسیر طبعی کنگول - مترجم - سوار السبیل سنہ
و غیرہ وغیرہ عشرہ کاملہ علمی میں نہایت نامیاب کتاب ہے۔ حضرت شیخ
نے اس کتاب کو چھٹا میں تحریر فرمایا ہے۔ اس تحفہ کتاب میں تصوف کے
تمام رموزات مخفی و جلی قلم بند کیے گئے ہیں۔ ہر ایک کوکوز میں بہر دیا
خولی اسکی مطالعہ پر محضر ہے۔ نہایت جافشانی اور محنت سے اردو
ترجمہ کر کے شائع کیا ہے کہ اردو خوان مسلمان پہا ہی حضرت شیخ فر
کی اس قابل قدر تصنیف سے فائدہ حاصل کریں۔ قیمت ۶
کنکول کلیمی اردو - وابستگان سلسلہ عالیہ چشت میں یہ کتاب
معروف ہے۔ اس کے مصنف بھائی فی اہل الباقی باسٹ حضرت شیخ کلیم
جہاں آبادی میں طریق و تعلقین و ذکر و فکر و قسام مراقبہ و محاسبہ
و ذکر نفس میں لاجواب کتاب ہے۔ قیمت ۴
گلدستہ گلشن فقری اس میں بہر خاندان اور جملہ خاندانوں کے ہزار
اولیاء کرام رحمہم اللہ اسماء و القیاس و فیہرست وفات و جائے فرار وغیرہ
درج ہیں۔ قیمت صرف ۳
مختصر المحتات مستورات کی تعلیم میں عمدہ کتاب بطور ناول ہے
مصنف اسکے علامہ عرصہ حیدر زمان مولوی محمد عبد المجید رافعی صاحب بہا
سی اس آئی۔ وزیر ریاست بہاولپور ہیں۔ یہ کتاب حسب اجازت
پر محمد خان بہادر منشی غایت حسین خان صاحب طبع ہوئی ہے۔
زبان اس کتاب کی نہایت سلیس اردو ہے۔ ضروری مسائل میں
شاید ہی کوئی مسئلہ بغیر مذکر آئے باقی رہا ہوگا۔ عورتوں کے اخلاقی
آداب اور اون کا دین درست کرنے کے واسطے اس کتاب سے بہرہ
کوئی کتاب نہیں۔ حرف شناس ہی اس کتاب کے بہرہ سانی ہو سکتی ہے۔
ناول کی طرز میں مولے سے یہ کتاب و عجیب ہوئی ہے۔ جلی قلم عمدہ
کاغذ پر خوش خط طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۰
تحفہ المتقین - احبار العلوم کے باب آفات دل و زبان
جو ارج (اعضا) کا خلاصہ از مولوی حفیظ الدین - صاحب فقہی
اسکو ضرور زیر نظر رکھیں دریا کوکوز میں بند کیا ہے۔ نہایت ہی
کار آمد کتاب ہے۔ قیمت ۳
سوار شیخ عمری مولوی غلام محمد خان صاحب شیخ - اردو -
مصنف اس کتاب کو اتالیقی برکتی لکھا ہے۔ اس میں فقہاء حضرت
سلیمان تونسوی جلی قلم کے زیادہ حالات ہیں۔ اور مفصل حالات
عمر وغیرہ کے درج ہیں۔ قیمت ۲

بسم الله الرحمن الرحيم

سجدہ و نسالہ التقی و نعظم بعزۃ الوثقی۔ و ضلی علی سیدنا المصطفی و آلہ اعلام الہدی بلیت یارا
 زبان کو کہ شاعری تو کنیم، تو صیف کمال کبریائی تو کنیم، چیزے کسباط ماہیتہستان کو؛ جانی کہ تو دادہ فدائی
 تو کنیم، چون انسان راہمین مژہ کزین سرمایہ تحصیل عبرت و از نیست کہ گروہی از دانشندان و قدر و
 شناسان بتدوین کتب توارخ و تحریر احوال ہرید و نیک پرداختہ برخی از روزگار خود را در انکار پایا
 بردہ اند و بالجملہ تصغیر و اخبار را نسبت بطبقات انام علی اختلاف مراتبہم فوائد بے شمار است و چون
 این سرگشتہ عمر با شغلی تلف کردہ بچشم حقیقت ملاحظہ احوال خود نمودہ سرگذشت ایام گذشتہ را برہائی
 نگزند گلی خالی از فائدہ و عبرت ندیدہ و در افضل احوال دیگران بسا باشد کہ ناقل را بنابر سببہا تخلیط
 و اشتباہ افتد اما در شرح احوال خویش مجال آن نیست خواست کہ بذکر شئمہ از حالات و واقعات خود کہ درین
 عجائبی طرماندہ پردازد و دران رعایت ایجاز و اختصار نماید تا طول مقال و آرایش عبارات موثر طالع خود
 نگردد و دوستان با دیگر و ایندگان را تذکری باشد مامل از ناظران کرام آنکہ بنظر شفقت و ترحم نگزند
 و بطلب غفرت این محروم کوئی سعادات را معاونت فرمایند ربنا آبتنا من لک نیک رحمۃ و یتیمی لنا من اقرنا شد
 وانا المستد بواہب المواہب محمد المدعو بعلی بن ابی طالب بن عبد الدین علی بن عطاء اللہ
 بن اسمعیل بن اسحاق بن نور الدین بن محمد بن شہاب الدین علی بن علی بن یعقوب بن عبد الواحد بن شمس الدین

بهفت قلم بغایت نیکو نوشتی و خط استادان را چنان قبیح کردی که تمیز در میان دشتوار شدی مصحف
 مجید و صحیفه کلامه ترجم با تمام میرسانیده جهت والد مرحوم با صفهان فرستاده بود بهر دورا ^{شفقت} البقیع
 نموده بودند خوشنویسان با صفهان از دیدن آن بهره نمانی بودند و در ترسل و انشا مهارت تمام داشت
 منشآت ایشان در سفاین سستدان مسطور مشهور است در شعر و محاسن و داشت و احیاناً بگفتن میل
 نموده این چند بیت از ایشانست **بلیت** یاده خون جگر ماست زمینا مطلب به گوهر از چشم تراست دریا
 مطلب به پیلی نتوان گشت چون خون در دشت به آنچه در سینه توان یافت بصحر مطلب به **رباعی** -
 در گلشن و بهر محرم راز بنود در بزم زمانه لغزه پرداز بنود تنها نتوان زمره پرداز کرد و پنجم زبان کسبی
 آواز بنو و فقیر در صحران که در خدمت والد بلا جان رسیدم سعادت ملاقات آن عم عالی مقدار در ^{سال}
 حصا که در محاسن صفات و حسن اخلاق و سنگتگی و مجلس آرائی تا امر و زشل او کسر دیده ام ده
 پیش از والد علامه در لاجان بر محبت ایزدی پوست یک لیسرسی شیخ مفید و دو صبیح از ایشان مانده بود
 لیسرسی پس از چندی در اول شباب در گذشت اما والد مرحوم در سن بست سالگی بعد از تحصیل بسیار
 از مطلب علمیه نزد مولانا فیاض لاسن شیخ الاسلام گیلانی بشوق ادراک صحبت فضلای عراق
 با صفهان آمده در مدرسه استاد العلماء آقا حسین خوانساری علیه الرحمه که آثار فضائل و مناقبش از غایت
 استثنای میا زان اخبار است با استفاده مشغول شدند و خون ریاضه را در خدمت بطلمیوس زمان علامه
 مولانا محمد رفیع که بر فیضای نروی مشهور است تکمیل نمود چنان استعراقی در مطالعه و مباحثه یافتند که
 محصله لا کمتر میسر آمده باشد و اما او آخر عمر بر جان منهای بود جامع کثیره از اصحاب تحصیل برکت تربیت
 ایشان لمراست عالی رسیدند و در کتابخانه ایشان زیاده از پنجاه مجلد بود هیچ کتاب علمی بنظر در نیامد که از
 اول تا آخر تصحیح ایشان در نیامده باشد و اکثر محشی بخط ایشان بود قریب به بقا مجلد را که از انجمله
 تفسیر میضای و فاموس اللغه و شروح لمعه و تمام تهذیب حدیث و امثال ذلک بود و بقلم خود کتابت نموده
 بود و فرمود که من مکر در شبها نروزم بکبرار بیت و زیاده نوشته ام خطی بغایت زیاده واضح
 داشتند از ایشان شنیده ام که میفرمودند والد مرحوم در حیات بود که با صفهان آدم و باین سبب که

مجلس احوال والد مرحوم
 سخن از سبب وفات و کرامات

توطن اختیار کنم زیاده بر قدر مصارف ضروریه بحیث من نمی فرستادند و آن را هم در عرض سال بچشم
 میسایند نهند لهذا آنقدر که می خواستم برای ایشیاع کتاب از مقدور نبود بسیار را خود می نوشتم بعد از
 چند یک دالدر حلت کردند شیعه را درت بلا حجاب از خاطر محوشد یا بجله در اصفهان مکان خدیو بر عار
 افروند و عازم سفر حجاز شده از راه شام بطوان بیت المقدس آمدن مشرف شده ببنیاد باز گشتند
 و چندی در مشاهد مبرکه عراق بسر برده باز باصفهان مراجعت نمودند و از امانی آنجا حاجی عثمانی است
 اصفهانی را که از اطفال و اخبار بود با ایشان موافقت پیدا آمد و صبیحه خود را با ایشان تزویج نمود و اولاد منجسه
 در چهار سپر بود مولود نخستین این بمقدار است و سه برادر و یک برادر و دو در عفو ان شباب
 گذشته محمل اگر از محاسن صفات و اخلاق کامله و علو همت و فطرت و قوت ایمان و کمال فضل و دانش
 آن علامه محقر بر خوض رود سخن بدرازی کشد و بسا باشد که حلقه بر مبالغه و حسن اخلاص این خاکسار کنند
 و هیچ فن از فنون علوم نبود که دانشمندی که نباشد و با این حال هرگز میامات بی علم چنانکه رسم علم است
 نداشته و یادنی کسی از اهل تحصیل و فرومایگان مصاحبه سلوک کردی و با اینکه طول عمر بمباحثه
 و افاده گذرانندی از چهل بغایت محترم بود و این شیوه را کرده داشته پیچید از افاضل و را بچشم
 تقریر و سنگفته طبعی ایشان ندیده ام علوفنش چنانکه در نظر همیش دنیا را قدر کف خاکی نبود هرگز
 همت بر تحصیل مال و جاه و دنیوی که ادنی تمیز او را باندک مسامحه بوجه اکمل میسر بود نگاهشت و در طبع
 اندیشه فرونی تن آسائی نداشت بار آشفته ام که می فرمود لقمه نان جلای که رازق عبد و قیمت ساق
 ما را کافی است و داعی بر تحصیل دنیا اگر پرورش دیگران و ایثار بر خواهند گشت بی ذلت نفس منونه
 میسر نیست و نزد من سر سخا و همتا قطع نظر کردن و اگذاشتن آنچیز است که در دستهای مردم است
 با ایشان هرگز مبادرت با ششائی از باب دول نکردی و با جمعی از امر ادا کار و اعیان که اخلاصی داشته
 و نهامت آداب هر می داشتند بزرگانه سلوک بخودی عبادت و در عرش بمشابه بود که در سن بیت و پنج
 سال که با ایشان بسر برده ام هرگز فضل که در شرع مکرده باشد از ایشان ندیده ام و بعد از نیم
 شب و پنج حالی در صحت و چه در مرض او را بر بستر استراحت نیافته ام شش هفت سال

پیش از فوت و خلوت بر فرازش غالب آمده ترک مباحثه و معاشرت نمود و اصلاً پیرامون استقام امور
معاشر اهل خانه نمیگردید و این فقیر را در آن باب مختار ساخته بود گاهی بمطالعه مشغول می شد و بیشتر
اوقات گریبان بود اکثر لیبای را بعبادت اعیان نمود سخن یا کسی زیاده بر ضرورت گفتنی و سخن گفتن
کسی را هم خوش نداشتی تا آنکه در سال هزار یکصد و بیست و هفت هجری در سن شصت و نه سالگی
شدت امراض و ضعف مستولی شد صبحی که چاشتگاه آن رحلت کرد مرا طلبید و سفارش باز ماندگان
و نیکوکاری بالایشان نمود پس فرمود چنانکه مرا خوشنود داشتی خدا از تو خوشنود باد وصیت من
بتو اینست که هر چند اوصار و دنیا را بروفق مرام نه بینی و زمانه ناسازگار افتد باید که بمنزلت رضا
نهی و تعبیت و دنیا را روی اختیار کنی چه عمر قلیل قابل آن نیست و در اصعفاً آن اگر توانی زیاده
توقف مکن کثرت یاد از کسی باقی ماند و این سخن را فقیر در سنایا قدم تا بعد از چند سال که فتنه و فحشای صغیر
پدید آمد پس فرمود در لیالی و ایام متبرکه که بهر چه دست دهم و میسر آید مرا فراموش مکن بعد از آن
چند عالم بقدر احتمال فرمود مدفن ایشان در مقابر مشهوره نیز از بابارکن الدین در جنب تربت عارفان
مولانا حسن و الشهدا گیلانیت افاض الله تعالی علیه شایب الرحمة و الفقدان و اسکنه فی فراوسین
چند بیت از مرثیه که در قوت آن عالی مقام بقلم آمده بود ثبت افتاد ابیات سپهر از مرگت ای صاف
حقیقت بی صفا گشته یعنی مانند بسیر کفایتی دنیا را به خالی را به کشیدی ناز من دست نوازش ای حنین پیرا
مثل چون بنید مجنون گشته ام آشفته حالی را به تو در پیرانه سر رفتی و من هم در نعمت پیرم به بخت مسکینم هر
یاد خور و سالی را به نهان ای عرش رفعت تا ندیدم در دل خاکت و ندانستم که پوش خاک ساخل کوه
عالی را به گسستی ناز هم شیرازه تالیف جمالی به مثالی نیست در عالم هویدا بینائی را به بل آه یانی
دارم از مجموعه آتش به زخا طبریده ام بکیاره مصرعها به خلی را به اما محل احوال این
ولادت در روز و شبه بیت و ششم شهر ربیع الآخره بسال هزار و یکصد و سه هجری در
دار السلطنه اصعفاً اتفاق افتاده و هنوز چیزی از احوال ایام رضاع بیاد مانده و چون
چهار سال از عمر برآمد و الدم حرم اشارت تعلیم نمود در آن اوان مولانا به اعظم ملاء ساهل

تاریخ

تاریخ

علیه الرحمة که آن علام روزگار بود و ارد اصهبان و روزیکه در منزل والد علامه بهمان بود فقیر را
 بخدمت ایشان برای شروع تعلم از روی حقین حاضر نموده سولانای مذکور بعد از بسط این آیات راسه
 نوبت تلیق فرمود و بپایان آمد و فرمود و اَحْلَلْ عَقْدَةَ مِثْلِ لِسَانِي لَيْفَعُوا قَوْلِي وَفَاتَحَهُ
 خوانده نوازش فرمود و در دو سال سواد خوانی و حنفی میسر آمد و شوق مفرد تحصیل حاصل شد
 هیچ شغل نداشت و در مغرب تر از خواندن و نوشتن نبود کتب فارسی بسیار از نظم و نثر خواندم بر سبب
 صرف و نحو و فقه مشغول ساختند و بزودی فرا گرفتیم رساله چند از منطق تعلیم کردند مرا آن فن
 زیاده شوق و شغف پدید آمد و درست اخذ کردم استادی که داشتم از ذکا و شوق من تعجب
 می نمود و تحسین می فرمود و شوق افزونی میگرفت چون طبیعت موزون بود از شعر لذت عظیم
 می یافتیم و گفتن میل شد و بدنی نحیف بود چون استاد مطلع شد مرا از آن منع نمود و والد مرحوم
 نیز مبالغه در ترک آن داشت و مرا صرف طبیعت بکاره از آن مکن نمود و چیزی که وارد خاطر می شد
 می نوشتیم و پنهان می داشتیم و سن بهشت سالگی والد مرحوم اشارت تجوید قرات قرآن نمود در
 خدمت مولانا ملک حسین قاری اصهبانی که از صلاحی زمان در آن فن ممتاز اقران بود دو سال
 قرات نموده چند رساله در آن علم خواندم و از آن فراغ حاصل آمده حسن قرات من مرغوب
 اسماع شد پس والد علامه از فرط اشفاق که داشت خود بتعلیم من پرداخت تشریح جامی بر کافیه
 و تشریح نظام برشافیه و تهذیب و تشریح ایساغوجی و تشریح تمسیه و تشریح مطالعه در منطق و تشریح
 هدایه و حکمة العین با خواشی و مختصر تلخیص و تمام مطول و مغنی اللیب و جعفریه و مختصر نافع و اشار
 و شرائع الاحکام در فقه و من لایحضره الفقیه در حدیث و معالم اصول و چند نسخه دیگر در خدمت
 ایشان خوانده ام و هم در صغیر سن والد مرحوم مرا بخدمت عارف حقائق معارف قدوه مشایخ
 کرام شیخ خلیل السدطالقانی قدس اسرار و حکم در آن وقت از عزلت گزیدگان آن دیار بودیم
 خواجش تربیت داشت و نمود قریب بسال بخدمت ایشان می رسیدم اگر چه کتابی بخصوص در خدمت
 او خوانده ام لیکن هر روزه مطلبی و مسئله بر کاغذی بخط خود نوشته می دادند و آن را تعلیم

سبب این است که
 در سبب این است که

می فرمودند و مرا معلوم نبود که آن عبارت از چه کتابست و در اصلاح و تزکیه نفس ناقص چندین
 التفات و مبالغه می نمود که زبان از بیان آن قاصر و دل از ادای شکر ایوی حقوق آن عارف کامل
 عاجز است الحق اگر قصور استعداد من نبود می هر آئینه برکات تربیت و انفاس آن بزرگوار بمقامیک
 بالیت رسیدنی و می از اکابر مشایخ عارفین و جامع علوم ظاهر و باطن بود اگر خواهم که ششم
 از حلال و کرامات و مقامات و مجاهدات و ضبط اوقات و طور معاش آن عالی مقام با شرح در هم
 کتابی شود با کمال چون طبع ایشان موزون و بگفتن شعر رغبت مینمود مطلع بیل من بسخن بود از ان
 چندان نفع و زجر نمی فرمودند بلکه گاهی امر بخواندن چیزی می گفتند بودم می کردند و تخلص بلفظ حرمین
 از زبان گهربار ایشان است این رباعی از اشعار آن قدوه کرامت افتاد **در باب ششم**
 ای شمع یا در دل درویش نشین به کان نیکه بر جگر ریش نشین به در سحر تودا منم گلستان شده است
 یکدم بکبار کشته خویش نشین به و در همان اوان ایشان بر حمت حق پیوستند پس از ان والد علامه
 سفارش تعلیم و تربیت فقیر بفاضل عارف شیخ بهاء الدین گیلانی که از ملائکه سیدالاحکام میر قوام
 علیه الرحمة و از گوشت نشینان و جامع فضائل صوری و مضوی بود نمود چندی در خدمت او
 تحصیل نموده قدری از کتاب احیاء العلوم و رسائل اصطرلاب و شرح جفتمی خواندم
 و الا در حرم مرا اشارت بمطالع کتب اخلاق می فرمود و جمعی از مبتدیان اهل تحصیل هر روزها
 ششم قدری اوقات صرف مباحثه ایشان نموده آنچه را اخذ نموده بودم با ایشان تکرار می یافت
 و حق تعالی برکت و وسعتی در اوقات من کرامت فرموده بود و با وجود اشغال کثیره فرصت
 تنگی نمی نمود و شوق مباحثه و مطالعه چنان مرا بقرار داشت که التفات بملذات نداشتم
 مکرر در شبها از کثرت بیداری من والدین را ترجم آمده مرا فیض و التماس با ستراحت می کردند
 و سود نداشت آنچه را بدرس نمی خواندم بمطالع اخذ نموده مواضع مشکله را از والد سوال میکردم
 و آن مقدار از کتب مختلفه فواید مشتته که در اندک مدتی بمطالع من در آمد مگر قلیله از علماء
 مستبح را میسر آمده باشد و باین حال رغبتی موفوره بطاعات و عبادات بود و لذتی

عجیب از ان می یافتیم و لیالی و ایام و اوقات متبرکه را مصروف با حیا و مواظبت با ذکر و دعوات
 ماثوره بنمودم و بسیار از انوافل و سنن علیه ضائع نمیشد. و دل را طر فرقت و صفائی و سینه را
 انشراح بود و ذکر آن احوال چنانکه بود نتوانم کرد و آنچه گفتم از معقول ذکر انعم من نضال المساکین
 افسوس افسوس چه دانستم کار باین در ماندگی و دل مردگی و افسردگی که اکنون کشیده خواهد کشید
 و کام بلذت خو گرفته را باید با اینهمه تلخی و زهر جانگداز ناکامی ساخته **شعر عربی** و بیت بلبل
 ساور نمی دمن آتش فی انیا بهی السهم نافع حسرت بے پایان و غم جانگزا می آیدست که درین
 نیکو و لطفی که باقی مانده باشد دیگر امید نبود و احتراز نفعی مقصود نیست **فرو** و کوفصل بهایک
 ز می کام بر آرم چون شاخ گل از خرقة خود جام بر آرم : صدق امیر المؤمنین علیه السلام -
 حیث قال احذر و اقرا انعم فخالک شارد بمردود **فرو** آسائش است آنچه بخاطر نیرسد به آن
 روزگار نیست کس این آرزو کنیم : و هم در آن آوان از برکت تقوی و ورعی که مفروق شده بود
 مراد مسائل فرعی عملیه که مواضع خلاف فقها بود اضطرابی در حیرت رو داد و خاطر مطمئن نبقا و
 فقها و معمول بین الناس نمیشد و در آن باب خوض عظیم کردم و احادیث را اصل و ماخذ دانسته
 بسیار از کتاب تهذیب الاحکام شیخ طوسی را در مد رسه مجتهد الزمان آقا قادی خلف مولانا
 محمد صالح مازندرانی علیه الرحمة استفاده نمودم و نظردر رجال حدیث و اسناد کردم و رجوع
 بکتاب استدلالیه فقها و تشخیص طرق استنباط ایشان نمودم و بر کتب فروغیه حدیث گذشتم
 و در آن باب جد موفور کردم تا آنکه در مسائلی که مرا محتاج الیه و معمول به بود بقدر وسع اطینا
 حاصل آمد و از تعلیه محض خاصه یا تخالف آراء و عدم عصمت احدی از مفتیان که مد حضرا قدم
 است و موقوف حیرت فی الجمله ربائی حاصل آمد و در آن اوان بعد از نیم شب که والد مرحوم بر میخواستند
 پیش از آن که بنوا فل مشغول شود تفسیر صافی را که از مصنفات فاضل میر و مولانا محمد حسن کاشانی
 نزد ایشان قراوت کرده با تمام رسانیدم و با کثرت مث غل تحصیل و وظائف مرثوقی موفور
 بصحبت مستعدان و موزنان بود و با جماعتی ازین طائفه متعلق بودم روزی در منزل

والد علامہ مجببی از مستعدان منعقد بود مراہم دوران مجلس طلبہ نذر و از ہر جا سخنان حریان آواز دہیکہ
 از حاضران ابن بیت ملا محشم کاشی را بر خواند بیت اے قامت بلند قدان در کند تو بہ رعنائی آفرید
 قد بلند تو بہ و بعضی از حضرات حسین بلنج فرمودہ والدہ مرحوم فرمود کہ دیوان محشم بنظر من در آئندہ عمر
 ایان استاد است اما کلامش بے نمک است و آنمقدار از حلاوت کہ تدارک بے نمکی کند ندارد
 یا آنکہ نمک در سخن شاید کہ گلو سوز تر باشد از حلاوت چنانکہ از ہمین مطلع بلند او این معنی
 تواند شد دیگر تنہا مصرع اخیر درست افتادہ مصرع اول بطبع مانوس نمیشود چہ قامت را در کند
 افتادہ گفتن یا سلیقہ راست نیست اگر لفظ قامت بخودی و گفتے اے کہ بلند قدان در کند تواند
 این کلام پسندیدہ بودے حاضران تصدیق نمودند پس متوجہ من شدہ فرمودے دائم کہ از شاعری
 بنور یازندہ اگر توانی درین غزل بیتے گفت بگو ہمان لحظہ مرا مطلعی بخاطر رسید و چون نظر ایشان
 باز بمن افتادہ دریافتند کہ چہرے بخاطر رسیدہ فرمود کہ اگر گفتی بخوان و حجاب کن این مطلع بر خواندم
 نظم صید حرم کشم جہد بلند تو بہ فریاد از تقاول مشکین کند تو بہ حاضران از جا در آمدند و آخر
 گفتند تا ایشان در تحسین بودند مرا بیت دیگر بخاطر رسیدہ بر خواندم نظم رشک طور از آمدنت
 کوئے عاشقان بہ بشین کہ با خردہ جاہنا پسند تو بہ درین مرتبہ والد علامہ نیز تحسین کردہ فرمود
 کہ آنچہ میگفتم در شعر ملا محشم نیست درین حالت بیت دیگر بر خواندم نظم مشکل شدہ است کار دل
 از عشق و خوشدلم پشید رسد بخاطر مشکل پسند تو بہ و ہم چنین باندک تا اے بیت دیگر گفتم تا غزل
 تمام خواندم حضار گفتند کہ این طرز شعر بایہ گفتن امر و زہد و کسی نیست و والد فرمود کہ الحال
 ترا اجازت شعر گفتن دادم اما آن مقدار کہ وقت ضائع نکنی و قلمدانیکہ در کار خود داشت
 برائے نوشتن این غزل مرا انعام فرمود و در حمان اوان مرا حادثہ سخت رسیدہ فترتے در احوال
 پدید آمد جوش بہار و خرمی روزگار بود با جمعی یاران خود بصحرا رفتم و اسب تا ختم اسب در دیدن
 بینقاد و استخوان دست راست من کوفتہ شد و تا یکسال با صلاح نیامد استادان ماہر معالما
 مے کردند و رنجی صعب کشیدم و پس از چندے کہ وجع تسکین یافتہ بود و چہان بیکار دبار گردن

چون خوش بنوشتن داشتیم بدست چپ گرفته مسوده می کردم و در آن صحبت و اندوه شعر بسیاری گفته ام
 از جمله شنی ساقی نامه است که اقتراح آن اینست **شنوی** خدایا توئی که از راز و لبس بهشت
 از تو دارند با کان هوس + من دوستی و کج میخانه + باز آدمی خط میخانه + تخمینا کبیر بیت است بغایت
 سنجیده و مستانه گفته شده تا آنکه حق تعالی از آن درد و الم صحت بخشید و پراگندگی بحیثیت گرانجید
 اکنون برخی از افاضل و معارف که در صغریان باصفهان ملاقات ایشان نموده ام و هم در آن اوان
 رحلت کرده اند تعلیم آمد از انجمله فاضل مرحوم مولانا محمد باقر مجلسی اصفهانیست که شیخ الاسلام و از
 مشایخ میر محمد شین و فقهای امامیه بود مولفات مشهوره دارد سه چهار نوبت ایشان را دیده ام در
 نهضت و دو سالگی در نهر اصفه و ده سیری در گذشت دیگر عمده السادات میرزا علاء الدین محمد معروف
 بگلستانه است از افاضل و اقل بود و یاد الله مرحوم اختصاص تمام داشت بعبادت و فادیه
 بهر می بر دو بر کتب متداوله شرعیة تعلیقات دارد و روزگاری با سودگی و عزت داشت در همان
 اوان او نیز در گذشت و او را دلش بمناسب دیوانی آلوده شدند و ایشانرا آن عزت احترام نماند
 و دیگر فاضل میر و شیخ جعفر قاضی است و می از شایخ بلده کمره و از اعظم تلامذه استاد العلماء
 آقا حسین خوانساری و جامع فنون علوم و احتشام داشت بمنصب شیخ الاسلامی رسید و آن
 شغل خطیر را بر پنج ستوده تقدیم کرد و از دوزخ و مهربان که در امور ملکی و قوانین معاشرت داشت
 بوزارت اعظم نوید یافت بعضی امرائی سلطانی که در پایه آن منصب بزرگ بودند در شکست کار
 کوشیدند و بادشاه را از آن اراده در گذرانیدند در سن کهولت در گذشت و در حاکم حسین
 علیه السلام خون شد چون با والد مرحوم مودت و الفت تمام داشت مگر فقیر بخدمت ایشان
 رسیده و دیگر برادر که تراث آن شیخ علیست او نیز در سلک فضلا بود و بعد از برادر خود بچند
 سال در گذشت و دیگر شیخ الزمان اخوند میخانه کاشانیست بزور فضل و کمال آراسته نمید و نام
 مرحوم آقا حسین خوانساری و بغایت ستوده خصال و خوش صحبت بود شعر بسیاری گفته و منشآت
 نفیسه دارد صاحب تخلص داشت این چند بیت از ایشان است **منشطو** همه پیوند الفت تو

چونکه نظر اهل نظر است؛ تا چشم میرنی بهم این رشته باره است؛ شعر و دیگر بلب لبل نشان دهد از رنگ و بوی تو؛ پر دانه با چراغ کند جستجوی تو؛ تا باشدم بیهوده از بهر بازگشت؛ در اینجا گذشت رفتم ز کوسه تو؛ در اصفهان با فاده مشغول بود تا درگذشت دیگر مولای مغفور حاجی ابوتاش وی از صلحائے دهر و از مصاحبان مولانا محمد باقر مجلسی بود با فاده فقه و حدیث مشغول و او را در شرعیات معتقد علیه و روزگارے با سائش داشت در سال فوت مولانا محمد باقر درگذشت فقیر چند نوبت ایشان را دیده ام پسرش حاجی ابوطالب نیز از محدثین بود بعد از پدر بچند سال درگذشت دیگر فاضل عالیشان آقا رضی الدین محمد است خلف علامه نحریر آقا حسین خوانساری و از اذکیای علمای طبعی لغایت دقیق و فکرته عالی داشت در خدمت اولیای از فاضل مستفید شدند در جوانی درگذشت فقیر در منزل والد بنجد مت ایشان رسیده دیگر فاضل عارف میرزا باقر قاضی زاده است از دانشمندان روزگار و صاحب طبعان بود چون سکنی در محله عباس آباد اصفهان داشت بقاضی زاده عباس آباد معروف بود اکثر علوم ماهر با فاده مشغول و اوقاتی منتظم داشت با والد مرحوم مربوط بود تا رحلت نمود طبعش بگفتن شعر رغبت نمودی از ایشان منتظمه فصل گل و موسم بهار است؛ گلزار رنگ و بوئے یار است؛ به توشب ماه تیره روزگار چون چشم سفید گشته تا راست؛ دیگر مرحوم مولانا شمس الدین محمد است خلف فاضل مجتهد مولانا محمد سعید گیلانی وی از جمله مستعدان و جامع کمالات صوری و مغوی بود بعد از تحصیل بسیار از فنون علمیه ذوق سلوک و ریاضات بر او غالب شد و طرفه شوری و استغراقی دیرا فر گرفت علوم ظاهر نموده بحاجی عبدالقادر عاشق آبادی اصفهانی که خود را از مشتای زمان میدانست؛ مریدان داشت نسبت ارادت درست کرد و در حیات والد خود و در غفوان شباب درگذشت و پس از مدتی والدش که از اعظم علمای بود در رحلت نمود با والد فقیر ایشان را مودته قدیم پسر دیگر مولانا محمد مذکور آقا مهدی است که از دانشمندان و در ریاضات مہارتے بحال شنیده میشود که تا حال در حیات به لایحان مکتبه نموده دیگر جامع کمالات مولانا حاجی محمد گیلانی است و سینه از مشایخ طریقه و باقیات

حمیده خصال بود در اصفهان توطن اختیار و در خدمت مجتهد مرحوم مولانا محمد باقر خراسانی که از اعظم علما
 بوده تحصیل نموده و در شعر سلیقه مستقیمه داشت اشعارش مشهور است و در هر ماه یکصد و پنجاه
 آمد چند روز توقف مینمود الحق لبایت به جا بود و پیر پیگار بود در اصفهان رحلت کرد انجمن بیت از
 اشعار اوست **اشعار از گدازش** باشد شعله را پایبندی می کند از پهلوی مظلوم ظالم
 زندگی هفت بکار خویش آیم سینه بکار دیگر به چون چراغ روزی سوزد مرا این زندگی بخت دل روشن
 بتقریب چو س عشق آتشا گردد اگر خواهد که آب آتش شود اول هوا گردد چو چمن گر خواش بیکان تر
 اوست جانم را پس از مردن غبار سنگ و سنگ آهن ریا گردد و له صبحدم در پائے خم آمد مرا مینا
 بنگ در چنین وقتی نباید بیکس را پایبنگ **در توصیف اصفهان** در اصفهان
 آنمقدار فاضل و مستعدان بودند که اگر استیقای ایشان شود بطول انجامد و الحق بان جامعیت
 مصرعظم در معرکه عالم نوان یافت شعر عربی و یاز به اصل الشبایمیتی و داول ارض مست حلی
 تراها با بان اعتدال و قوت لطافت و آبی بان گوارا و شهری بان شکوه و رونق و لطافت و تربیت
 و کثرت محلات عالی و آثار قدیمه و جدید و انبوهی ناز و نعمت ربع مسکون نشان نداده اند همانا
 و بحیل نفوس و ابدان انسانیه از تاثیرات آن سرزمین است همیشه نشان افاضل و اکابر و مستعدان
 و هنرمندان بوده و هر قدر در توصیف و خصالش جمیل آن کو شمه ها شود ناگفته بماند اگر شو شمه جهانید
 آفاق گردیده بان بلد رسیدی و اقامت نموده عمر و فرصت یافتی هر آینه خصوصیات و جهات امتیاز
 آن بر کل جهان آنگاه که حسن معیشت در آن برای فقیر و غنی و مسافر و محبا و دیکسان و تحصیل هر کمالی
 و هر گونه نعمت میسر و آسان مالی آن از هر طبقه بفرستد و ذکا و مردی و مردی و مروت آشنا به جوهر
 بخلیه حیا و عفاف و رغبت بطاعات و مروضیات آراسته مدارس و معابد بیشمارش طول لیالی و ایام
 بر ریاضت و عبادت و سعادت مندانش حق طلبان معمر و بیکریت محدث سلاطین و شو شمه دین پرور و آثار
 علما اکابر فیض گستر در طلبان قاطبه عوامش مراسم و قوانین ستوده و روشهای پسندیده منطج
 معمول و امور مکر و به و اعمال مذموم لبایت نادر و مستور بود حکیم شفا فی شاعر مشهور در یک

از ثنویات خود بقدر وسع توصیف آن نموده و گفته استعار گردون پدر هست و مادر ارکان و فرزند
 به از پدر صفهان و محکم جو بیای دوستداری و در کنگره اش فلک خضاری و پر پیچ و خمست از آن
 حصارش و کاندز شکست روزگارش و چه شرق و چه غرب را در و جای و یک کوچ گرفته هر دو ما و
 از نهایت لبط آن معظم و صد وقت در و شود بیکدم و یک خانه طلوع با داد است و یک کوچ شب سیاه
 ز او است و صد بار بر اوج سر کشد مهر و کش جائے دگر نهان بود چه در زان آب و هوا بتبارک است
 کافشاده دوست جان آگاه و فطرت گل کس میوی خارش و ادراک گیاه کشت زارش و بر درک
 این جهان حکمت و یونان باشد گدای فطرت و هر کوچ معطی ستاده و هر کام فلاتنی فتاده و یانار
 بکان او خردمند و هم عقده کشا و هم رصده بند و او باش محبط آفرینند و اطفال شفا آسین
 انبار بهشت اگر چهار است و خلعت که نهرا و نهرا است و تا آنکه از آسیب عین الکمال و حادث
 روزگار بآن معظم از خروانی و ویرانی و پراگندگی ساکنان و دودمانهای قدیم رسید **مشعر**
 والادان کفکایوما منیبنا و سوار علیهما ان نخور و لغدلا **مشعر** از روی یار خروانی ایوان بنیم
 بهی و ز قدان سرو سی خالی هم بنیم چین و بر جای رطل و جام و کوران نهاد دستندی و بر جای
 جنگ دمای و آواز ناخست و زغن و بنوا قصور و فی تحت اثری سکنوا و مابل ملهم بگویم کفن
 و هنوز هم که خرابی آن مصر جامع بنصا کمال رسیده بهترین معمور بای عالمست کسی که اوضاع
 سالیانه آنرا مشاهده نموده باشد چون بآن و بار و آید چنان پندارد که چنبره کاسه نشده و
 طغیان تعدی و نیزان ظلم عادلان اندک بستی گیر و بکثر مدتی بدرون و حالت نخستین باز آید و از
 اطراف جهان محیط رحل رحال شود و عمر و العدل و الانصاف مجمل و الدم حوم بالهوق
 ملاقات برادر و دودی الارحام را ده رفیق بلا هجان از خاطر سر بر زد و مرا همراه گرفته با تصویب
 نهضت نمودند و در هر منزل بعد از نزول آیهات شرح تجرید و زبدة الاصول را در دست
 ایشان می خواندم و از افاضل و اعلام که در آن سفر ملاقات شده فاضل محقق میرزا حسن
 خلف مرحوم مولانا محمد الرزاق لاهیجی و در دار المؤمنین قم که موطنش بود در سن کهولت

وادار حیات سعادت خدمت ایشان یافته ام در علم و تقوی آئینه بود مصنفات شریفه دارد
 چون شمع یعنی در عقائد دینی و جمال الصالحین در اعمال و رساله تقیه و غیر آن دیگر از افاضل
 حاجی محمد شریف بودیم در آن بلده بخدمت ایشان رسیده ام حاوی فنون و مشربلی بغایت صافی و
 ذوقی کامل داشت دیگر از افاضل سید العلمامیر محمد ابراهیم قزوینیست جامع معقول و منقول و از افاضه
 بود در دار السلطنت قزوین ایشان را دیده ام دیگر سید الافاضل میرزا قوام الدین محمد سقایی
 فاضله تحریر فاضله در فنون منقوله امام بود شعر عربی و فارسی نیکو گفته و بغایت ستوده حصال بود
 همدان بلده در آن صحبت ایشان نموده ام و این هردو سید عالیشان چند سال قبل ازین در
 بودند و در گذشتند بالجمله چون فضول بلا بجان روی داد در منازل قدیمه نزول و بخدمت عم عالمقله
 و سابل افاضل و اعیان و مستعدان آند یار رسیدیم قریب یکسال در آنجا بسر رفت و جمعیته
 تمام داشتم و والد مرحوم بخدا کرده و مباحثه مشغول بودند و در آن مجلس از مستفیدان بودم و با ایشان
 و الدرس خلاصه الحکامات و خدمت عم مرحوم استفاده نمودم و گاهی بمواضع دلکشا و منظره
 آن ولایت بسیر و تفرج رفته مکانهائی و لککشی بنظر میرسید و صحبتهاے خوش روی میداد مجموع
 و ولایات گیلان خاصه بلده لاسپهان در سبزی و خرمی و معموری و وفور گل و لاله و کثرت میاه و انهار
 و تشابک اشجار و انهار گرم سیری و سرد سیری در لایح مسکون بے عدیل و نظیر است عالت
 جدا که مشابه آن یافت نشود شهرهای معتبره معموره و عمارات عالیه مزینه و قلاع مینیه دار و
 و از قدیم الایام باز همیشه معمور و مسکن سلاطین ذمی شوکت بوده اغلب در میانه سه پادشاه
 صاحب دستگاه انقسام داشته هوایی در غایت رطوبت و اعتدال دارد و حسن معیشت و
 تنعم خلقش بدرجه کمال و از اکثر ممالک عالم ممتاز است در جمیع ماکولات و اقلام
 لمبوسات و اصناف ضروریات آن ملک را هیچگونه حاجت بخارج نیست و آنچه در اکثر ممالک
 حاصل و هیان نمواند شد آنجا میسر و سهل الحصول و بے قدر و بهیاست در اکثر پیشه های آن
 از تراکم اشجار مجال عبور طیور و وحوش نیست و قوت نامیه بحدیست که یکقطعه سنگ در کوچه ها

کف خاک و صحرای آن که ساده از گل و گیاه و اشجار باشد نتوان یافت و از کثرت درختان بنجران چون شمشاد و آراد و نارنج و ترنج و امثال ذلک همیشه کوه و صحرا زمردی قامت و شوارع بلاد و قصبایش با وجود از دامپایه و سوار همیشه پر گل و گیاه کثرت مکانهای خوش شکار گاهش از قلعه بیرون و اقسام صید بری و بگری آن از حوصله شما را فرودست مردمش پوخور و کاه و بنهر مشهور و بهر نیزگاری و غریب پروری معروف اند همیشه آن دیار مشحون بدانشمندان و اعلام روزگار بود اما چون قریب بساحل بحر خزر واقع شده اغلب اینست که پس از قریب سبب عفونت هواست دریا علت و یا کم یا بیش در آن بلاد سراسر نموده جمعی تلف میشوند در طوبت هوایش نیز چون زیاده است بنوعیکه شب از کثرت شبنم خوابیدن زیر آسمان و شوار است بسا باشد که طبع مردم بیگانه زیاده ملائمت نکند - باجمعه و الدرم حرم بعد از دیدن یاران و تشییع اراضی املاک موروثی عازم معاودت باصفهان شدند و در خدمت فیض یاب بودم و در عرض راه رساله تشریح الاطلاق و چند چیزه در سبب تعلیم فرمودند تا باصفهان رسیده در آن بلده باز بشوقی تمام و جدی موافق بذاکره و مباحثه مشغول شدم روزگاری بجمعی و آرام داشتم و در مدینه فاضل تحریر میسرزا کمال الدین حسین فسوی با استفاده تفسیر بیضاوی و جامع البحار طبرسی و امور عامه شرح تجرید پروا ختم فرمود مولانا فاضل حاجی محمد طاهر اصفهانی که محدث و فقیه زمان بود کتاب استبصار شیخ طوسی و شرح لمعه و مشقیه قرائت کردم در آن زمان صیت ذاتش قدوة احکام شیخ غایت است گیلانی رحمه الله در اصفهان ماباده مشغول بود و یا الدرم حرم دوستی داشت مرا خواست استفاده ساخت در خدمت ایشان منطق تجرید که از نقاش کتب منطق است با کتب سیمات شیخ الرئیس شروع نموده بانجام رسانیدم تا آن حکیم دانشمند در اصفهان بود نسبت استفاده در میان بود پس عازم گیلان شده در قرظین رحلت کرد و از تلامذه میر قوام الدین حکیم مشهور و در حکمیات و سائر فنون استاد و حاوی ناظر حکما بود در تحصیل مراتب عالییه ریاضات عظیمه کشیده ذوق عجب و ملکه قوی داشت فقهائى ظاهر چون مورد انتقائش بودند چنانکه رسم ایشانست

نسبت این ببقائے حکماء و انحراف از شرع تعقیب میدادند و حاشا عن الانحراف پس بخدمت سید المتبحرین
 امیر سید حسن طالقانی رحمه الله که از عالم علماء اکابر عارفان بود رسیدم کتاب فصوص الحکم شیخ
 عربی مبارک می فرمود با استفاده مشغول شدم و شرح هیائل النور نیز در خدمت ایشان خواندم
 شفقت عظیم بمن داشت در بیچ فتنه از علوم که استحضارش بکمال بنیاد مسائل حکمت را با مشاهدات
 صوفیه انطباق داده علوی عظیم در اظهار مراتب ثلاثه توحید داشت قوت تقریر و مبارکداشت
 بنیاد بود که احدی از اصحاب جبل را نزد او یارائی سخن گفتن نبود و خلاصه و استفاده فقیر
 و شفقت ایشان استوار بود تا در اصعبان رحلت نمود بعضی طلبه طاهری را نیز غائبانه ببقائے
 غیر مستفاده از شرح اقدس نسبت می دادند و الناس اعداء ما جلوا و از انفاصل روزگار
 در آن بلده مرحوم آقا جمال الدین محمد خاکنساری ولد اکبر علای آقا حسین طاب شراف بود و از
 غایت اشتہار بے نیاز از توصیف است فقیر اگر چه سعادت استفاده از ایشان نرسیده ام
 لیکن مکرر شرف حضور مجلس ایشان در یافتہ و در سن قبولت با صعبان رحلت نمود و دیوار
 والد خود مدفون گردید روزگار بے بافاده و عزت و احتشام گذرانیده لغایت مقدس و حمید
 خصال بود دیگر از علمائے عالم ایشان اخوند مولانا محمد گیلانی مشہور بسراب بود و بے اند محبت بدین
 عصر و صاحب ورع و زہد تمام و مدتها بود که در اصعبان متوطن شده با فادہ مشغول روزگار
 مہیاداشت با والد مرحوم ایشان را الفت و صداقتی خاص بود مکرر فقیر بخدمت ایشان رسید
 و تحقیق مسائل نموده در کبر سن رحلت نمود و در آن بلده مدفون شد و در آن اوان فقیر را تحصیل
 علم طب میل افتاد قدری از کلیات قانون و بعضی مقاصد آن فن را نزد جالینوس الزمان حکیم
 مسیحائے مشہور که طبیبی دانشمند معرب بود و بمعالجہ مرضی و تعلیم اکثر اطباء آن شہر بے پرداخت
 استفاده نمودم شب ببطالہ مشغول بودم وقت سحر والد علامہ رحمانہ نزد من آمدہ بنشست
 و از اطراف من کتابهای طب بود و با بنها مشغول بودم چون سوال نموده معلوم شد که بآن فن مشغول
 مرا از انہما بہتمام و غرور و ان منع فرمود گفت اگر کسی را اعتماد بفرصت باشد آنچه طلبد رواست

اما ترا آن یقین واعتماد بطول مدت عمر کجا حاصل آمده من ینیم که نفس تو بدن ترا می خورد و میگذارد چنانچه شمشیر
نیز نیام خود را می خورد و چنین شخص طویل العمر نتواند بود پس در اینجا همست کجوش این گفتم و مرا نوازش و دعا
نموده برخاست پس از چند ساعه بخدمت فاضل محقق میرزا محمد طاهر خلف میرزا ابوالحسن قاضی که در ریاضات
و ادوا سط حکمت نادره زمان بود در فست مدتی بتحصیل و تنقیح رسائل مبات و شرح تذکره و تحریر افلیدس
و تحریر محبیطی و قوانین حسابیه پرداختم و فاضل مذکور ناده سال قبل ازین در حیات بود و رحلت نمود پس شوق
ما بطالع بر مسائل و حقائق او بآن مختلفه و اصحاب طلل پدید آمد و با علمائے لمبقة نصاری و پادریان ایشان
که در اصغیان جمعی کثیر بودند آشنا شدم و مقدار دانش هر یک آزمودم یکی در میان ایشان امتیاز داشت
و ادرا خلیفه آویش گفتند عربی و فارسی نیکو دانسته و منطبق و بلند سر مر لوط بود و بعضی کتب اسلامی
نیز بمطالعه اش رسیده بود و شوقی بتحقیق بعضی مطالب داشت و از خوف و عدم الثقات علمای اسلام
آبان طبعه از مقصود خود باز مانده بود صحبت مرا منتقم شمر پس از چند ساعه که از صفات و انصاف من آگاه
شد اخلاص و محبت استوار پیدا کرد و من انجیل از او آموختم و بشرح آن پله بردم و تحقیق عقائد
و فروعات ایشان بواجبی نمودم و بسیار از کتب ایشان را مطالعه کردم و او نیز از من گاهی تحقیقات
مینمود و مکرر بتقریرات مختلفه حقیقت اسلام را بر من تمام کردم و او را سخنی ننماده مگر من شد لیکن توفیق
هدایت بظاہر دریافت تا وفات کرد و در میان پیرو و سکنه اصغیان که از عهد موسی علیه السلام
بر عزم خود ساکن آن شهرند شعیب نام عالم ایشان بود او را مطمئن ساختم و بمنزل خود آوردم و از
توریت بیا موختم و ترجمه آن را نویسانیدم و از حقیقت آنچه در دست ایشان است آگاه شدم لیکن
آن طبعه را بغایت عذیم الشور از تمیز فکر بیگانه نیافتم غیاوت تصلب ایشان را در جهل پایانی نیست
و همچنین باختلاف مذہب اسلام پرداختم و کتب هر فرقه و سخنان هر یک را پله بردم و منصفانه و مستقام
ملاحظه کردم و از هر فرقه هر جا کسے مییافتم که ربعلی بذهب خود داشت ما او صحبت میداشتم و استقام
مقاصد و سخنان او مینوادم و درین دادی مرا با ارباب آزادی مختلفه آن مقدار گفت و شنود روئے
داوه که خدا سے دا ند در ضمن این مشاغل کتب متداوله را دروس میگفتم و حواشی و تعلیقات مینوادم

استعلام و توفیق را در حقایق ادیان مختلفه و آراء مخالفه

نیز به شمشیر

و بتقریبات رسائل منفرده در تحقیقات مختلفه تحریر می نمود و اکثر را اول بنظر فضلاء آن فن رسانید
 ام اطمینان حاصل می کردم و همه مورد تحسین می شد و از برکت تائید آتی تا این زمان هرگز نشد که در قسمتی
 از مصنفات من ستمی و خطائی ظاهر شود من الله التائید و به الاعصام و دوران ایام از حوادث و واردات
 غریبه جذب حسنی و شیوه زیبا شمایلی بود که دل را شیفته ساخت **مستطوم** بنود می نشانے ز جمال
 دوست لیکن بی دو جهان بهم برآید سرشور و شیرندارم بی زادیه نشینان کاخ دماغ را طر ف شوی
 در افتاد و از دل بیقرار فتنه و آشوبی برخواست بعیت ما را اس سحر در سر میخانه نهادیم بی اوقات و
 در ره جانانه نهادیم بی درخمن صدر ابد عاقل زند آتش بی این داغ که ما هر دل دیوانه نهادیم بی
 غنچه لب دل شوریده حال بگل با نگ بلند این پرده سرانیدن گرفت اشعار فاش می گویم و از گفته
 نمود و نشاندم بی بنده عشقم و از سر و جهان آرا دم بی نیست بر لوح دلم جنائف قامت یارب حکم حرف
 بر یاد ندادم استاد به طرف ترا نکر دل افتادگان و خاک نشینان آن سرکوی از چند و چون پر فن
 بود این بیت و در زبان من نظم ای گل نه همین معرکه من بتو کمرست بی هنگامه بصد سوخته خرمن بتو
 اگر هست بی شبی با حبیبه از یاران موافق و دوستان صادق بی غنی رفتم مولانا علی کو ساری اصفهانی
 خطاط مشهور که جامع کمالات صوری و معنوی و نادره روزگار بود و در حسن صورت و سرانیدن اندک
 ثانی معجزه داد و دی حاضر بود نیم شب پرده ساز کرد نخست این بیت خواندن گرفت **فر و امشب** بیا
 تا در چنین سازیم پرچانه را بی تو شمع و گل را داغ کن من بلبل و ویرانه را بی این سوخته را حالی پیش
 آمد که تقریر نیست هزار بار کالبد عنصری را سلطان روح تهی ساخته باشد و تا صبح ترانه او همین
 بود می گفت و خاموش می شد و پس از لحظه همین سرانیدن می گرفت پس از چندی مرا عارضه
 صعب پیش آمد شبی جمعی در مفاصل پدید آمد و صبح شدت نموده تمام مفاصل بدن مرا فرو گرفت
 و از حرکت باز ماندم جمعی را طبیب عاجله آمدند و تجویز لقرص و آتش میدن خوب چینی کردند بر من بسبب
 هجوم هجوم و احزان دستوار بود و از جمله اطباء میرزا شریف خلف حکیم جلال الدین مشهور که از مذاق
 اطباء و مجلای علم و صلاح و آراستگی داشت تقهید معالجه بدیرات دگر نمود و مشغول شد دوسه روز

ساخته اخبار نفسانی

ساخته اجمالی

چون برین بگذشت طیب منور بود بهمان آزار قبلما شده بر بستر افتاد و من در آن حال غری گفتم که
 مطلع آن اینست **شعر** بحر مثنوی اگر کشتی مرا ممنون احسانم با کناره زاهدی در دبار بیت حیرانم با
 و ازین غزل است **اشعار** کتابت عشق لوح دل بود در کتبته بهیچ نکر کوی لب طرین کشیدی خط بطلانم
 پس از دو ماه حق تعالی انزال و حج بمن شفا بخشید و ما از تعلیم و تعلیم پرورانم در آستانه آزار چون معطل
 مانده بودم شعر بسیار گفتم و قدرت بر نوشتن نداشتم و مگر آن می نوشتند و آن اشعار را الحق دردی و
 اثری و دیگر است پس اشعار یک از بدایت تا آن آواز جمیع آمد بود و فراهم آورده دیوانه مرتب شد
 مشتمل بر قصائد و مثنوی و غزلیات و رباعیات تخمیناً هفت هشت هزار بیت و آن دیوان این کس
 است و در میان مستعدان متداول شد و در غبت بگفتن و صحبت شعر افزونی گرفت و شعر درست سخن
 و مذاق من طرفه تاثیر بود و از انهد موز و نان و سخن در آن که صحبت ایشان دریافته ام یک کس دیده ام
 که جمیع اطوار و عوالم شعر فارسی چنانکه باید میرسد و حق سخن سخنی ادای توانسته کرد و گیر تا این زمان
 دریافته ام و می میر عبد الغنی تفرشی است از احفاد فاضل مرحوم میر عبد الغنی تفرشی کمیند میرزا
 ابراهیم همدانی مشهور که در عهد شاه عباس ماضی از مستعدان بوده و در گذشت با بجمله این میر عبد الغنی
 که از دوستان و معاشران فقیر بود بمصنوع الولد المحرم لیتدی یا بایده الغریب و صاف کلمات آراسته
 صلیقه نهایت استقامت و فطرتی بغایت عالی داشت اکثر متداولات علمیه را طبع نموده در شعور
 و ذکا و ذوق و وجدان آید بود اگر چه شعر بسیار کم گفتی چنانکه محبوب افکار را بکارش بیکصد بیت نزد
 اما چنانکه باید گفتی منان و حلاوت و کیفیت سخنش را نصیبتی با بنگنان نبود و در نکته پروری و در سخن
 ری بنظر او رانده ام تا او در حیات بود فقیر به ذوق سخن سخن او شعر بسیاری گفتم و او را باین عظیم الفقه
 بود این رباعی از ایشانست **رباعی** عمری بره و فاش بهیم عبت : دل جز تو بد گریه بمی نیم عبت :
 تا آنکه در شباب با صفتان در گفت و داغ فراق بر دل احباب گذشت اللهم اغفر له و اجعله
 عندک فی اعلیٰ علیین پس تقریب نهضت چند کس از دوستان و یاران آنرا ده بصوب دارالافتاء
 شیراز مرحوم شوق و بدن آن یلده گریبان گیر شده بعد از انتماس اجازت از والدین روانه

دیوان اول عالم

در خلاصه میر عبد الغنی مرحوم

آنضوب شدم و بآن بلده رسید صحبت افاضل واعیان و مستعدان آنجا دریافتیم و بآن سرزمین
 مرا النبی الفتی پدید آمد و تا بوده ام وقت من جوشن بوده دارالملک شیراز از بلاد معتبره فارس
 و تا بوده چه در اسلام و چه پیش از اسلام مجمع و مسکن افاضل و موبدان بوده اگر چه در آب و هوا
 آن قوت و لطافت چندان نیست اما باعتدالی است و بغایت معمور و موفور النعم و مدارس و بساتین
 در آن بسیار و کوشنهای بکیفیت دل نشین دارد شیخ سعدی شیرازی فرموده منظومه اگر مصر و
 شام است گریو بجزر همه روستا نیست شیراز شهر به بالجه مولانای اعظم استاد العلماء مولانا
 شاه محمد شیرازی رحمه الله در آن شهر بود بسماع کتاب اصول کافی در مدرسه ایشان مشغول شدم
 و اکثر اوقات شبانه روزی در خدمت او استفاده میکردم و نسبت بمن اشفاقه عظیم داشت
 و افاضل مذکور از نوادر روزگار بود متبعی عظیم و حفظه قوی و عمر طویل داشت ادراک صحبت بسیار
 از علما و اکابر عرفا نموده اکثر ممالک عالم را دیده بود و در تحصیل مراتب عالی و تکمیل نفس ریاضتها
 کشیده بمباشه و اولیا اخلاصی عظیم داشت بغایت ستوده اخلاق کریم ذات بود قریب بیکصد
 یومی سال عمر یافت و همه را صرف نشر علم و حق طلبی و خیرخواهی عباد نمود و چند رساله در حدیث
 حکمت و تصوف از مصنفات اوست تا آنکه بعد از چندی از درود بآن بلده رحلت کرد و دیگر از افاضل
 آن شهر مولانای محقق جامع المعقول و المنقول اخوند مسیحی فسوی علیه الرحمه بود و بتدریس اشتغال
 داشت و عظیم تلامذه آقا حسین خوانساری و قدوه فضلای عهد و بخت ذہن و سلیقه و تبحر
 در جمیع علوم اشتهار داشت و منصب شیخ الاسلامی فارس بخد مشر رجوع و مدتش مجمع طلبه
 آفاقی بود مدتی در خدمت ایشان بذاکره و سباحه پرداختم و طبیعات شفا و آئینات شرح اشارات
 و توشیح قدیمه و جدیده و غیر آن استفاده نمودم آنکه ببلده فسار فقه بر حجت ایزدی پیوست و بحق
 از اکابر فضلائ عالیان بود فکر رسا و سلیقه مستقیم و طبیعت شگفته داشت در شعر فارسی
 و عربی نهایت بلذات و ابیات غرادر میج امیرالمومنین علیه السلام دارد و بغایت طبع گفت و ور
 فارسی اشعارش لکنه شوخ دارد معنی تخلص ایشانست منظومه شکر مگر سوزیم آن دشت را

رحلت اتم و در اصفهان بمذاهب شیراز و در بعض دیگر از اساتید اعلام و افاضل کرام

مستیش بران داشت که گرد یکبارگی از تربیت آب حیاتی گل رویش بد فر داشت که آن سبب ذوق گشته گلانی
 دیگر از ایشان فضلای آن بلده مولانا لطف الله شیرازی رحمه الله بودی از فحول علما و تلمیذ فیاض عارف
 مولانا محمد حسن کاشانی رحمه الله بود بخندمت ایشان رفته مدتی با استفاده حدیث و معارف دیگر گذشت
 و بعد از گزرا نیدن کتاب وافی که از تصنیفات ملا حسن مرحوم است اجازتی مفصله بحجت فقیرم قوم فرمود
 بود تا آنکه در سن کهولت در گذشت و دیگر از افاضل آن دیار عارف معارف مولانا محمد باقر شهریه صوفی
 بود بغایت دانشمند و عرفانی بکمال داشت در خدمت ایشان کتاب تلویحات شیخ اشراق و قدری از
 قانون خوانده ام بهر آن بلده بعالم بقا پیوست و دیگر از اعلام آن مقام شیخ محمد امین شیرازی بود بحلیه
 علم و سدا آراسته مکرر با ایشان صحبت داشتم بعد از افاضل مذکوره در حیات بود و در گذشت از افاضل
 و معارف آن شهر جامع الفضائل مولانا محمد علی مشهور لبیکالی بود موجدی دانشمند و مدرس مدارس
 شیراز و در فنون علم مهارت داشت و از تلامذه مولانا شاه محمد و اخوند مسیحایی فسانی و دیگران بود
 نسبت ارادت بسلسله مشایخ درست نموده در لباس ایشان میزیست بغایت عالی فطرت و صفاتی
 طویبت و خجسته اخلاق بود و قبولی عظیم در دلها داشت پیوسته دوستی و مصاحبت با فقیرم نمود
 تا آنکه در استیلائی افغانه بشیراز در چه شهادت یافت شعر بغایت نیکو گفتمی این چند بیت ثبت شد
 منظر موهوم دو عالم را جزای قاتلی من ده حدیسن که بس باشد چنین ذوق شهادت خونهای من
 بدن مصر و هوا فرعون و دمان فتن من موسی خیال و و بها سحر دلیل من عصائی من چو نفی نفی
 اثبات است از مردن منیر سم بغای من چو شمع کشته باشد در فانی من گذشتن از سراب سحر
 دامن چندنی دارد ز آب بیفت دریا تر نگر و دشت پائے من در نظم اشعار شکیب فخلص اوست
 و دیگر سید السادات و الافاضل میرزا مهدی نسایی بود منصب شیخ الاسلامی بایشان مرجوع شد و
 بغایت جلیل القدر و سلسله ایشان در آن بلده بکمال حب و نسب مشهور اند با فقیرم محبت و الفت
 تمام داشت و اولاد و اتفاد آن سلسله همه از مستعدان و معاشران من بودند و آن سید عالی شان
 نیز در فتنه شیراز بدرجه شهادت فائز گردید و هم از مستعدان سکنه شیراز که با من انس تمام داشت

میرزا ابوالطالب شوشانی بود سلیقه درست و اخلاق ستوده داشت بصحبت مسعدان و مذاکره علوم
 و عبادات میگذرانید و بعد از حرکت فقیر از آن ولایت با صنفان تادریحات بود همیشه ابواب مصاوقت
 و مکاتبات مفتوح داشت و بسیار سے از اشعار فقیر را جمع نموده بود و قتی در صنفان کنولی اتر رسید
 و در ضمن آن سوال از جمال الدین عبدالرزاق اصفهانی پسرش کمال الدین اسمعیل نموده و خواهش محاکمه
 در شعر ایشان که آیا سخن کدام یک رحمان دارد فرموده و در آن مکتوب مسطور بود که در میان جمعی بر سر
 این ترجیح مکابره است و طرفین رضا محاکمه تو داده فقیر جواب اول نوشته این قطعه منظوم و در مر اسلمه
 مندرج ساخته با و فرستادم قطعه دوس از بر باری که دلم شیفته اوست و در شرح کمال خروش
 ناطقه لالت و آمدیم بر قاصد فرخنده سروشی و مانا نموده غریبی که مگر آب زلال است و نشرش توان
 گفت که سلکیت زگو بهر سطر از آن در نظرم عقد لالت و بکشودم و بر خواندم و بنجیدم و دیدم و
 کز بنده ره می چال آن نامه سالت و کامر و زورین ناحیه عاشق سخنان را به غوغا لب شعر جمال است
 کمال است و القصه درین سنه باران دو گروه اند و در حجت ترجیح یکے زین دو جدال ست و این
 شعر بر آورده آن شعر سپهر را بکیوشد این مشغله امر و زو سالت و راضی شده اند آنهمه یاران
 مجادل و کز کلک تو حکم که رسد و می مناسبت و بکشد پای پانچ سنجیده پر خویش و سیم رخ خیالم
 که سپهرش تیر بالست و مجموعه آن هر دو بدقت مگر ستم و مگر گفتن نتوان سحر حلاست و دیدم که
 هوات و قلم آن دو شهنشاه و در مملکت شوکت شان کوش و دالت و آن هر دو بفضل آیت و
 برهان بلاغت و در حمله آن هر دو بر نیراد خیالت و غرایب مطلعین آن مهر سپهر است و سیرانی هر
 مصرع شان تنغ مناسبت و شعر شعرائے که فریبند بالیشان و نسبت بکهر سنجی آن هر دو سفاست و
 در چنگ بران قوی پنج قلمها و پر پیچ و غم از خجلت آن هر دو چونا است و جمیع آنهمه اتفاق بلطافت
 کز نموده پیش و مشان غاشبه بردوش شمالست و هر صفحه زشکین رقم آن دو گهر سنج و چون عارض
 خوابان همه خط و همه خالست و اما چون کسی دیده انصاف کشاید این مطلع من آئینه شاد هالست و
 در شعر جمال ارچه چال و چالست و اما نه نریای آبکار کمالست و لفظش بصفا آئینه شاد و معنیست

معنی بشکوهیت که طفرای جلالست هرگز سر بسته ز نافه شکست : هر نقطه او شوی از چشم غزلست
فیض رقتش از تن غیب سر و شست : بد قلمش و راقی فضل هلاست : صد بار در سر تا سر و پویش گدتم
لیست که سر تا بقدم غنچ و دلاست : و ربوזה گرمی بخواریند حریفان : این رنگ ابر قلمش بجزوالت
استاد سخن گر چه چالاست : لیکن تکمیل همان طرز و روش کار کمالست : تحقیق در احوال و داستان و خبرین
این است که تقسیم و جزاین محض جدالت : ما سه همایین بوده که خلاق معلی : آخرت خطاب و از صحت
کمالست : معیار کمال من و بامن و گران ما : در پله میزان خود اندیشه و بالست : این نامه نوشتم بشب
هفتم شوال : ماه این دینار و صدوسی و دلبالاست : و در دارالعلم شیراز بسیار از مستعدان
و اهل عرفان یاسن معاشر بودم که ذکر ایشان موجب اطباء غطیمست و هوای آن بلد یا داغ نرفت
تمام دارد چنانکه هر چند کسی بجزا کرده و فکر دقیق بر داند و ملال حادث نمیشود و در ایام اقامت آنجا مطالعه
و مباحثه بسیار کردم و آنقدر از کتب مختلفه و فنون متنوعه بنظر دقیق در آمد که احصای آن غیر است و کلام
بگوشتها و لاشین و مکانهائی خوش بفرج رفته با احباب صحبتها که بقیض مبداء اتم روزی در یکی از آنها
شریفه آن شهر نشسته بودم که حال غریب مشاهده افتادم : دیدم میرفت سرا پا عربان و نبرد دست خود
کار داشت و بوقت تمام بر افلام خود میزد و خون از او جاری بود زخمهای کاری بے شمار بر تن و سر و
خود داشت و همچنان در آن کار بود و هر زخم که بر خود میزد ظاهر میشد که راحت و لذت پیدا بدو صلاحی نیکفت
از حال او پرسیدم گفتند اسمعیل نام دارد کیسه عاشق بود او وفات یافت چون این آگاه شد بهوش شد
چون بخود آمد مجنون شده بود و جامه بردید و کار و با گرفت و چند روز است که درین کار است گفتیم چرا
کار را از دست او نمی ستانند گفتند قوتش بحدیست که کار را از دستش بیرون کردن بکایت مشکل است
و چندین کس او را افکندند و خواستند که کار دیگری بر عجز کرد و حالته مشاهده شد که گفتند اگر کار دیگری
اینهمه بخطر خواهد مرد پس او را وا گذاشتند و عجیب تر اینست که زخمی که صحیح بر خورند اگر دیگر باره بجزا
موضع نزنند بوقت عمر التیام پیدا بدین شخص حالی او شدیم بعد از سه روز در بیرون شهر کار کرد
بر پهلوی او رسیده احتشای او قطع شد و بنقاده جان تسلیم کرد **رباعی** : آنانکه غم عشق گزینند

در کوی شهادت آر میدهند همه؛ در معرکه و کون فتح از عشق است؛ با آنکه سپاه او شهیدند همه؛

پس از شیراز بحال بیضا فارس حرکت کردم و در آن محال درین زمان شهری نمادداشتی است برقرار
معموره بسیار و در خوشی آب و هوا ممتاز است مکانهای بکفیت و شکارگاههای خوش دارد مدتی
در آن حدود ماندم و در آنجا بود سید فاضل ادیب حبیب جلیل نحرر صدرالدین سید علیخان بن سید
نظام الدین احمد بنی رحمداد و از احفاد استاد البشیر امیر غیاث الدین منصور شیرازی علیه الرحمۃ است
فاضل جامع و در علوم ادبیه یگانه روزگار بود شعر عربی را به بلاغت و متانتی که باید گفته و صاحب بیان
است و در سنجیدن و فاکت شعر عربی شل او ندیده ام و از مصنفات اوست شرح مبسوط بر صحیفه کامله و
کتاب بدیع و غرر البغایت علی بهمت و ستوده صفات - و البقی نادره روزگار بود از مکه معظمه باصفهان
آمد و از سلطان مغفور احترام یافت منصب صدارت را داده نقولعیس با و داشتند خواهندگان آن
منصب کوششها کردند و وسیله را برای گنجینه علوم بهمت آن سید عالیشان از معاهد دیباطلبان پهلوتی
نموده بشیراز و بیضا رفته عزت گردید تا بر حجت این دی پوستان قصه چند روز بصحبت ایشان فیض
شدم و ابروت و عاطفه تمام بمن داشت و حاجی نظام الدین علی نصرتی را انحال متوطن بود نزد من آمد و بجا
شرح تجرید و استیصار حدیث پرداخت در میان کلامت عظیمه پدید آمد و او بغایت حمیده خصال و عالی
فطرت و از دنیا گذشته و جهان دیده بود من حاشیه بر امور عالمه شرح تجرید و رساله تحقیق غناد رساله
منطقی را در آنجا نوشته ام و در آن محال دانشمندی از محسوس بود که ویرا دستور گفتندی و عادت محسوس
که علماء خود را دستور خوانند با من آشنا شد و تحقیق اصول و فروع و اخبار آن مذهب انجمیدانست از
کردم بذهیب خود آگاه بود طبیعت تقیم و زهدی بحال داشت و از آنجا بار دکان فارسی رفیق مولانا عبد الکریم
اردکانی را که از عباد و علماء و دعوت و صرف بود و در نجوم و ستکاری عالی داشت بدیدم و در معاشرت
و محبت بود و از وی استفاده بعضی غما مض کرده ام و در زبان اوان در سن نود سالگی بر حجت حق پیوست
و در آن قصه میر عبد الباقی اصفهانی که ساکن کاشان فیروز فارس بود بدیدم و مدتی معاشرت بود و سید صالح
ادیب محدث فقیه بود و تنج بسیار داشت در آن اوان رساله در موازین نوشته بود و بنظر فقیر رسانید

حرکت از شیراز بیضا - در کوی شهادت آرمیدند همه؛ در معرکه و کون فتح از عشق است؛ با آنکه سپاه او شهیدند همه؛
رفیق از بیضا در دکان شیراز

بغایت متعجب نوشته بود و از اینجا باز پیش از معاودت کردم چون در بین مطالعات کتب مختلفه نادره و
 تحقیقات شریفه و فوائد جلیله نفیسه دریافت میشد که همه وقت نظیر بر اینها میسر نیست و کمتری را از متبعین روزگار
 حاصل میتوان شد و بخاطر قاصر نیز بسیار از فوائد و نکات شریفه تحقیقات عالیه متفرقه میرسد خواستم که
 مجموعه مرتب سازم که مشتمل بر نفائس و نوادر باشد و بر جوامع مشهوره افاضل سلف راجع آید پس شروع
 در تحریر آن کردم و بحدوده العمر و موسوم ساختم و بتدریج آنچه لائق سیاق آن بود در آن مندرج می شد سفر
 فارس مقداره از آن نوشته شد و هم چنین تا ابتدای سال خمس و ثلاثین مایه بعد الالف تحینا بهفت هزار
 بیت رسیده بود که در آن سال ساخته اصفهان رو داد و با کتبخانه فقیر و آنچه بود بغارت رفت و مرا
 بر تلف شدن آن نسخه تاسف شد چه اگر انجام می یافت و بنظر افاضل جهان میرسد آن را لائق ذخیره
 خزائن سلاطین قدر شناس می یافتند باجمعه از شیراز ببلده فسا که از کمرسیرات فارسیت رفتم و از اینجا
 عزم بلده کارزون کردم در آن حدود حقیقت حال عارف ربانی فدوه الکاملین شیخ سلام الله شولستان
 شیرازی که در آن حدود از اهل طایفه گزیده در کوهی مقام گرفته بود در یافتیم و بخدمت متش شتافتیم و از آنجمله
 تصور حال کبرای او لیا نموده بودم در جهان نشان ایشان کمتر یافت شود و از ایاده یا قسم سلسله شتای
 و س تا بمحروف کرمی قدس السداد و اجمعت مسقط النظام بود باجمعه چندی در قریه که قریب بان مقام
 بود توقف داشتیم در روز نادر اک سعادت خدمتش میگردم تا آخر ادرات و اخلاص مرا که از صفای طبیعت
 بود قبول نمود و شفقت و عاطفت که بماند فرمود چند شبانروز در همان مکان بسر بردم و تمنا آن بود که در
 همان مقام ایام حیات بگذرانم رضانداد و از اینجا بنوازش بسیار رخصت فرمود تا این زمان توفیق حصول
 سعادت را اگر میسر شده باشد از بركات بهمت در نظر اشفاق آن بگانه آفاق میدانم و زبان باین مضمون
 ناطق است **منظومه** هر چند پیر خسته دل و ناتوان شدم بهر گریه و روی تو کردم جوان شدم به آنروز
 بر دلم در معنی کسوده شد که کسان کنان در گریه میغان شدم به پس بکارزون رفتم از اعیان آن شهر
 خواجها و احباب حجام الدین کارزون یزد ویرا از جو انحرادان روزگار دیده ام و با من دورتی تمام داشت
 و از طلبه آن شهر مولانا محمد یوسف عارف کارزون بود و میراث متداله مربوط و خطی بغایت نیکو داشت

مراجعت بشیراز

سفر از شیراز به فارس

در شیخ عارف شیخ سلام الله

تخمین ده فرسنگ و عرضش چهار فرسنگ است به نخلستان و معمور است و کثرت مردم بسیار و انهار نوش گوار دارد اما هوا بیش لغایت گرم و بسبب احاطه دریا ناموافق است بیکشتی درآوده به بندر معموره کنک که بهترین سواحل فارس است رسیدم و از اینجا عازم سردسیرات فارس شدم و در آن سفر کمر ناحیه از مملکت فارس مانده باشد که ندیده باشم پس بشیر از آمده و خاطر بدان متعلق شده بود که ترک معاشرت خلق و سکنی در معموریا کرده و در یک از خیال که پناهی و آلی داشته باشد از دگر نیم و بانچه رزاق حقیقی مقدر ساخته باشد قناعت کنم و یکباره دل از الفت خلق و اوضاع روزگار متغیر و منزعز شده بود احوال دنیا را با طبع خود ملائم نموده یا فتم و می شنیدم که در کوچه عارس و چشمه و پیرند درختی مهبت بدیدن آن رغبت میکردم و غرم مقام در آن مکان میبودم آشنایان و پیوسته گان مانع نمی آمدند و الفت والدین و اخرا و محبت الشیان نیز مانعی قوی بود و در شیراز بودم که یکی از مرسلات و الدرم حرم رسید در عنفوان این رباعی نوشته بود **رباعی** در دل نرفراق خشکیها دارم به در کار زرجب بستگیها دارم به ما نیمه غم تو نه پیمان وفا به مسکن که جز این نکستگیها دارم به و در آن سخنان درج بود که دل الفت سرشت را به آمام کرد پس غم اصفهان کردم و برادر العباد پر روانه شدم در آن شهر جمیع از افاضل و مستعدان بودند و مردی نیکو خصال ستوده الطوار داشت و از بلاد افسسیه عراقست و در اینجا بود رستم جوئی مخیم مشهور کتب نجوم و حکم و اسلحه بسیار داشت و بهیات و نجوم و رمل و حساب و ضوابط صدیه ماهر بود با و صحبت بسیار داشته ام و رصدی که استمر مجوسی و سری و چهار هزار سال پیش ازین نوشته نزد می دیدیم و بنشر اجمالی درآوده تصور و نقض بسیار داشت بنا به ضبط حرکات را بر تارخ خلقت کیومرث که نزد الشیان ابوالبشر آدم عبارت از دست بناده بود و بزعم ده چهار هزار سال و کسری از آن گذشته و این خالی از غایت نیست چه جمهور متاخرین نجومی ابتدا به خلق البشر را این مقدار نمیدانند پس از آنجا عازم اصفهان شدم و بخدمت والدین و ملاقات اخوان و احباب رسیدم و این از نعمتهای گرانمایه بود و همچنین در مباحثه و تخریر مقاصد و مسائل عظیمه متفرق بودم و با مستعدان آن شهر معظم صحبت میداشتم در آنوقت والدین خواستند که تا بهل اختیار کنم و در آن مهاله داشتند و جمعی از اکفا و اعیان خواش به نسبت نمودند و مرا بسبب اشتغال و

و در اینجا

مک

و این

شوق مفرد بعلم رضایان بنود و آزار عاقبت فرصت پنداشتم و تجرد را بفرایغ و آزار دگی آنست یافته چند آنکه
 جهد نمودند را رضی کشدم پس بخدمت سلطان المحققین افضل الحكماء الراحمین المولی الاعظم و الجبار الاعظم
 منظر المعارف و الحقائق کمال علوم السوالف و اللواحق نجی الکلمه ابو الفضائل مولانا محمد صادق اردستانی
 علیه الرحمة که از متوطنین اصفهان و بندرس زمره از ادیبانی فاضل بی پروا و خست رسیده با استفاده مشغول
 شدم و از اساطین حکما بود و در آنها باید که مثل او کسی از دانشمندان بر خیزد زمین عاطفه بی پایان داشت
 و در خدمتش کتب مشهوره و غیر مشهوره حکمیه نظریه و عملیه بسیار خوانده ام و حق آن فیلسوف کامل بر من
 نواده استادان دیگر است و تا هنگام رحلت استفاده از خدمت الشیخان منقطع نشد در سال اربع و
 ثلثین و نماند بعد الا الف هنگام محاصره اصفهان بر حمت انیدی پیوست و در آن ادان رساله موسوم
 بتوفیق که در توفیق حکمت و شریعت است و رساله توحید کلام ندائی حکما و محسوس در مبداء عالم و وحاشی
 بر شرح حکمت اشراق و در تاریخ انجمن در رساله ابطال تنازع بران طبعین و شرح رساله کلمه التصوف شیخ
 اشراق و حاشیه بر البیات شفا و فرایدا الفوائد و حاشیه بر شرح بایکال النور و رساله در مدارج حروف
 و فرسانه تحریر نموده و غیر آنها از مصنفات بسیار و جواب متفرقه دیگر که از کثرت درین زمان متذکر جنگلی آنها
 ننویسم و استعاره کردان مدت و وارد خاطر شده بود باز فراهم آورده و دیوانه شد و تخیله را به هزار بست
 و این دوم دیوان این بمقدار است و ششوی میسم به تذکره العاشقین نیز در اصفهان شروع افتاد و قتلح
 آن امنیت منظومه ساقی زئی موصوفانه به ظلمت بر شرک از میانده با تیره دلان چو لعل کوه بود و در نیم
 شبان تجلی طوره درده که ز خود گران گیریم به بخورده آن یگانگی گیریم به مطرب دم و دلکش به کن به این
 تیره شب فراق طے کن به از صبح وصال پیموده برگزیده شام غم دور سحر گریه تا باز در هم این جدایی به گیرم
 سر کوئے آشنائی به ساقی قدحی به مغانده سر جوش خم شرابخانه به در کام خیزن تشنه بکن به نذر دل
 آتشین نسب بکن به تارخت کشم بعالم آب به آسوده شوم ازین پیت و تاب به مطرب نفست جلا جا به است
 بامرده دلان و مست میجاست به تنگیم چو خون مرده در لپوست به نشتر برگ فشرده نیکوست به دل مرده
 تن فشرده کور است به آواز نه تو بانگ صور است به آیین ششوی تخمین چهار هزار بیت است و متضمن

حکایتی است که منقول است از اسمعی که در طریق طائف سنگه دیدم بران این بیت نوشته بود شعر
 الایامعدن العشق باسد خبردا : ادا شد عشق بالفتی کیف یفصح و تمام قصه مشهور است باجمعه
 در اصفهان ایام بآرام گذران بود تا آنکه بتدریج سیح و عشرین و مائه بعد لائف والد علامه طباطبائی چنانکه
 گذارش یافت بجوار رحمت حق پیوست و از آن حادثه اختلافی در احوال پدید آمد و بعد از دو سال والد
 مرحومه نیز رحلت نمود جدّه مادری با جمعی و السیدگان در آن خانه ماندند و بهر دو سال برادر نیز تحصیل مشغول و
 بغایت اهل و ستوده اطوار و نسبت بمن نیکو کار بودند ازین حوادث مراد ما رخ شوریده شد و بسبر بردن
 در آن منزل دشوار گشت با غریمت شیراز کردم و چندے در آن ملیده اقامت نمودم و مضارع آن شهر نیز
 تغیرے یافته اکثر دوستان سابق من در گذشته بودند القصه خود را بهر صورت تسلی می نمودم و بهرسم علائق
 کا به بصیحت علمی و تحریر بعض مسائل می پرداختم و به اختیار شعر بسیاری وارد خاطر می شد باز در شیراز
 انبیا را فراهم آوردم دیوان سیم مرتب شد تخمیناً سه چهار هزار بیت لیکن خاطر بنوعی از دنیا رها
 که انس هیچ چیز حاصل نمی شد و با وجود جوانی بجدی دنیا و مستلذات آن در نظر خار و دگره بود که پیرایه
 خاطر نمیکشت و از استیلائی بهموم آن شوق و شغفه که بعلم و تحریر و تقریر معارف بود افسردگی یافت
 و همواره خوابان آن بودم که دلخی در پوشیده بگوشه انقطاع گزینم و بنا بر علائق باز ماندگان و بکسی
 ایشان میسر نیامد باجمعه باز باصفهان مراجعت کردم و برادران باز ماندگان و دوستان را بدیدم
 و بعد از فوت عم عالی مقدار در لاهجان و بتدریج سنوح حوادث و احتمال باسباب مختلفه در اکثر
 محلات گیلان و جمعا شے که از املاک موروثی میرسید و مدار گذار بود هر ساله کاشتن گرفت و بعد از
 رحلت والد مرحوم بسبب خرابی آن محال و نبودن شخص کار در آن غمخواری در آن ملک خود نقصان
 بسیاری بان ماه یافته در سالی میرسید و فاجعده ماهه مصارف لایذی نمی نمود و آخر بسبب استیلائی غمناک
 اروس بران مملکت و هرج و مرج زیادہ چنان شد که بالمره منقطع گردید و اکثر املاک و مستقلات
 از چیز انتفاع و آبادانی افتاد اندکی که مانده بود آن نیز در تصرف دیگران آمد و قلیله که بانصاف خود
 بصیاد باز ماندگان عم مرحوم میدادند و قاصد مصارف ایشان نمیداد و بهر حال قطع نظر از آن نیز کرده بهر نوع

حاشیه
 حاشیه

حاشیه
 حاشیه

حاشیه
 حاشیه

حاشیه
 حاشیه

مانچ در دست بوده اوقات سے گذشت و مرا خود طبیعت و فطرت قادر بر تحصیل دنیا نبوده و نیت و توسل
 و انظار حاجت و قبول احسان و مروت انصاحی هر چند سلاطین عالیشان و کرام خلق از دوستان صدیقی
 باشند بموجب حمیت و غیرت فطرت ممکن و مقدور نه است محبوبست با احسان و ایثار بکافه خلق و با این حال
 زندگانی به تهدیدی و قصور و قدرت از قدر بهمت اشق و اصعب اشیا و مستحزین بلیا است از حکمی پرسید
 که بد حال برین مردمان در جهان کیست گفت من بعدت بهمت و اتسعت امنیت و فرصت مقدرت و بر فرض
 محلی که نفس عالی بهتان ناچار به پستی تن در دبدو تحصیل قدر ضرورت کردن نه بطریق تحصیل از وجوه شود
 در اکثر از من نه نایاست و اختیار ذمت و زبونی مقدور کرام نیت **فروید** از تهیدستی آزاد مرد به زبیلوی
 غیرت سکیم پر کرد و چونیکو گفته در مقام شیخ فرید الدین عطار اشعار یکے پرسیدانان فرخنده ایام که تو چه
 دوست داری گفت دشنام به که هر چیزی و اگر که میدهند به بجز دشنام منت می نهند به مجمل چند به برین
 که حادثه اصفهان و محاصره آن محل محمود مجمل آن قضیه که از غرابت احوال روزگار شعبده باز است آنکه
 طائفه افغان قلعه کمینه رعیت قدما و برنخس از انیشان داخل در سلک سپاه آهن سرد و بچاگری حاکم
 آنجا قیام داشتند و پس نامی رئیس آن معدود بود و در شکارگاه قریه ده شیخ بنجدعه و تمید شاه نواز خان
 امیر لام آران سردار اکبشت و بران قلعه استیلا یافته خرابین موفوره بدست آورده و افغانه با او موافقت
 کردند و از پیشگاه سلطان مالک رقاب شاه سلطان حسین صفوی تقیده اند و بفرمانه تدارک که در اطفائے
 ناره آن فتنه می شد هیچ حصول مقصود نگشت افغان مذکور بران قلعه استیلا داشت تاد گذشت
 بعد از و پس از محمود نام قائم مقام پر شد و بنوا حی خود دست تطاول دراز کرد و گاه به بساط سلطنت دران
 مملکت میگسزد و گاه به عزائض نیاز بدرگاه سلطانی میفرستاد و چون قرینها بود که معموری و آسودگی و
 اتمام جمیع نعمتهای دنیوی در محاکم بهشت نشان ایران نصاب کمال یافته مستعد آسیب عین الکمال
 بود بادشاه و امرا و غافل و سپاه آسائش طلب را که قریب یکصد سال شمیر انیشان از نیام برینا مدیه بود
 و غرض علاج آن فتنه بخاطر نمیگذشت تا آنکه محمود مذکور بشکر موفور بمحاکم کرمان و بنزد رسید و غارت
 و خرابی بسیار کرده عازم اصفهان شد و این در اوائل سال اربع ثلثین و مائت بعد الالف بود چون

حادثه استیلا بر افغانه

قریب بمدار السلطنت مذکور رسید اعتماد الدوله با جمیع امرا و سپاه حاضر رکاب بودند مامور بدفع او شدند و اینهم
 از اسباب اجرائی تقدیر بود که بر یک شکر چندی کس که از رگدز غفلت و نفاق را به دوشن از ایشان را با هم
 اتفاق نباشد امیر و سردار شوند انعقد و نواحی شهر تلافی و افغان غالب و امرا مغلوب شدند و اکثر رعایا
 قرای فریبگاههای خود را انداخته با عیال شهر در آمد خلعتی که بر گز خیال اینگونه حادثه نکرده بودند ندانند
 چون چشم همگی بر امرای بے تدبیر بود عامه را مجال چاره نکایت خصم از خود نماند محمود بالشکر خود بر دشمن
 آمده بمارات فرخ آباد که آنهم شهر بے قلع و محکم اساس بود مقام گرفت و آنچه از ضروریات بخواست از دژ
 معموره قریب پنجو که بیصاحب افتاده بود بیشنگر گاه خویش کشیده صاحب ذخیره چندین ساله شد و آنچه
 کمینخواست تمامی را سوخته نابود ساخت من چون بدیده بصیرت در آل آنحال نگرستم و صلیت پدر
 بیاد آمد و اراده بر آمدن از آن شهر کردم و در آنوقت حرکت بانسوبان و سرانجام مقدور بود که راه مانده
 مسدود نشده بود و تا دو سه ماه بیرون رفتن لیسبولت بیسر می شد و دوستان و نزدیکان نمیگذاشتند
 و بسنخان دور از خاطر رنج میساختند و در آن هنگام صلاح در حرکت پادشاه بود چه مجال مقاومت
 با خصم نماند و مقدور بود که خود بانسوبان و امرا خزان آنچه خواهد بطرف نهضت کند تمامی ممالک
 ایران سوائے قندمار در تصرف او بود اگر از آن مخمصبه بیرون رفت سرداران و لشکریائی متفرق کل
 مملکت با او پیوستند و چاره کار توانست کرد و الحقی تدبیر در آنوقت منحصر درین بود من این معنی را
 بیکدیگر و کس از محرمان او فهمانیدم و تحریر کردم که ازین راه در نگذرد و استحلاص اصفهان نیز در صورت
 بود چه بعد از رفتن پادشاه خصم را بر اصفهان زیاده کوشش فرصت نبود و لشکر کار خود را افتاد و عاشر
 او را پیروان از سر خود واهی کردند و وی ناچار شدی که از بهمان راه که آمده بود دبر و رابا و سعی و فواید
 کشادگی خود باز گردد یا ماده جنگهای سلطانی شود و بهر صورت سودمند بود و آنهمه خلق بے شمار بسنخان
 تلف نمی شدند اما موافق تقدیر نیفتاد و چند کس از ناسنجیدگان مانع آمدند تا آنکه مرشد آنچه شده و
 چه نمیکوست در بنیام کلام حکیم ابوالقاسم فردوسی اشعار زمین هست آماجگاه زمان به فسانه تن ما
 چرخش گمان قضا چون در آید بر اندر خد و قدر چون بچیند به بند و گداز به شکاریم کیسر همه پیش مرگ به

سرے زبیر تاج و سرنگے تکرک چچین است کردار چرخ بلند بدستی کلاه و بدستی کمند و چو شادان نشیند کسے
 بالکلاه چچم کندش رباید زگاہ کجا آنکہ بر سود تاجش بابر کجا آنکہ بودی شکارش نہر بر بہنای ہم خاک
 دارند و خشت بخاک آنکہ جز تخم نیکی نکشت زمین گر کشا دہ کند راز خویش نماید سرا بخام و آغاز خویش
 کنارش پیراز تا جداران بود برش پیرز خون سواران بود پیراز مردان بود و دمشق پیراز خویرخ
 چاک پیرایش چہا فسر بود بر سرست بر چترک کز او گلزد پیر و پیکان مرگ پیر آنکس کہ دارد بدل ہوش
 و راے بسیار دہی کار دیگر سراجی بجمعا العذار سہ چہار ماہ کا محصوران لختے کشید و ماکولات دران
 مصر اعظم کشون بانہوی و از دحام بیرون از قیاس بود متعین یافت و رفتہ رفتہ نایاب شد و افغنے
 باطراف شہر آگاہ شدہ در ہر دو فرشتک و کمتر از جوانب مکانی استحکام دادہ جمعی نگاہ بانی گذشتند
 و انکمالاوقات فوج فوج سواران ایشان بنوبت برگرد شہر در گردش بودند و در انوقت مردم از ضیق
 معاش پیوستہ از ہر گوشہ و کنار پوشیدہ و ہنہان از شہر بیرون میرفتند و افغنے بر کسے ابقا نمیکردند
 و در شہر چون اکثر اغذیہ نامناسب بجا و میرفت ہر روز جماعت بے شمار با و رام و امراض مبتلا گشتہ ہلاک
 مے شدند و از فراخ و صولگی و جوار غودی مردم الشہر شاد شد کہ قرص نان بچہا پر بخ اشرفی رسیدہ
 بود و کسے اغریب و بوجہ معلوم نمے شد کہ بگر سنگی مردہ باشد و احدے سائل کیف نشدہ بود و آنکہ
 از جوع بیتاب بود حال خود از آشنایان پوشیدہ مے داشت تا کار بجائے رسید کہ یافت نمیشد آنوقت
 مردم تلف شدند و آخر چنان شد کہ اندک مایہ مردے ناتوان در بخور باقی ماندند و از ہر طبقہ آنمقدار از ہنرمندان
 دستندان افاضل و اکابر و اشراف دران حادثہ در گذشتند کہ حساب آن خدا مے داند و بر من
 دران احوال و ذکر کارے گذشت کہ عالم السلاطین بدان آگاہ است و بدانچہ دست قدر تم میرسد صرف
 میکردم و بغیر از کتابخانہ چنان چیزے در منزل من باقی نماندہ و با وجود بے مصرفی قریب بدو نہار مجلد
 کتاب را نیز متفرق ساختہ بودم و تتمہ دران خانہ لغارت رفت القصہ در او خرابام محاصرہ مرا بیماری صعب
 عارض شد ہر دو و برادر و جدہ و جمعی از مردم خانہ در گذشتند و آن منزل خالی شدہ منحصر بدو
 کس خادمہ عاجزہ گشت تا آنکہ بیماری روے باخطاط نہاد و از شدت اندودہ و نقاہت بہت طرفہ کجا

بر حسب تقدیر در غره شهر محرم محسن و ثانیین و مایه بعد الاف که پامان آن شدت بود و برفاقت دو سگس
از اعظم سادات و دوستان تغیر لباس کرده بود و علیل استقامت از شهر برآمدم بقریه که بر دو فرسنگ بود رسیدم
و چند کس از نزد لیکان و امیر پادشاه را برداشته بمنزل محمود رفته و بر او دیدند و روز دیگر که پانزدهم شهر محرم
فرز بود محمود بشهر داخل شده در سراجی پادشاهی نزول کرد و خطبه و سکه بنام او شده معدود که از مردم
که مانده بودند امان یافته شد و سلطان مغفور را در گوشه از منازل خود نشاندند نگهبان برگماشت و چون در ایام
شدت محاصره شاهزاده و الا بتبار عظیم الاقدار شاه طهماسب را با معدود که از مقر بان پرفتن فرستاده
بدار السلطنت قزوین رسیده بود از استماع این خبر بترکت سلطنت مودت جلیوس نمود با سکه فقیران
قریه حرکت کرده منازل خطرناک را بشقت تمام طعمه نموده ببلده خوانسار رسیدم و در آن چندی توقف کرده چون
زستان رسیده و راهها پر برف بود فی الجمله تدارک سامان سفر نموده ببلده خرم آباد که مقر حکومت والی لرستان
قبلی است رسیدم و آن ولایتی است بغایت معمور و در نیکی آب و هوا و گرمی مشهور طول آن شانزده روزه
را و عرضش نیز چنانست شهرها و قصبات خوش و مواضع بکیفیت بسیار دارد و از قدیم مسکن احشام قبیله است
که از صدر هزار خانواده متجاوزند در الوقت امیرالامرای آن ملک علیرخان خان بن حسین خان قبلی از خانزادان
قدیم و امرای بزرگ و دو مان علیه صفویه بود و باین مودت و الفتی خاص داشت و اخی شجاعان و مستعدان
روزگار بود و در آن قضایا و حوادث که نموده بود خوایش تدارک و علاج در خاطر داشت و با وجود کثرت
لشکر و خشر بنا بر اسباب عالیه که ذکر آنها طویل دارد و مصدر اثری نتوانست شد و توفیق خدمتی نمایان
با سکه در آن بلده توقف نمودم طاقت حرکت نبود و از شدت آلام و صدمات روزگار بر شورش و شر و هجوم اهل
و حادثات عجب حالتی دارم و قوای دماغه عاقل شده بود و اصلا معلوم از معلومات من در صفحه خاطر مانده
ساده محض ننمود و قدرت بر سخن گفتن نداشتم از اثر حیات همین علاقه ضعیفی نفس را بیکالبدناتوان باقی مانده
بود و تا یکسال چنان بود بعد از آن فی الجمله مزاج با صلح آمد و آنچه شیخ ابن عربی رحمه الله در فضیله
از کتاب فضول حکم ذکر کرده مرا محقق و معلوم شد و آخر شرحی وافی بر کلام شیخ نوشتم و بر ناظران مخفی
نماد که شرح سوانح و وقایع احوال من از نوادر و غرائب حالات روزگار است و تفصیل آن در جلد

تقدیر
از اعظم
و دوستان
تغیر لباس
کرده بود
و علیل
استقامت
از شهر
برآمدم
بقریه
که بر دو
فرسنگ
بود رسیدم
و چند کس
از نزد
لیکان
و امیر
پادشاه
را برداشته
بمنزل
محمود
رفته و
بر او
دیدند
و روز
دیگر که
پانزدهم
شهر
محرم
فرز بود
محمود
بشهر
داخل
شده در
سراجی
پادشاهی
نزول کرد
و خطبه
و سکه
بنام او
شده
معدود
که از
مردم
که مانده
بودند
امان
یافته
شد و
سلطان
مغفور
را در
گوشه
از
منازل
خود
نشاندند
نگهبان
برگماشت
و چون
در ایام
شدت
محاصره
شاهزاده
و الا
بتبار
عظیم
الاقدار
شاه
طهماسب
را با
معدود
که از
مقر
بان
پرفتن
فرستاده
بدار
السلطنت
قزوین
رسیده
بود از
استماع
این
خبر
بترکت
سلطنت
مودت
جلیوس
نمود
با سکه
فقیران
قریه
حرکت
کرده
منازل
خطرناک
را
بشقت
تمام
طعمه
نموده
ببلده
خوانسار
رسیدم
و در
آن
چندی
توقف
کرده
چون
زستان
رسیده
و راهها
پر برف
بود فی
الجمله
تدارک
سامان
سفر
نموده
ببلده
خرم
آباد
که مقر
حکومت
والی
لرستان
قبلی
است
رسیدم
و آن
ولایتی
است
بغایت
معمور
و در
نیکی
آب و
هوا و
گرمی
مشهور
طول
آن
شانزده
روزه
را و
عرضش
نیز
چنانست
شهرها
و
قصبات
خوش
و مواضع
بکیفیت
بسیار
دارد
و از
قدیم
مسکن
احشام
قبیله
است
که از
صدر
هزار
خانواده
متجاوزند
در
الوقت
امیرالامرای
آن ملک
علیرخان
خان بن
حسین
خان
قبلی
از
خانزادان
قدیم
و امرای
بزرگ
و دو
مان
علیه
صفویه
بود و
باین
مودت
و الفتی
خاص
داشت
و اخی
شجاعان
و مستعدان

نمی آید و آنچه تعلیم و فایده نگار تواند آمد اگر در آن مسامحه نشود نیز دفتر با آن مشون گردد و بعضی از آن فراغ حاصل
 نیاید و درین یکدمه فرصت کجا بحال آن که شمه گذارش باید بجزیرانک از بسیار و یکی از سربازان اقتصار بنمایند
 مجمل از خرم آباد جمعی از غره و اقیانیا مستعدان صحبت بودند و بامین الفت گرفته و اعیان و امارائی آن دیار را
 نیز با وضاع شالسته و اوصاف ستوده یا قلم و جمهور ایشانرا بامین صداقت و اخلاص عظیم بود و بصحبت و سایر
 مشغول می داشتند و دیگر در ایام تمامی آن مملکت را دیده ام از اعظم سکنه آند بار عمده افاضل کرام قدوگاه
 عظام امیر سید علی موسوی رحمة الله برادرش امیر سید حسین بود و خلف سید الافاضل میر غریز الله
 جزاری و قریب بشصت سال بود که در آن بلده سکنی داشت و بغایت محترم و مرجع جمهور آن ولایت بود و
 اکثر فنون علوم مهارتش بکمال و در تقوی و ورع میماند و تحت سیدی بزرگ منش عالی شان بود و صحبت
 و الفتش بامین بدرجه رسید که فرید بران نباشد و برادر عالمقدارش از اعیانش و افاضل بود و سایر عشایر آن
 از معاشران مخلص من بودند و در آن شهر اقامت داشت مولائی فاضل قاضی نظام الدین علی خراسانی وی
 مدتی در اصفهان تحصیل نموده سلیقه مستقیمه و مدرکی عالی داشت و جمعی دیگر از مستعدان مرا با تماس مشغول
 مذاکره ساخته اصول کافی و تفسیر بنیادی و شرح اشارات و غیره را شروع نمودند و از جو دت ذهن و فهم و ادراک
 شوقی بذاکره پدید آمدند با بچله از دو سال افزون در آن ولایت اقامت نموده بهر حال اوقات خوش بود و وسادات مذکور
 و قاضی مذکور در آن دیار روزگار می با حشام داشتند تا چند سال قبل ازین شنیدم که بجزار رحمت حق پیوستند و آن
 جمله حوادث عظیمه که در آن اوان ساخت و باعث ویرانی ایران بل اکثر جاهک جهان گردید حرکت لشکرها می روم
 بود و مجمل این حادثه آنست که سلطان روم با وجود یکصد ساله صلح و دستور که مکره بعلناط ایمان بود و او آنها را فقط
 و یکبجهتی با سلاطین سلسله علیه صفویه در آن مهنگام که احتمالی چنان بدولت و مملکت ایشان راه یافته بود و
 تدارک آن نشده کم فرصتی و نامردی و بیوفائی را کار فرما شده بعراق و آذربایجان و گرجستان سه چهارم
 سردار عظیمی را قدار بالشکری کرد داشت کمشش بدان میر رسید بداعیه تشخیر کسل نمود از جمله تشخیر حدود
 عراق حسن پاشا حاکم بغداد و نجف و آذربایجان عبداله پاشا وزیر ناموشده بود حسن پاشای خرمبور با صند برادر
 کس افزون بر سرحه عراق و نادره ببلده که مان نشان نرول نمود و در اینجا وفات یافت پسرش احمد پاشا که آن

لشکر تشکیلاتی در میان روم و ایران

نرول پاشا و وزیران نشان

شجاعان بود کاری پدر منصوب نشد و بتجیر آن حدود کوشش گرفت پادشاه عالمجاه شاه طهماسب صفوی که در بدایت
 شباب و بعد از جلوس سلطنت از حادثه اصفهان و گرفتاری پدر بغایت انفسه مجنون بود یکی از امرای جاهل بحیال
 آنکه او را از غصه و اندوه برآرد با سباب عیش و طرب و لان کرد و باندک زمانی چنانکه در مزاج جوانان خاصیت مهر
 و لمبیت آن شیوه از حد اعتدال در گذشت و در دور بین بمضمون صراحت آشکارا تا زمی گران چه خوا
 خواست و زمستی بیکران چه برخواه خواست پشیمت جهان خراب و دشمن پس و پیش پیدا است گزین میان
 چه برخواهد خواست و در بحال پادشاه مذکور در مملکت آذربایجان بود و غم تدارک استیصال افغانه داشت
 رسیدن سردار و مردم این غم لائق را عاقبت گشته برانندن ایشان انداخته و مشغول شد و لشکر قریب باش را
 رکاب آن پادشاه که در سوره و مد انگلی این بود با لشکر و مردم مکر مصافهای سخت روی داد گاهی غالب و گاهی
 مغلوب میشدند و در میان بنابر عدت بیشمار و سامان موافق رسیدن مدد و معاونان ایستادگی داشتند و خزانها
 بر سران کار گذاشتند و هر پایکج ایشان میرسد و هر قدر از ایشان کشته میشد در جنب آن مایه کثرت بقیات
 معلوم نبود و چون آن حادثه ناگهان اکثر حد و مملکت بیک بار خرد و گرفته و مردم کرد دولت و خزان سلطنت در دست
 افغانه بود و بدکاران و سورش انگیزان مملکت که از بیم سیاست در خزنده بودند در آن انقلاب و طوفان حادث
 چنانکه رسمت از هر گوشه و کناره سر بطفیان و زیاده سری برآورده شورش انگیزی داشتند لشکر قریب باش سردار
 کار و مدبران با پیش و راست و در محله اضطراب افتاده هر کس در هر جا بقدر کار خود رفقه نصیب مال و عیال و حفظ امور
 در مانده و بحال امداد و اتفاق با دیگری میسر نیامد و در آن هنگام مملکت خراسان نیز که از آن دو فتنه بزرگ بر گزیده
 بسبب شورش و دعوی استقلال سی هزار کس افغانه ابدالی در دارالسلطنت هرات و طغیان ملک محمود خان
 والی لایت نیمه روز مشهد طوس بهم برآمد و سکنه آن مملکت گرفتار آشوب شده کشت و کشتش عام شد و در مملکت
 طبرستان و گیلان علت و با شیوع یافته تا ده سال امتداد داشت و خلقه بحیاب در گذشتند و سرداران پادشاه
 اروس یا لشکر انبه از دریا برآمد بر اکثر بلاد معتبره و گیلان استیلا یافتند و در آن آوازه میجده کس حضا حشیش و قم
 معدود شد که در مملکت ایران داعیه پادشاهی و سردوری داشتند و سوائی غارتگران پادشاه صفوی نژاد
 درین حوادث مایه دست و پا میزدند بر سر یک از دشمنان قوی بقدر مهتور لشکری میفرستاد که زیاده خصم

در شتابان احوال پادشاه و شوق ملک ایران

و در دود و دمار دیگر از و میان با لشکر آذربایجان محاربات

مادامک این انقلاب و طوفان حادثه

در آن زمان که پادشاه صفوی نژاد

احمد بادشاه سردار روم با لشکر عظیم بر سر اورانده در نواحی قصبه انجمن مصاف دادند اول المضرب توپخانه
رو میان شکست و رافا غنه افتاد و از جای خود عقب تر نشستند چون شام شد اشرف مذکور باز صف سپاه
آراسته باین طرف لباس از هر سو و لوله رعد ادای کرنا و کوس در آنگنهد بر سپاه روم راند احمد بادشاه و میان
بهریمیت رفتند و آخر در میان مصاحبه شد پس اشرف مذکور سلطان مغفور شاه سلطان حسین را بقتل رسانید
انقضی او را بدار المثنون قسم فرستاده دفن کردند و با قدر بود تا از پادشاه عالیجاه شاه طهماسب منهرم
و متعاضل گردید و ذکر آن بیامد اکنون ذکر معدوم و از اعیان که خود باین فقیر دوستی داشته پیش از
حادثه اصفهان و در آن ساخته در گذشته اند که میناید از آنجمله مولانای فاضل میرزا عبدالعزیز مشهور باقی
بقیون متداوله با هر و بغایت متبع بود و در اصفهان در جوار منزل خود مدرسه عمارت کرده با فاده مشغول
و در زگار میباده داشت چون ببلاد روم افتاده علمائے آنجا بدانش او آگاه شده بودند بقاعده خود و
آفتدی خطاب داده باین لقب معروف شده بود بامن الفت عام داشت چندی پیش از آشوب اصفهان
رحلت کرد دیگر سید فاضل میر محمد صالح شیخ الاسلام اصفهانیت حاوی علوم شرعی روزگار بے بغرت
داشت قبل از آن ساخته در گذشته و چند کس از اولادش نیز بجهت فضل آراسته بامن مودت داشتند
و قریب بحال تحریر در گذشته دیگر سید عالم میر محمد باقر خلف میر محمد سیمیل حسینی اصفهانیت از مشایخ
و در زمان سلطان مغفور نهایت عظمت و اعتبار داشت تدیس مدرسه سلطانی با در رجوع و با فاده
مشغول بود چندی قبل از حادثه اصفهان در گذشته دیگر عمده المجتهدین مولانا بهاء الدین محمد اصفهانیت
مدتها بود که با فاده معالیم و ینیه مشغول و در شریعات مرجع اهل زمان خود بود و اخلاقه بغایت ستوده داشت
بافقیه طوفت بسیار میفرمود چون در صغر سن با والد خود مبدقهاده بود و بفاضل هندی مشهور بود چندی از
قبل حادثه اصفهان در گذشته دیگر سید عالیشان میرزا داود خلف مغفور میرزا عبدالعزیز از سادات عظام
و از طرف جده بنسب بسلسله علیہ صفویه و خود بمصاهرت سلطان مغفور ممتاز و منصب تولیتی مشهور
رضوی با و مفوض بود بلطف طبیعت موصوف و اشعارش مشهور و بحلیه کمالات صوری و معنوی آراسته
روزگار بے بغرت داشت تا آنکه قریب بساخته مذکور بعالم بقار رحلت نمود دیگر رحمت بنامه میرزا

جنگ احمد بادشاه با افغان و بهریت رود میان
تقتل شدن سلطان مغفور
در آن زمان

سید رضا حسینی است. وی از سادات حسینه اصفهانیان و آن سلسله از قدیم الایام از اعظم و اکابر آن شهر
 بوده اکثر از افضل جهان و اغلب منصب صداریات در آنجا ندان و در باب ایشان و صاعده گفته اند منظر
 میر میرا سیان و صاعدیان پادشاهان و پادشاهان و پادشاهان پادشاهان پادشاهان پادشاهان پادشاهان
 ایامی همیا بعزت و احترام داشت و مودت و اختصاص و بران نسبت بمن پایا نی بود قریب بمجا و مذکور
 رحلت کرد دیگر فاضل نحر میرزا کمال الدین حسین قسوی است که از استادان من بود در سن کبکولت اتم
 محاصره بر حمت ایزدی پیوست دیگر حکیم و انستند جامع فضائل. مرجع افاضل مولانا حمزه گیلانیست که از
 اعظم علماء و فیلسوف اعظم مولانا محمد صادق از دستانی علیا الرحمة و از اصدقای من بود و برادر او از
 ایام محاصر رحلت افتاد دیگر مولانا محمد رضا خلف مرحوم مولانا محمد باقر خلیلی است بحلیه علم و خصال حمیده
 آراسته بتدریس مشغول و لعلو بهمت موصوف بود در رساله مذکور باد و برادر عالی تقدار و جمعی از اولاد
 و اقربا که همه از معاشران و دوستان صمیم من بودند رحلت نمودند دیگر مولانی فاضل مولانا محمد تقی طبیبی
 و س از مشاییر فضلا و در فنون علوم صاحب دستگا به بود در اصفهان قطن اختیار کرد با فاشتهال
 داشت و در آن حادثه بر حمت ایزدی پیوست دیگر امیرزاده عظیم عالی جاه مصطفی قلیخان خلف امیرالام
 سار و خانت صفات حمیده اخلاق مسوده و استعداد ذاتیة او را بیان نتوانم کرد و انس و مودتش
 را پایا نی نبود منصب پدر رسیده در دست افغانه مدبر به مشاهدات فائز گردیده چون شمه ازین احوال
 نگارش یافت اکنون بر سر سخن نخستین رفته لقیه سرگزشت مرقوم می گرد و مجلا در خرم آباد بودم که
 آتش فتنه رومیان در آنجا و داشتغال یافت و گاه به تاخت لشکریان ایشان بنواحی آن بلده
 میر سید علی مردانخان امیرالام را می مذکور را بخاطر رسید که چون محاربه بارو مید و رینوقت کار به بر گشت
 النسب بصلاح حال اینکه بطرف ازان مملکت که چال صعب المسالك است با جمعیته ابنوه رفته
 بلده خرم آباد و نواحی آنرا که قریب بلشکرگاه رومیه است خالی و خراب انگذد و باین غریمت با سپاه
 و متعلقان حرکت کرده با قضای آن مملکت رفت و امیر حسن بیک سلیموزی را که از امرای آفتوم
 بود در شهر گذارشت که عامه را کوچه بنده شهر و قلعه را خراب ساخته با و پیوند سکنة شهر را ضبط افتاد

نقد: احوال را قلم در ایام خرم آباد

ایشان را طاقت حرکت نبود و از دہشت رومیہ اطمینان ہم نہ داشتند فرغ قیامت برخواست امیر حسن بیگ مذکور
 بمنزل بن آمد و مردم شهر نیز جمع آمدند و از ہر گونہ گفتگو در میان گذشت من حرکت مردم را بمیردن از قدرت
 ایشان دیدم خرابی آنشہر را کہ رشک گلاستان ارم بود و خلعتی عظیم را خراب تر از آن بدست خود نمودن
 و عجزہ و اطفال و عیال ایشان را مصر بحر اے ہلاکت دادن نہ پسندیدم امیر مذکور را اشارت بماندن و
 حراست خود و مردم را دالالت و تحریص با اتفاق و سامان و یرق و بایں حزم و مردانگی نمودم آنسختان
 موثر و مقبول سمعہ افتاد و با ہم عہد و پیمان کردہ کہ بر کس صلاح و یراق حرب بر خود آراست و در آن کوشش
 تمام نمودہ طریق عبور دشمن را بقدر مقدور سد و حصار و منافذ شہر و قلعہ را مستحکم ساختہ بلوازم
 پرداختند و آن مقدار ایشان را بشیخ و تحریصی کردم کہ بیوقوفان ایشان بانکہ روزے در استعمال اسلحہ
 ماہر و چہان دلیر شدند کہ با سپاہی گران اگر روی میداد کا کار میکردند و مردم آرام گرفتہ شہر معموری
 اول گرایند و خود ہم اکثر شہبا بالیشان در پاسداری در روز ما و سوارے موافقت میکردم جماعت رومیہ
 چون از استعداد مردم واقف شدند نام کثرت الوس فیلی و صعوبت مسالک آن مملکت و بودن حاکم
 مثل امیر الامرائی نام آرد مذکور در میان ایشان بلند آوازی داشت اندیشہ ناک شدند و دیگر متعوض
 آسند و گذشتہ بسا اطراف پرداختند امیر الامرائی مذکور چون دید کہ مردم شہر بجای خود ماندند مذکور
 ایشان را تحذیر کرد کہ بدان التفات نمود بعد از ششماہ کہ در کومستان محنت بسیار کشیدہ خود نیز بشہر آمد
 و آن راے مستحسن شمرد و رومیہ بجا صرہ مہدان کہ سواد اعظم از بلاد معتبرہ عراقست پرداختند
 و در انوقت حاکم و لشکرے در آنشہر نبود سکونہ و عوام شہر مہمان فہ بر فراست و مدت محاصرہ چہار
 ماہ کشید جمعی از رومیہ را محصور آن تیر و تفنگ بکشتند و چندا نہ کہ احمد بادشاہے سردار ایشان را
 باطاعت خواند و گرفت رومیہ کہ از صد ہزار افزون بودند و در قلعہ کبری شہرہ چہان در تسخیر کوشیدند
 گرفتند و یکطرف حصار را آتش باروت فروختیہ بشہر رساندند و قتل بنیاد کردند مردم شہر نیز دست
 با اسلحہ کرد داشتند بر دہ از ہر سوارے بالیشان نہادند و چون کار از دست رفتہ بود ہر آن کوشش
 فائدہ مترتب نشدہ ہمگی در مبارزت بقتل رسیدند اطراف قتل رومی در آنشہر و البتہ دگی و مردانگی

آنرا
 احاطہ کرد و میان در اساطعت
 آنرا
 احاطہ کرد و میان در اساطعت
 آنرا
 احاطہ کرد و میان در اساطعت

مردم آنجا از مشهورات و نوادر روزگار است اما سوز و زاین هنگامه در آن شهر بر پا بود و بیچس از ایشان
 روحی نگریدند تا همه کشته شدند مگر اندک مایه مردی که امان یافت با طرف رفتند و در آنوقت جماعتی
 کثیر و نیز از اطراف و جوانب عراق در آن بلده جمع آمده بودند و حساب مقتولین آن قصبه را اعلام الغیوب
 دانند آن مقدار از شش پیر سادات و فاضل و اعیان لقیل رسیدند که تخمین آن دشوار است تا
 بسائر الناس چه رسد از جمله افاضل و تحریر علامه بی نظیر میرزا ششم جدانی علیه الرحمه که از دشمنان
 روزگار و اصدقای حقیقی این بمبیدار بود و هم از جمله مقتولین بود مولانا عارف عابد مولانا عبدالرحیم
 جدانی که از عدول خلق و در علوم شریعیه مرتبه عالیه داشت و از جمله مقتولین بود نادره آفاق مولانا
 علی خطاط اصفهانی که ذکر او بتقریب گذشته وی با کثر علوم مربوط و جمیع خطوط را چنان می نوشت که
 تا آن زمان بیچس مقربین را آن درجه بیسر نیامده و جامع جمیع کمالات و از بدایت حال از دوستان و
 معاشران من بود باجملا از استماع قضیه لایله همدان اضطراب بحال سکینه آنحضرت و بلکه تمامی ایران
 راه یافته مردم خرم آباد متفرق شدند و حاکم نیز از آن شهر بیرون رفت چون جمیع کثیر از معارف و
 آشنا یان من در قصبه همدان در گذشته عمیل ایشان در زمره گرفتار آن بودند مرا غم رفتن بآندیا
 باستعمال حال و استخلاص گران بقدر طاقت و توان جرم شده بصوب همدان روان شدم و با فرم
 خود و جمعی که رفیق راه شده بودند هفتاد سوار بودیم طرق و مساک چنان پرشته و آشوب بود که
 عبور دشوار است در یکد و منزل دو چار عساکر و مأمورین و محصور شدیم و ملا شهابی سخت و زخمهای
 صعب کشیده حق تعالی نجات داد و بهمدان رسیدیم جمعی از معارف بلده کرمانشاهان و غیره ما که
 ناچار بمهره پاش و عساکر روم بودند و سابقه معرفت داشتند متفق شدند و در فلک بعض گرفتار
 کوشش بسیار کردیم تا جمعی سپر و سیله مستخلص شده بامنی رسیدند و در آن حال بر من مشتقی و
 اندوه و دلیته گذشت که خداوند در بعض شوارع آن شهر احباب گشتگان که برزبر یکدیگر افتاده
 بودند بحال عبور نمود و اکثر موضع بنظر در آمد که در آن حادثه همدان چنان چون سر کوچ ما بر و میان گرفته
 مدافعه میکرد و اند و چند انکه کشته میشد و اند دیگران بجای ایشان بمقتله می ایستاده اند سواران را

روان شدگان را قتل همدان

بلند اجساد گشتگان بود که بر فراز هم بخت بود با بجهه مرا در معسکر و میان بودن با آنکه جمعی از ایشان آشنایند
 احترام می داشتند بلیه عقی بود از میان ایشان بر آمده مشقتی تمام ببلده آنها و ند که تا آن زمان بتصرف میان
 در نیامده بود رسیدم و در آنجا بود مولانای فاضل مرحوم قاضی ابراهیم نهان و ندی در الوقت متصدی شریعت
 آن بلده و الحق از نیکنان و جامع کمال بود چند روزی در آن بلده که مکان خوشست اقامت نموده با مولانا
 مذکور صحبت داشتم و از آنجا با لکای بخیماری که معروف بزرگست در آمدم در آن هنگام عالی شان محمد خان
 در میان ایشان حاکم بود بر بسیاری از آن ملک عبور کردم و امر او اعیان آن قوم مودتی تمام داشتند اما
 اقامت در آنجا و در آخر خوش نیامده ملوم شدم و مهمت بران گماشتم که بعراق عرب در آمده بمشاهد مقتد
 آنجا وطن نموده بقیه عمر بگذرانم پس باز ببلده خرم آباد رفتم و آن شهر را از و هشت آسیب سپاه روم
 حالی دیدم عظیم سوخته و ممالک خورستان شده بقصیه و ز قول که از ملحقات توتتر است رسیدم حاکم
 آند یار ابوالفتح خان از غلام ناده گان صفویه که جوان بودند بود در آن بلده اقامت داشت لامن لغت
 بسیار گرفت و از اعیان آنجا بود رسید فاضل میر عبد الباقی و جامع الکمال قاضی مجدد الدین و رفوع
 که از آشنایان قدیم من بود و از آنجا ببلده سوخته رفتم جماعته کثیره از سادات و اعیان آنجا لغت
 گرفتند و چند روز توقف کردم و از ایشان بود رسید فاضل سید نور الدین بن سید لغت اسد خان
 رحمه الله و با من مودتی موفوره داشت و هم از ایشان بود میرزا محمد نقی و میرزا عبد الباقی مرعشی پس
 بشهر خوزره رفتم سید محمد خان بن فرح اسد خان شمشع در آن مملکت دال بود مرا اسم مودت تقدیم
 کرد و از افاضل آن بلده بود شیخ یعقوب حویزادی در فنون ادبیه و حدیث و فقه و مغازی و سایر
 و الساب مهارت و حفظه قوی داشت پس تبصره شدم و عازم رفتن بمقداد بودم که سفینه روانه
 بود و جمعی بغیریت حج سوار میشدند مرا هم آن روزی قدیم در مایه جان آمد و تدارک زاده نمود بکشتی
 در آمدم و از حادثه طوفان و مشقت که سفر در یا خلیا زان کمتر تواند بود مر لیس و ناتوان شدم و
 عاجز و تنگور بعد از چهل روز بسیار بلادین که بندر موخواست رسیدم و از کشتی بر آمده در آن
 بلده مر لیس افتادم و چون بجا موهافت نداشت بدلات بعض مردم از آن شهر بیرون رفته

مراجعت از آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند -

- آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند -

- آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند -

- آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند -

- آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند - و آنجا که بنامند -

فصل فی بعض اوصاف

حاجت ازین بر بند موخا و اناجیه

در کتب بیان

روان شدن از خوشتر کمرستان

بمعوره بعض که در ولایت مین نریت هوا و خرمی شهر است رفتم در اینجا صحتی رو داد و موسم حج خود گذر
بود بتقریب نایلده صغاکه مرکز ولت و مقر صاحب مین است رفتم و از مشایخ کرام شیخ حسن بن سعید
او یسی یخی امامی علیه الرحمه دران بلده اقامت داشت و شفقت خاص نسبت باین بمقدار من فرمود
باز مرا حجت به نحو خانوده با ستقای بکر و انه بصره بود معاودت کردم و دران سال نیز از سعادت حج
محروم ماندم و دران وقت از بصره بمنجا رفتم بسبب موانع طرق مقدور نبود و بصره چون بر ساحل
بحر هوای ناموافق داشت مرا خوش نبود ناچار بخویره و سوشتر باز گردیده حیرت در آشوب جهان
و سرگردانی خود داشتم و در هیچ گوشه قرار نمیدادم چنانکه از مضمون این رباعی من ظاهر است -
رباعی آنم که ملک نیستی سلطانم با ساهم اگر بمیانم مانده آسیا درین ملک خراب پسر گردانم
که از چه سرگردانم با الی اکثر اماکن بسبب الفت چون خواش بتوقف من داشتند دلالت بختی اکی
مینوند و مرا نظر باحوال خود و اقتضای زمانه پر آشوب و فراط غیرت مرغوب نبود و در میان الشان ماند
بجبات مکرده و صعب مینمود و در خویره و سوشتر و در قول جمعی از صابیه میباشند بحال در همه آفاق سوا
این سه بلده در مکانی دیگر نشانی از ایشان نیست چندانکه تفحص کردم عالمی در میان ایشان نمانده بود
و عوام فرومایه بودند و صاحب ملت صاحب بن ادریس علیه السلام و صاحب پروایت بعضی اصحاب سیر پیغمبر
بوده و طاعت ویر از حکما سمرده اند و صابیه گویند ادا ابیا آدم علیه السلام و آخر ایشان صاب بوده
و ایشانرا کتابیت مشتمل بر مکیه و بیت سوره و آنرا زبور اول خوانند و عقیده ایشان اینکه صالح
علم کو اکب و افلاک بیا فرید و تدبیر عالم ایشان را گذاشت و پرستش ستارگان کنند و برای هر کوبه
نخکی معین نموده همیا کل سازند و گویند صورت فلان و فلان کوکب است و در ضراعات و قوسلات
مهر یک آداب و عبارات دارند و محققان ایشان گویند که سجد و پرستش کو اکب و همیا کل نکنیم بلکه افضل
ماست و جمیع این طائفه قائل اند بتائیدات اجرام علوی و همیا کل سفلیا یعنی تماشیل از اصنام و در صاف
زمان حکما و علما را عالم ایشان درین طبقه بوده که صاحبان علوم مکنونه بوده اند مجمله از سوشتر باز
برستان فیل در آدم دیدم بشهر خرم آباد رسیدم و چنان مریض بودم که آوازه رسیدن احمد پاشا

سردار لشکر روم بآن شهر شهرت گرفت اندک مایه مردمی که بودند راه فرار پیش گرفته بکوهستانهای صعبتند
 و تنها من با چند خد متکار در آن شهر بودیم که سردار بآن لشکر حجاب رومیه در رسیده فرو آمدند و من تنها
 در شهر ماندن را صلاح ندیده بمیان لشکر دادم آمده اقامت کردم سردار چند کس از مردم آنجا را پس از
 چند بستان آورده بود عافیت داد و اندک مایه مردمی جمع آمد و از رومیه کسی را در آنجا حاکم گذاشته
 مراجعت کرد و من با همان لشکر مرافقت کرده بکریان شالان رسیدم و در آن راه بمن از ناتوانی و درنجوی
 و شدت سرما کفایت سخت رسید و سردار مذکور را بمن الفتنه پدید آمده احترام میکرد و جماعتی از
 النیایان با من آشنا و معاشر بودند و با ایشان بود عبید الله افندی قاضی عسکر روم و بعلم و فضل
 در مملکت روم شهرت تمام داشت با من آشنا شده الفتنه بسیار گرفت و اکثر سخنان علیه بیان
 می نمود و بر اقطع نظر از ریاست و جاه و اعتبار که داشت بغایت فرومایه و از علم بیگانه یافتیم سر
 او مختصر بود بضبط چند مسئله متداول از فقه حنفیه و پس مشهوران بعلم را در میان آنقوم هر کرا دیدم
 چنین یافتیم آری در میان ایشان بود عبد اللطیف حلپی بغدادی و در علوم ادبیه و شعر عربی ماهر بود
 با حمله چند ساله در کربلا شالان بسیر بر دم و رساله مفرح القلوب را در مجربات و فوائد طبیه و رساله
 تجرد نفس را در آن بلده نوشته ام و در آنجا بود سیدنا فضل امیر صدرالدین محمد بنی اصفهانی که در آن
 بلده همان و از آن بلیه نجات یافته بکریان شالان آمده بود و الحق از معجزین علم است و با من الفتنه
 تمام داشت و الحال ساکن نجف اشرف شده و در آنوقت رومیه بر کل قلم و علی شکر و
 لواحق و کردستان و لرستان و لواحی استیلا داشتند و همه را بکشتش و کشتش به تصرف آورده بودند
 و رعیت مطیع نیستند و بار رومیه نمی آیند و دیرانی تمام بآن ملک رسیده بود قصبه بزرگ در آن
 که تصرف شده حاکم مستقل در آنجا داشتند و روزی او با من در آنجا تمام بخوید بر روی
 هجوم آوردند و چهار نفر را کس از النیایان بکشتند و آخر پنجاه تومان با محمد پاشا سردار جریمه
 داده اطاعت کردند و از امرای قزلباش سبحان و دینخان بن ابوالقاسم خان حاکم سابق آنجا
 که در آنوقت منصبه و سپاهینه داشت مردم متفرقه فراهم آورده در آن لواحی بار رومیه مدتها در تنگ

و این کتاب از کتابخانه و قریه امداد

بصفت راجع با حاکم امداد و از آن است که در آن کتابخانه و قریه امداد و قریه امداد و قریه امداد

یونوسی صد مصاف افزون بار و میان داد و دهر دفعه جمعی انبوه کشت چون سوار بالشر سیکران روی بوی آرد
 خود را بکناری کشیده و الحق در آن مدت با عدم مکنت داد مردمی و مردانگی داد و قان لشکر بے حد و گرا
 مام بے آرام داشت تا آنکه از کثرت کارزار و سختی تنگ و تاز بسوده آمده افسرده شد و میان او
 با عہد و پیمان نزد خود آورده اول اعزاز کردند و آخر کبشتند و من از ابراهیم آقائی دفتر دار بغداد که
 از عظمای آن لشکر بود شنیدم کہ گفت بہت و دودنہر ارکس از لشکر روم در محاربات سحان و در بجا
 بقفل رسیدہ اند و الحق اگر مجال التفصیل احوالش و تدبیرات و صولت و بہت و تہوار و درین محالہ بود کہ
 ناظران را موجب شگفت تمام گردیدہ در روزگار ناخداستان رستم و اسفند یار شدہ بمجلادین
 طوفان حادث آن مملکت نہ چنان پرمردہ و دیران کہ توان باز نمود عبد اللہ پاشا نیز بر اکثر آذر با بجان
 مستولی شدہ دار السلطنت تہمیز نیم بحالت ہمدان شدہ بود تہمیزیان نیز بعد از آنکہ از سستہ
 عاجز آمدہ رویان لبشہر رنجیدہ شمشیر با آختہ تا پنج روز در کوچہ و بازار قتال کردند تا آنکہ رو میان
 از محاربہ ایشان ببنگ آمدہ نداد و دادند کہ ترک جنگ کردہ با اطفال و عیال و مال انچہ توانید
 برداشتہ از شہر بیرون روید قریب پنجہزار کس از تمامی خلق بے شماران شہر کہ ماندہ بودند بدستی
 شمشیر و بدستی دست عیال خود گرفتہ از میان سپاہ روم بیرون رفتند و آگونہ تہوار عوم شہری
 در روزگار کمتر واقع شدہ باشد بالجملہ چندی در کرمان شالان و چند در قصبہ نوی و تہرکان و محال
 و امن کوہ الو نہ کہ بہشت روی زمین است نمود و در آنجا بود سید جلیل القدر امیر صدر الدین
 محمد سرکافی و برادرش میر ابراهیم کہ ہر دو از مستعدان و با من مودتی تمام داشتند اصل ایشان
 از سادات استرآباد مدعی بودند کہ ساکن آن دیار شدہ صاحب افطار و سپور غلات بودند پس
 روانہ دارالسلام بغداد شدیم و دیگر کربلائی معلی رفتہ از آنجا بخت اشرف لوطی اختیار کردیم و قریب
 سال در آن آستان مقدس کامروا بودیم و بارام و ضبط اوقات میگذشت ہمیشہ تمنائے مصحف خط
 خود داشتیم در آن ایام توفیق یافتہ نوشتیم و در آن روضہ علیہ گذشتیم و گاہے بتحقیق مطالب تحریر
 رسالہ سے پروا ختم و گاہے بمطالعہ مشغول مے شد - در کتبائے آنحضرت چندان از ہر فن

از کتب و انوار و تہوار و تہمیز

روضہ را قلم بہتہ کاہ

بخت و تہوار و تہمیز

کتاب اوائلی و ادواخر جمع بود که تعداد آن نواتم بر بسیاری میگذشتم و گاهی با فاضل و الفیاض که معا و ران ستره
 علیا بودند صحبت می داشتم و از ایشان بود مولانای فاضل ملا ابوالحسن اصمغانی و مولانا نورالدین هرگیلانی
 و شیخ یونس و سید قاسم نجفی علیهم الرحمة که از مشایخ مقدسین روزگار بودند و هر نوع از فووضات آن مکان
 مقدس خوش میگذشت و اندیشه سفر و دوری از آن آستان در خاطر من نبود تا آنکه بعزم تجدید عهد
 زیارت مشاهد منوره کانطین و سرمن را بگذارد آدم و سعادت یاب گشتم اراده نمود خجف اشرف بود که
 غنیمت سفر خراسان و رسیدن به مشهد طوس در دل افتاد و تقدیر کشتن کشتن بکریان شان رسانید -
 احمد پاشا بالشکر بکیران روم در آن شهر بود و دانوقت سفر و در مملکت ایران بسبب شورش و انقلاب
 و عدم امنیت طرق و استیلائی سرکشان بغایت صعب و خطرناک بود اعتماد بحر است حق نموده بملکت
 کردستان در آدم و از آنجا باز در آنجا رسیده آن عاملک معموره تبریز را از استیلائی رومیان
 خالی و خراب دیدم **فرو** از خرابی میگذشتم منظر لم آمد بیاد دست و پا کم کرده دیدم دلم آمد بیاد
 بالحملة مبارک الارث دار دلیل که آنهم در تصرف رومیان بود رفتم از آنجا بگیلان در آدم و در بلده
 آستان جمعین از سپاه اروس بودند و قلعه عمارت کرده بجای خان طالش یا نفوس ساخته بود و از طرف
 ایشان حاکم بود چون سلسله خان مذکور را از قدیم ارتباط تمام بود مرا سهم مودت قدیمه تقدیم کرد و
 بالتماس و چند روز توقف کردم و آن مملکت را بسبب حادثه طاعون که هنوز شیوع داشت
 و استیلائی لشکر اروس عجیب ویران و بے سر انجام دیدم از آنهمه آشنایان سابق و معارفی که گشته
 بود و چند کس از سمرقان من نیز بآن مرض درگذشته اند القصه طول آن مملکت را بصورت تمام
 طے نموده بولایت ما نرندمان در آدم اکنون مجمل احوال پادشاه عالی جاه طهاسپ بجهت ارتباط کلام
 نگاشته آمد در مملکت آذربایجان چند سال آنمقدار کوشش بالشکر روم نموده که قریب باش از
 ستره آذربایجان آمده بسیاری از سپاه در محارک ناچیز زند و رو میا بران مملکت و ممالک
 شروان و کرهستان مستولی شده عرصه بروی تنگ شد ناچار دست از آن حدود کوتاه کرده
 بجنایال آموک شایه حدود عراق از افغانه امتزاع شود بالشکر که داشت ببلده

السلامه و العزیزه و الصمد
 غنیمت سفر خراسان و رسیدن به مشهد
 رسیدن بکیران روم و دیدن احمد پاشا
 رسیدن بکیران روم و دیدن احمد پاشا
 رسیدن بکیران روم و دیدن احمد پاشا

طهران رودی در آمده اشرف افغان اقتدار تمام یافته مستعد محاربه بود در نواحی طهران بالشکر
 پادشاهی مصاف داده غالب آمد و سردار لشکر قزلباش که از دوستان من بود در آن محقر که
 گرفتار شد و آخر نجات یافت چون دیگر استعداد محاربه نبود پادشاه بآزندان رفت که فکر اندیشه
 افغانه تا سرحد خراسان محاکم شدند - در آذربایجان چون و با شیوع داشت بسیار عساکر
 پادشاه به باغرض در گذشتند و چنان کس باقی نماند و پادشاه از آرزوی رقم عزل بر پادشاهی
 جمعی از امرای نزدیکان کشیده ایشانرا از نزد خود اخراج نمود و خود با معدود چند عزم خراسان
 و استخر آن ولایت از ید مغلوبه نموده فوجی از جماعت قاجار استرآباد برکاب پیوسته بآن مملکت
 و رآمد و مملکت خراسان در آن وقت بسبب قتل الفتنام نایقه بود قندهار و تاج در تصرف افغانه
 قندهار و دار السلطنه بهرات و بلخقات در ید افغانه ابدالی و باقی خراسان در تصرف ملک محمود خان حاکم
 نیمروز بود و خود صاحب سکنه و خطبه شده در مشهد طوس اقامت داشت و لشکر جرار فراهم
 آورده خود نیز از شجاعان بود و نسب و سلسله طین سفاریه می پیوند و توقع آن بود که شاید حقوق
 چندین ساله جاکری و نمک سپردگی آن دودمان بزرگ را پاسبان داشته بقدم اعتذار پیش آید و خود
 این توفیق نیافته بعزم روم استقبال موبک شاهی کرده تا قلعہ سفر این آمد چون پادشاه از دلیری
 آگاه شد بے توقف بعزم تلمانی و گوستمالی و سوار شده ایلغار کرد ملک محمود خان از جبارت خود
 نادم گشته بسرعت تمام مشهد مقدس بازگشته در استحکام قلعہ و حصار کوشیدن گرفت و پادشاه
 بر دروازه شهر نزول نموده بمحاصره پرداخت و ملک محمود خان هر روز از حصار بر آمده با توپخانه و
 آماستگی تمام بالشکر پادشاهی کارزار میکرد و چند ماه بر این منوال بود مردم سائر بلاد و رعیت
 خراسان چون نمک پرورده خاندان صفوی بودند شهر را بتصرف داده فوج فوج بلشکر پادشاهی
 آمده لظاق خدمتگذاری و جانیسپاری بر میان بستند و کار بر ملک محمود تنگ شده آن بلده فاجر
 مفتوح شد و ملک محمود مجبوس گردیده در حبس سبعی یک از امرای بے اطلاع پادشاه ملک شد پادشاه
 در مشهد مقدس بود که من از آذربایجان حرکت کرده بآسترآباد آمدم و سید مسعوده خصال سید مفید استرآباد

حاکم پادشاهی و اشرف افغان و کشتن پادشاه
 بهضت پادشاه بآزندان

تخصت پادشاه از آذربایجان خراسان و خراسان

استقبال نمودن ملک محمود خان و کشتن پادشاه
 و حضور شدن ملک محمود

استقبال نمودن ملک محمود خان و کشتن پادشاه
 و حضور شدن ملک محمود

استرآباد

که از نیکان روزگار بود دران شهر بدیدم و از انجا بمشهد مقدس رسیده بزیارت روضه رضویه علیه السلام مشرف
شدم و اوقات گزیدم پادشاه از قدر دانی و مهربانی که شعرا آن سلسله علیه بود بمنزل آمد و مودت بسیار
کرد و دران مدت او را با فاخته ابدالی و سرکشان نواحی آن ملک بحارات اتفاق افتاده خضر یافت و در ایام
محاصره مشهد مقدس که فوج فوج سپاهی و رعیت اطراف خراسان بار و دیو بادشاهی می آمدند نذر قطعی بگیا
افسار ایوروی نیز انجمله بود بار و آینه رفته رفته مورد اطاعت شده بمساعدت طالع منصب جلیل القدر
قورچی باشی گری یافت و بطهاسب قلیخان ملقب گشت و با امرای و ارباب مناصب صفائی نداشت
والشایز اخاراه خود میدانست در شکست کار آنها کوشیدن گرفت و پادشاه را و او را و اهل القهات
تمام ما بود و تا آنکه ز نام مهمام ملکی برای مددویت و در آمده استقلال یافت و من دران بلده بکام
ما وجود کثرت آشنایان کمتر معاشرت با خلق داشتم و بکار خود مشغول بودم بسیاری از کتاب رموز
کشفیه را با چند رساله دیگر در انجا تحریر نموده ام و گاهی با اعیان و مستعدان صحبت میداشتم
او اشعار که دران مدت گفته شده بود جمع آوردم و این چهارم دیوان خاکسار است و دران بلده
بود سید عارف میر محمد تقی رضوی خراسانی از اقلیقا و اعلام زمانه بود و از مشاهیر فضلادان بلده
مجتهد مغفور مولانا محمد رفیع گیلانی بود و هم دران بلده بود فاضل جامع محقق مولانا محمد شفیع گیلانی
که از ادکیای علمائی و در اواسط حکمت نادره زمان بود و همه بامن انس و الفت تمام داشتند و بحال
بعالم بقا پیوسته هیچیک از ایشان در قید حیات نیست و دران ادان مرابطه بوزستان سعدی و ان
نوع سخن گستره رغبت افتاده شروع در گفتن نموده آن مثنوی را خرابات نام نهادم و بسیار از
مطالب عالی و سخنان دلپذیر دران کتاب بسبک نظم در آمد اتفاق آن نیست استعشار شایسته
پرخرابات را که شست از دلم لوث طامات را به عطا کرد زانندیش فارغ دلم به چو منی نه بخند بر سر
و بکنار و دو صد بیت گفته شده بود اما صورت انجام نیافت چند بیت که در خاطر بود ثبت افتاد -
مثنوی الایه جهاندار فرخنده خوشه به دمه گوش بکش بفرخنده گوئی به نخستین نگو گیر راه
سلوک به که خلقه گراید بدین ملوک به جهاندار به بدینندیده کیش به غم پیر و ان خور بدینال خویش به

در مشهد
آدم نذر قطعی بگیا
آدم نذر قطعی بگیا
آدم نذر قطعی بگیا

فلا دور را ہی نہیں حال؛ مباد کہ باہنی دلیل ضلال؛ و گر خود ناندی زندانہ پرس؛ زرو شندلان
 شتا سندرہ پرس؛ بخرد پزدوران را خریدار باش؛ تن تیرہ سفلہ کو خوار باش؛ پیرو در دل و عقل شکل کشک
 بدانش پزدوان مایوش درآے؛ بتدبیر سنجیدگان کار کن؛ ز مغر خود سرگرا بنار کن؛ بسبکتر نماید کار
 اے سپسر؛ کہ طبل ہتی بہ زمیغ سر؛ بروشن روانی برآوردے؛ کہ کیمید دانا بہ از عالے؛ بنظر کن احوال
 دانشوران؛ کہ بے خار بنود گل و زمرہ بان؛ بہر فرقہ در دیر بتجانہ بود در میان؛ بے بیگانہ بہر حکم
 بینی بود در دو صاف؛ فراخت ہنائے میدان لاف؛ چو دعوی گرا نرا شماری ہتی؛ کند از تو داند
 پہلو ہتی؛ بجا کئے کہ باشد رواج خرف؛ چرا گوہر آید برون از صدف؛ بدعوی میسر مبدی گر ہنر؛ ^{محل} ^{محل}
 شدے لانی خیرہ سر؛ فرومایہ گنڈہ دو حرف؛ مگر دہم آور در دیر بے زرف؛ نہان تیغ مصری
 و چوبین کند؛ عیان ست پیش نظر بے تند؛ فریبندہ و نیاست سنگ محک؛ چو خواہی بماند پس ہر
 شک؛ بگیری اے نکو کار عبرت سگل؛ غبار حریفان بجوی خصال؛ بصوت ہمہ آدمی پیکرند؛ بہر
 بے کم زگا و خرد؛ ترش روز بنید سخن کو مکن؛ بگو خواہ را تلخ باشد سخن؛ بردگئے مہران
 فرو زندہ نجات؛ کہ با دوست نرم است و با خصم سخت؛ رگ در شہ قسوت از دل بکن؛ کہ سنگ
 و شست نشتر شکن؛ بگیری تبو بند حکمت پڑوہ؛ چو باران رحمت بہ بنیاد کوہ؛ بہ پیش دم ناصحان
 خاک باش؛ پذیر اے حق از دل پاک باش؛ براحت چہسپی اباتاج و ترک؛ بکردت فقیران پے سار
 و برگ؛ بموینہ نہان چو در نافہ مشک؛ شکم بیطعام دگلو گاہ خشک؛ بجو راحت از برگ و سار؛ ^{طیر}
 تن آسانی؛ خلقی زردان طلب؛ بہ تندی چو ظالم نجم کمند؛ بیاید دل از ملک و اقبال کند؛ ^{چہرہ}
 بماند دران مرز بوم؛ کہ بازو کشاید بیکار شوم؛ مکن پرورش سفلہ راز نہار؛ درختے کہ خار است
 بارش مکار؛ بدیوان شاہنشاہ بہمال؛ زبیدا و ظالم پڑویدہ حال؛ بنالہ کہ سلطان سرا میدہ
 تو چون داو ند ہی خدا میدہد؛ بمبک تو ہر جا کہ بیداد رفت؛ بود از تو چون از میان داد رفت؛ دلا
 عاجزان بر نہاد خراش؛ ز آو ضعیفان حذر ناک باش؛ مترس از غر بونہر امان جنگ؛ حذر کن
 ز افغان دہائے سنگ؛ مشو سخرہ دشمن دوست روے؛ کہ سنجیت کند ان نکو مہیدہ خوے؛ شبائے کہ

تاز و بچکال گرگ پز بولست سودش ز بالش سترگ پز نیچی ب لذات نفس دزم پز چه لذت خود تر ز عدل و کرم
 رود مرد و ماند بجانام نیک پز خنک آنکه حمید سر انجام نیک پز **ایضا** یکے یار دل در گل افتاد و سخن
 ساند در خست آزاد و سخن چین حد پیش بازاده گفت نکوتا چرسان گوهر را ز سفت به مرا هست و پیش
 راهے شگرف به بعد حیرتم غرق در یاست ثرف به ساحل اگر بخت شد رهمون پز وزین بجه رخت من علی
 برون پز ندارم ز بد گفتش هیچ یک پز کجا کرد آلوده که جان پاک پز دگر بر نیاید سبیم درست پز شود رشتنا
 پنبه و کار سست پز از انم نکوتر نکوید کسے به سنوار ناخوشترم نان لبے به خزین میرت ره روان یاد دگر به سر
 حدیث جهان یاد گیر پز ترا با خود افتاده امر و زکار به نیک و بد کس معبر و زگار پز حریفان دغل باز و ره
 پیچ پیچ به مباد که فرصت بازی هیچ **ایضا** شمی سر بر آرد دم از حبیب خویش پز چو آبه که خیز زندها
 ریش پز طبع جلوه گر شد مراد نظر پز زهر زشت رو بیکرے زشت تر به بد و گفتم اے ساند بخردان پز
 پدر کیست باز کو در جهان پز گفت که شک در قضا و قدر پز نظر بستن از خالق نفع و ضرر پز گفتم که
 از همیشه خود بگو پز چه باقی درین کارگاه دور و به چه صنعت گری دارد از جزو کل پز گفتا ز بونی و خوی
 و ذل پز بدو گفتم از چهل خود خبر پز بگو شمه بازی خیره سر به تالت کد ام است و غایت کد ام پز گفتا
 که حرمان بود و السلام **ایضا** شنیدم که عیسی علیه السلام پز خرے داشته کامل و سست کام پز
 برو زے نکردے و دفر سنگ طے پز خر از مرد می کے شو و تند پے قضا را نمودش شے میل آب پز
 دل عیسی از غم او بتا به بان شغل طاعات و طول نماز پز دوام نیاز و مناجات و راز پز در انشب
 نیارست آسوده بود پز شنیدم دو صد نوبت آیش نموده حواری تعجب کنان از سنگت پز فضولانه
 پرسید و پاسخ گرفت پز که گزشتنه باشد خر به زمان پز چه ساز و کار آرد در تر حمان پز شود آتش چوری
 انگینچه پز بچاک آبرو کرد دم رنجیده به مروت نباشد که روز هزار کشد بار ماند لبش تشنه باز به نشاید
 شدن غافل از کار او به حواله مافتنه یتما را به خزین از و شتهای نیک اختران به جو انحرادی
 آموز دل نه بران پز چه سر گشته راه مردان بین پز درین ره پے ره نوردان بین پز ز جام مروت شرابی
 بزن پز دل خفته را مشت آبه بزن پز ذوق سخن گستری خامه سیاه مست را از وادی که پیش

لشکر کشیدن اشرف افغان در وقت که پادشاه در قندهار بود و در وقت که پادشاه در قندهار بود و در وقت که پادشاه در قندهار بود

داشت عثمان بر تافت گزندگان نکته نگیزند با کجمله چون اشرف افغان افتاد اردو احتشام تمام یافته بود و از جانب پادشاه عالی جاه اندیشه ناک بود از بیم آنکه مبادا در خراسان تمکن و استقلال یافته بدفع او بدو از پیش از آنکه متعرض او شوند اشرف مذکور با شوکت و لشکر که موفور و بی بخراسان آورد پادشاه و پهلوانان و امرا را تعجیل با سپاه که مقدم و بود از مشهد بعزم رزم او حرکت کردند و این قضیه در شهر صفر اشرفی و در بعین و ماه بعد الحالف بود و افغانه درین سال متواصل شد و پادشاه در وفات مناسبتی شد و حجتی از کرمفرمانرا نزد من فرستاد که شش گردند ناچار من نیز در منزل اولی رفاعت کرده سفر در میان آن لشکر و من دشوار نمود و در آن منزل پادشاه را البخنان معذرت آئین تسلیم نموده از عقب آن لشکر بخانه خود روانه شد و در میان همیشه مسافت اندک بود چون پادشاه ببلد بسطام رسید شویجی از افغانه بر سر توپخانه بعزم دست بر آمدند با سپاهان آگاه شد ایشان را بر آمدند انقصه بعد در روز دیگر بر سواب مشهور بمحان دوست تلفانی و لشکر دست داد و سپاه قزلباش با آنکه بقدر نصف لشکر افغانه نبود در زیر اعلام پادشاهی صف آرا گشته پاسه ثبات و مردانگی افشردند و افغانه نیز دلیرانه معرکه گیر و سوار گرم ساخته جنگ سلطانی در پیوست تفنگچیان پیاده رکاب پادشاهی و توپچیان خاصه در آن روز داد مہارت و مردانگی داده پیش قدمان و دلیران لشکر افغانه را چندان دفعه از میدان برداشتند و گلوله بر مثال تکرار بر صف سپاه ایشان ریختند و یک سواران قزلباش از چپ و راست بر ایشان آورده بهر کس رسیدند تهاک افگندند و تا خنجر بنگامه کار را زار گرم بود انقصه از خدمات لشکر سپاهی افغانه را با پی تمکین از حجامی رفت و چند آنکه تلاش کردند بجای نرسید صفوف ایشان بهم برآمده شکست در آن لشکر انبوه افتاد و اشرف مذکور و سرداران ایشان رو از معرکه تافته بهر گیت رفتند و در راه هر چند خواستند که مرتبه دیگر مستعد کارزار بشوند صورت نه بسته تعجیل تمام راه اصفهان پیش گرفتند و پادشاه بدامغان نزول نموده من بیانی که متصل بآن میدان آنک از آرام گرم رفتم چون تمام سپاه قزلباش بگذاشت سوار شده بر جوانب آن معرکه برآمدم و نظاره مقتولان بدیده عمرت کردم چه تا آنروز افغانه جنگ قزلباش و دست و بازوئی

مردان کار نندیده بودند در آن معرکه از قزلباش زیاد برده کس که اندک زخمی داشتند کسی ضایع نشد بعد از فتح و ظفر طهاسب قلینان صلاح در معاودت بمشهد مقدس دید که تدارک شاکسته نمودن سال دیگر بدفع افغانه بردارند پادشاه ماضی نشده عازم اصفهان گشتند در شهر سرکس از لشکر و حکام افغانه بود راه فرار باصفهان پیش گرفته ایالتی آن شهر را بهراران نیاز استقبال موکب شاهی کرده غلغلۀ شاد و شکر گذاری بکیوان رسانیدند و از هر طرف فوجی به لشکر ظفر اثر می پیوست و مرا از بلده سبزوار عارضه بت مسامح شده بود و در اصفهان شدت گرفت ده روز اقامت کردم بیماری زیاد شد و زمستان رسیده بود از راه انکامی بهر ارجحی ببلده ساری ما نژدگان رفتم و در آن راه از شدت بیماری مشقتی صعب کشیدم و در آن بلده نیز تا دو ماه بر بستر افتاده امید حیات نبود حتی تقاضای شفا نمیکرد جمعی از طلبه و مستعدان که در آن بلده مجتمع بودند خواستند نذاکره نموده کتاب اصول کافی و من لا یخفیه الفقیه و آیات شفا و شرح تجرید بخوانند گرفتند و این آخر مباحثات فقیر بود از آن زمان باز تارک شده ام و ایام بسیار را در آن زمان در آن بهشت نشانی بختی گذرانیده از آن دیار بطهران آمدم و در آن طرف مدت اصفهان مفتوح و افغانه مستاصل شده بودند و محمل آن قصه اینکه چون اشرف باصفهان رفت از خوف و هراس مردم اصفهان از شهر اخراج نموده بدیارات متفرق گشت و از اطراف سپاه خود را جمع نموده تدارک توپخانه برداشت و چون هاروسیان صلح نموده بودند از ایشان جمعی توپچیان ما را طلبید احمد پاشا جرمی فوجی توپچیان بمعادوت او فرستاد چون پادشاه بنواحی اصفهان رسید افغانه بالشکرا راسته و توپخانه عظیم استقبال نموده صفی قوال آراستند لشکر قزلباش و تفنگچیان رکاب شاهی اول بر سر توپخانه ایشان هجوم آورده و در میان را بکشتند و توپخانه را بگرفتند و پس از موشش و کشتش بسیار باز شکست در افغانه افتاد و مقدار چهار هزار سراسنانشان گرفته از آن سران و مناره عالی برافراشتند و اشرف افغانه شکسته و بدیال باصفهان درآمده انچه داشتند و توانستند اخراج این اموال بر لبه بگی در مملکت فارس کرد در تصرف ایشان بود و باضطراب روانه شدند آگاهانه ایشان که فرصتی داشتند دست بغارت بازار را که خالی بود

مردان کار نندیده بودند در آن معرکه از قزلباش زیاد برده کس که اندک زخمی داشتند کسی ضایع نشد بعد از فتح و ظفر طهاسب قلینان صلاح در معاودت بمشهد مقدس دید که تدارک شاکسته نمودن سال دیگر بدفع افغانه بردارند پادشاه ماضی نشده عازم اصفهان گشتند در شهر سرکس از لشکر و حکام افغانه بود راه فرار باصفهان پیش گرفته ایالتی آن شهر را بهراران نیاز استقبال موکب شاهی کرده غلغلۀ شاد و شکر گذاری بکیوان رسانیدند و از هر طرف فوجی به لشکر ظفر اثر می پیوست و مرا از بلده سبزوار عارضه بت مسامح شده بود و در اصفهان شدت گرفت ده روز اقامت کردم بیماری زیاد شد و زمستان رسیده بود از راه انکامی بهر ارجحی ببلده ساری ما نژدگان رفتم و در آن راه از شدت بیماری مشقتی صعب کشیدم و در آن بلده نیز تا دو ماه بر بستر افتاده امید حیات نبود حتی تقاضای شفا نمیکرد جمعی از طلبه و مستعدان که در آن بلده مجتمع بودند خواستند نذاکره نموده کتاب اصول کافی و من لا یخفیه الفقیه و آیات شفا و شرح تجرید بخوانند گرفتند و این آخر مباحثات فقیر بود از آن زمان باز تارک شده ام و ایام بسیار را در آن زمان در آن بهشت نشانی بختی گذرانیده از آن دیار بطهران آمدم و در آن طرف مدت اصفهان مفتوح و افغانه مستاصل شده بودند و محمل آن قصه اینکه چون اشرف باصفهان رفت از خوف و هراس مردم اصفهان از شهر اخراج نموده بدیارات متفرق گشت و از اطراف سپاه خود را جمع نموده تدارک توپخانه برداشت و چون هاروسیان صلح نموده بودند از ایشان جمعی توپچیان ما را طلبید احمد پاشا جرمی فوجی توپچیان بمعادوت او فرستاد چون پادشاه بنواحی اصفهان رسید افغانه بالشکرا راسته و توپخانه عظیم استقبال نموده صفی قوال آراستند لشکر قزلباش و تفنگچیان رکاب شاهی اول بر سر توپخانه ایشان هجوم آورده و در میان را بکشتند و توپخانه را بگرفتند و پس از موشش و کشتش بسیار باز شکست در افغانه افتاد و مقدار چهار هزار سراسنانشان گرفته از آن سران و مناره عالی برافراشتند و اشرف افغانه شکسته و بدیال باصفهان درآمده انچه داشتند و توانستند اخراج این اموال بر لبه بگی در مملکت فارس کرد در تصرف ایشان بود و باضطراب روانه شدند آگاهانه ایشان که فرصتی داشتند دست بغارت بازار را که خالی بود

مردان کار نندیده بودند در آن معرکه از قزلباش زیاد برده کس که اندک زخمی داشتند کسی ضایع نشد بعد از فتح و ظفر طهاسب قلینان صلاح در معاودت بمشهد مقدس دید که تدارک شاکسته نمودن سال دیگر بدفع افغانه بردارند پادشاه ماضی نشده عازم اصفهان گشتند در شهر سرکس از لشکر و حکام افغانه بود راه فرار باصفهان پیش گرفته ایالتی آن شهر را بهراران نیاز استقبال موکب شاهی کرده غلغلۀ شاد و شکر گذاری بکیوان رسانیدند و از هر طرف فوجی به لشکر ظفر اثر می پیوست و مرا از بلده سبزوار عارضه بت مسامح شده بود و در اصفهان شدت گرفت ده روز اقامت کردم بیماری زیاد شد و زمستان رسیده بود از راه انکامی بهر ارجحی ببلده ساری ما نژدگان رفتم و در آن راه از شدت بیماری مشقتی صعب کشیدم و در آن بلده نیز تا دو ماه بر بستر افتاده امید حیات نبود حتی تقاضای شفا نمیکرد جمعی از طلبه و مستعدان که در آن بلده مجتمع بودند خواستند نذاکره نموده کتاب اصول کافی و من لا یخفیه الفقیه و آیات شفا و شرح تجرید بخوانند گرفتند و این آخر مباحثات فقیر بود از آن زمان باز تارک شده ام و ایام بسیار را در آن زمان در آن بهشت نشانی بختی گذرانیده از آن دیار بطهران آمدم و در آن طرف مدت اصفهان مفتوح و افغانه مستاصل شده بودند و محمل آن قصه اینکه چون اشرف باصفهان رفت از خوف و هراس مردم اصفهان از شهر اخراج نموده بدیارات متفرق گشت و از اطراف سپاه خود را جمع نموده تدارک توپخانه برداشت و چون هاروسیان صلح نموده بودند از ایشان جمعی توپچیان ما را طلبید احمد پاشا جرمی فوجی توپچیان بمعادوت او فرستاد چون پادشاه بنواحی اصفهان رسید افغانه بالشکرا راسته و توپخانه عظیم استقبال نموده صفی قوال آراستند لشکر قزلباش و تفنگچیان رکاب شاهی اول بر سر توپخانه ایشان هجوم آورده و در میان را بکشتند و توپخانه را بگرفتند و پس از موشش و کشتش بسیار باز شکست در افغانه افتاد و مقدار چهار هزار سراسنانشان گرفته از آن سران و مناره عالی برافراشتند و اشرف افغانه شکسته و بدیال باصفهان درآمده انچه داشتند و توانستند اخراج این اموال بر لبه بگی در مملکت فارس کرد در تصرف ایشان بود و باضطراب روانه شدند آگاهانه ایشان که فرصتی داشتند دست بغارت بازار را که خالی بود

مردان کار نندیده بودند در آن معرکه از قزلباش زیاد برده کس که اندک زخمی داشتند کسی ضایع نشد بعد از فتح و ظفر طهاسب قلینان صلاح در معاودت بمشهد مقدس دید که تدارک شاکسته نمودن سال دیگر بدفع افغانه بردارند پادشاه ماضی نشده عازم اصفهان گشتند در شهر سرکس از لشکر و حکام افغانه بود راه فرار باصفهان پیش گرفته ایالتی آن شهر را بهراران نیاز استقبال موکب شاهی کرده غلغلۀ شاد و شکر گذاری بکیوان رسانیدند و از هر طرف فوجی به لشکر ظفر اثر می پیوست و مرا از بلده سبزوار عارضه بت مسامح شده بود و در اصفهان شدت گرفت ده روز اقامت کردم بیماری زیاد شد و زمستان رسیده بود از راه انکامی بهر ارجحی ببلده ساری ما نژدگان رفتم و در آن راه از شدت بیماری مشقتی صعب کشیدم و در آن بلده نیز تا دو ماه بر بستر افتاده امید حیات نبود حتی تقاضای شفا نمیکرد جمعی از طلبه و مستعدان که در آن بلده مجتمع بودند خواستند نذاکره نموده کتاب اصول کافی و من لا یخفیه الفقیه و آیات شفا و شرح تجرید بخوانند گرفتند و این آخر مباحثات فقیر بود از آن زمان باز تارک شده ام و ایام بسیار را در آن زمان در آن بهشت نشانی بختی گذرانیده از آن دیار بطهران آمدم و در آن طرف مدت اصفهان مفتوح و افغانه مستاصل شده بودند و محمل آن قصه اینکه چون اشرف باصفهان رفت از خوف و هراس مردم اصفهان از شهر اخراج نموده بدیارات متفرق گشت و از اطراف سپاه خود را جمع نموده تدارک توپخانه برداشت و چون هاروسیان صلح نموده بودند از ایشان جمعی توپچیان ما را طلبید احمد پاشا جرمی فوجی توپچیان بمعادوت او فرستاد چون پادشاه بنواحی اصفهان رسید افغانه بالشکرا راسته و توپخانه عظیم استقبال نموده صفی قوال آراستند لشکر قزلباش و تفنگچیان رکاب شاهی اول بر سر توپخانه ایشان هجوم آورده و در میان را بکشتند و توپخانه را بگرفتند و پس از موشش و کشتش بسیار باز شکست در افغانه افتاد و مقدار چهار هزار سراسنانشان گرفته از آن سران و مناره عالی برافراشتند و اشرف افغانه شکسته و بدیال باصفهان درآمده انچه داشتند و توانستند اخراج این اموال بر لبه بگی در مملکت فارس کرد در تصرف ایشان بود و باضطراب روانه شدند آگاهانه ایشان که فرصتی داشتند دست بغارت بازار را که خالی بود

انداخته در هم شکستند و در هر کراشه و خارج شهر حمله می یافتند بقتل آوردند و از مقتولین بود سولاناسی
 عارف آقا مهدی خلف مجتهد میرزا قالدی مازندران علیله حمزه کانیگان و اصدقای من بود و بالجملة بعد از
 چند روز پادشاه و لشکر قزلباش بشهر وارد شدند مردم شهر از فاجعه بشهر آمده هر کس بتعمیر حال خود پرداخت و
 پادشاه بمنازل عالی خود قرار گرفت و هماسپ قلیخان اراده معاودت بخراسان کرد بعد از ابرام و بجا
 مطالبه که داشت بتعاقب افغانه مامور شد و در آنوقت راه شیراز که سردسیر سخت است پر برف و عبور دشوار
 بود خان معظم که در لشکر کشی و سپه بندی لیکنه روزگار است لشکر بشیراز کشیده اشرف و افغانه که بشیراز
 در آمده بودند باز لشکر را فراهم آورده اجاره الوسات آخذ و راصلائی نزد والی غلام در داده جماعت
 بکراه و طبع مال بالیشان بوسیله مستعد محاربه بودند چون قزلباش به پنج فرسنگی بشیراز رسیدند افغانه باز
 باز و حاصه تمام روی بالیشان آوردند و کوششها سخت کرده تا چهار روز هنگام کارزار بود الحق
 سپاه قزلباش در انحصاف نیز و در مدی و ولادری داده جمعی کثیر از افغانه مقتول و بقیه السیف
 بفرار گشتند و در انموا قهقهه های شیراز افغانه سوخته و اموال مردم با تجارت برده بودند و جماعت
 از روسا و افغانه زنده دستگیر شده بسیارست رسیدند و از آنجمله بود میانجی پیرو مشرد محمود ملاز عقربان
 و امثال ذلک از آن جانوران بالجملة بعد از فتح و ظفر خان معظم بشیراز در آمده بشکین مردم و تمشیق آن
 ملک پرداخت اشرف و بقیه السیف که هنوز بخت و دونه را کس افزون بودند هر اسان بجال آید خطه
 لاریش گرفتند و از بیم تعاقب لشکر قزلباش محظوظ از ایوار و بشیر گری آسودند اکثر اسبان ایشان
 در راه مانده تلف شد و در هر مرحله جماعتی از پیران و اطفال و بیکاران خود را که از رفتن عاجز میشدند
 خود کشته انداختند چنانکه از شیراز تا بلده لار که پانزده روزه راست کشتگان ایشان ریخته
 بود چون آوازه فرار ایشان منتشر شده بود رعایای جمیع دیات و لواحق اگر بده خانه بودند دست
 بتفنگ و تبر برده بروی لشکری بآن عظمت ایستاده میرانند و از بیم مجال آن نداشتند که درنگ
 نموده با کس در آویزند و در آن راه قرص نان بدست ایشان نیفتاد و گوشت اسبان و الاغان
 معاش می کردند و خلقی با وجود زجر و جراحت بر بگشتگی مردمان قصه بلار رسیده چون قلعه اش شهر جهات

اشرف مذکور را بخاطر رسیدن آنجا خودداری ننماید و از روی مساعدت طلبید برادر خود را با فوج و نفرات
 بسیار روانه ساخت که از راه دریا بجهت رفته از روی میان درخواست امداد کند چون روانه شد رعایای
 فوجی بر سر او ریخته بکشتند و اسواران بر دند افغانی کو قتل قلعہ لاریو در روزی از قلعہ لیسلم اشرف
 نیز برآمد و بستی و پنج کس از اعیان لاریو در قلعہ محبوس داشت مجوسان از رفتن او آگاه شده از مکان
 خود برآمدند و چهل کس افغانه را که در قلعہ بودند بشیرالشان کشته قلعہ را در بر بستند و چند قبضه تفنگ
 در منزل کو قتل و افغانه یافته بجا است چنان قلعہ پرداخته از بروج آن فریاد دعای دولت شاهی
 برکشیدند و چون تسخیر آن قلعہ بر چند حارث لبت و پنج تن باشند میسر نیست اشرف چنانکه بهتدیو
 نوید خواست که ایشان را رام سازد و در گفت و نود روز در لاریو اقامت نموده هر شب فوجی از لشکرانش
 سرخو گرفته بامید رسیدن یامنی بیرون میفرستند و رعایا اطراف برایشان سر راه گرفته خود را از
 قتل و اخذ اموال معاف نمیداشتند اشرف چون پراگندگی خود بدید و هر اس بیقیاس بروی استیلا یافته
 بود راه فرار بقصد بازگرفت و در آن گرمسیر هر روز فوج فوج از لشکر او جدا شده راه سواحل دریا
 میگرفتند و رعایا را با ایشان همان معامله بود و جمعی که بدریا کشتی رسیدند بسیار از سفایق تقدیر
 انزوی غرق شده خلقی ابنوه بدریا رفتند و معدوم شدند ایشان سواحل و بخا و عمای و نواحی سند
 افتادند شیخ بن خالد که صاحب انحصار است ایشان را گرفته امر بقتل نمود پس از عجز و لایزال از خون و شکر
 در گذشته لباس ویران بپوشید و عربان به پایان بر داد و پس از چند روزی که سواحل عمان رسید
 پس یک برادر اشرف را که قریب بستی سال عمر داشت و خدا داد خان حاکم لاریو که از امر بزرگ ایشان
 بود در شهر مسقط بدیدیم هر دو شک بر دوش گرفته آب بجا نهد بر دند ایشان را طلبیده سخنان پرسیدیم
 و سرور خان نامی نیز از امر ایشان در آنجا بود گفتند بمزدوری کار گل میکنند و راهم نزد من آید
 و احوال پرسیدیم القصه چون اشرف از لاریو بحدود بلوچستان راه قدمار پیش گرفت در هر کرکوه رعایا
 و مردم اطراف خود را بر آورده و جمعی مقتول نموده اموال میزدند تا آنکه مال و سپاه او با انجام رسید
 و خود چنان لبرعت میراند پس عبداللہ بر دوش و برادران حدود و بادوسه کس یافته بقیلش مبادت نمود

کشته شدن برادر اشرف و دست رعایا
 آشفته لاریو قلعہ لاریو را از افغانه

سبب انحصار

کشته شدن برادر اشرف و دست رعایا

و سرش را با قطعه الماس گرانها که بر بازوی او یافته بود نزد شاه پهلپا سپردستاد پادشاه عالیجاه آن الماس را
 بفرستاده او باز دادند و خلعت برای او عطا شد پس سنوح این حالات را پهلپا سپید قلخان از فارس حرکت
 نموده از راه عربستان و لرستان بقر و علی شکر در آمده با پاشا همدان و لشکریان روم مصاف داده و نظر
 یافت و خنق بنموده از ایشان کشته حدود عراق را مسخر و مصفا ساخت و بقیه السیف رومیان بغداد گویند
 و در آن وقت بر امور کلی و جزوی تمام ممالک محروسه مسلط شده پادشاه او را بقیه و مهر خود داده بود و از
 زیاده روی و استیلا و ملالت و افسردگی داشت محمداً من از طهران باصفهان آمد و آن شهر معظم را با وجود
 بودن پادشاه بغایت خراب دیدم و از آنهم مردم دوستان کمتر کسی باقی مانده بود در آنوقت مولانا
 فاضل طاهر شریف گیلانی که پیش مذکور شد باصفهان آمده شیخ الاسلام بود در هم انجا رحلت کرد و در این
 شهر بود فاضل خورشید شیخ عبدالمد گیلانی که بغایت ستوده خصال و از دوستان من بود و چندین قبل ازین گذشت
 و در آن شهر از زاد داشت مولانا می فاضل مولا محمد جعفر سبزواری که از اقطای معارف و مرصعان بود با
 الفت درین داشت در آنوقت بکینوبت شیخ بمنزل من آمده از صحبتش بهره در کردم باجله ششماه در اصفهان
 اقامت نموده پادشاه ابراهیم خان سودمند گفتم و بجزیه چند که در ظاهر باعث بقای ملک و دولت بود یا رها
 ولایت کردم یا بتغیر موافق بقیه و طهما سپید قلخان یا ذریا کیان رفت و دارا سلطنت تبریز را متخلص
 کرده بار و میان مصافحی سخت داده ایشان را در هم شکست و از مملکت آذربایجان انچه این طرف آب است
 بود تصرف در آورده بهر جا حکام گذاشت و آن طرف شطرنج را فراجم شده با مرئی روم که در آن حد
 بود سخن مصالحه در میان آورد و چون درین اوقات در خراسان بسبب شورش جماعت ترکمان و افغانه
 ابدالی سرات که عرصه خالی یافته بودند آشوب بودند خانان توجه بصوب خراسان معطوف داشت و ترکمانان را
 گوشمال بلخ داده بر سر قلعه هرات رفته افغانه را محصور ساخت و چون در قصبه در کرین تالاب همدان جمعی
 که در روزگار افغانه با ایشان یار شده فتنه با کرده بودند فراجم آمده هنوز داعیه خود سری داشته قلعه
 استوار نموده بودند پادشاه بفرم و دفع فتنه ایشان و استخلاص بقیه آذربایجان از اصفهان در حرکت
 آمده مبالغه در سمره بود و من داشت در آن وقت مرا حالت و سامان آن سفر غامزه بود و تملوکی نموده

تو جان قلخان و مجازات آن قلخان و قلخان بن قلخان را شهادت یافت و در آن زمان که در آن شهر از زاد داشت مولانا می فاضل مولا محمد جعفر سبزواری که از اقطای معارف و مرصعان بود با الفت درین داشت در آنوقت بکینوبت شیخ بمنزل من آمده از صحبتش بهره در کردم باجله ششماه در اصفهان اقامت نموده پادشاه ابراهیم خان سودمند گفتم و بجزیه چند که در ظاهر باعث بقای ملک و دولت بود یا رها ولایت کردم یا بتغیر موافق بقیه و طهما سپید قلخان یا ذریا کیان رفت و دارا سلطنت تبریز را متخلص کرده بار و میان مصافحی سخت داده ایشان را در هم شکست و از مملکت آذربایجان انچه این طرف آب است بود تصرف در آورده بهر جا حکام گذاشت و آن طرف شطرنج را فراجم شده با مرئی روم که در آن حد بود سخن مصالحه در میان آورد و چون درین اوقات در خراسان بسبب شورش جماعت ترکمان و افغانه ابدالی سرات که عرصه خالی یافته بودند آشوب بودند خانان توجه بصوب خراسان معطوف داشت و ترکمانان را گوشمال بلخ داده بر سر قلعه هرات رفته افغانه را محصور ساخت و چون در قصبه در کرین تالاب همدان جمعی که در روزگار افغانه با ایشان یار شده فتنه با کرده بودند فراجم آمده هنوز داعیه خود سری داشته قلعه استوار نموده بودند پادشاه بفرم و دفع فتنه ایشان و استخلاص بقیه آذربایجان از اصفهان در حرکت آمده مبالغه در سمره بود و من داشت در آن وقت مرا حالت و سامان آن سفر غامزه بود و تملوکی نموده

از اصفهان بصوب شیراز روانه شدم که چندی در آن شهر بسر بردم تا چه پیش آمد چون بیش از رسیدم آن شهر را
 بغایت خراب و آشفته دیدم و از آنهمه اعظم دوستان من کسی برجا نمانده و جماعته از اولاد و منسوبان آنها را
 بر ایشان حال و بیه سر انجام یافتیم و از ایشان بود میرزا مادی خلف مرحوم مولانا شاه محمد شیرازی که خالی از خند
 نبود ترک معاشرت با خلق نموده در تکلیا و غرارات آن شهر بسر می برد و بغایت از عالم گذشته و شوریده
 حال بود چون سابقه موقوفی داشت نزد من آمد و از غرائب اینکه او را بآن حالت که داشت ذوق عجب بخا
 بود اگر چه خود میگفت اما صحبت آن بغایت شائق و در حال آن ما هر دو چنان سرسریع الانتقال بود که هیچک
 از مهره آن فن را مثل آن ندیده ام و مرا هرگز بمجا رغبت نبود آنرا به حائل و صرف فکر در آن افسوس آمد
 اما چون سلیقه بهر چیز مساعد و طبع بهر چه پردازد آنرا ملکه می سازد این شیوه را نیز طبیعت چنانکه باید مالک
 در معاشرت استقامان این فن معیبات لطیفه بسیار گفته ام یکدور در صحبت میرزا مادی نذر کونینز مبتد
 معکابیاره انشای شده و چندیکه حالت تحریر بقلم آمد ثبت افتاد **باسم مالک** اے زاهد خشک بخت
 برگردیده دم سرد و بتو بساط بر چیده شد فصل خزان چو آمدی سوئے چمن بگل گشت نمکته برگ برآید
باسم نصیر از بسکه بجان از غم رنگبر تو آمد پیکان تو بخود بسر تیر تو آمد **باسم خاندان** خواب
 راحت کونه بنیده و دیده صاحب دلان بخت بیداری بپامی ماند آخر از جهان **باسم جمال** پارینه ره
 جور بر آمال کشادی بموجب و بپسندیده امسال کشادی **باسم ترسا** اشک در دیده سودا زده که جادو
 تاکه در جانب خار و خس صحرا دارد **باسم امان** پیر این آئینه بنیاب قبا شد بر سینه من تیر تو تا
 عکس نمائید **باسم قبا** مهر لب چون زخم با تیره روزی در جهان به شب وصل تو دل لائق باه است و فغان
باسم تقی مجاز و باطل اوس در زمانه حقیقت گشت حق رفت از میانه **باسم محمدا** غارت زدگان شیراز زد
 من مجتمع شده شرح احوال خویش می نمودن مرادل از جای رفت و بآن حال در میان ایشان ماندن دشوار
 نمود از اینجا بصوب گرم سیرات فارس روان شدم و ببله لار در آمد و زمستان اقامت نموده در آن
 حدود دهم استقامت نمود مملکت خراب و فساد و قوانین ملکی در آن چند ساله ایام فترت از هم ریخته
 و پادشاه صاحب اقتدار باند سیرورایه بایست که تادمی باحوالی هر قصبه و قریه پردازد و بصوبت تمام

ملک را با صلاح آورد این خود در آن مدت قلیل گذشته بود و از مقتضیات فکلیه درین ازمه رکنیه که صلاحیت ریا
 داشته باشد در همه روی زمین در میانست و در محل هر یک از سلاطین و رؤسای فرمان دمان آفاق چند انگه
 اندیشه رفت ایشان را از همه رعیت با از اکثر ایشان فرومایه تر و نامبار تر یافتیم مگر بعضی فرمان دمان ملک
 فرنگ که ایشان در قوانین و طرق معاش و ضبط اوضاع خویش استوارند و از آن بسبب مبلنت تمام
 بحال خلق سائر اقالیم و اصفاغ فائده چنان نیست با کجلا از ارغمان غریمت بصوب بندر عباسی
 معطوف داشته بآن بلده رسیدیم و مدتی بیماری صعب عارض بود چون تخفیفی حاصل شد باز غرض سفر
 حجاز کردم و جماعت فرنگ را که در آن بندری باشند با من اخلاص تمام بود چون سفائن و چهار زات ایشان
 بغایت وسیع و مکانهایی شایسته دارد و در دیان نیز بلد تر و از هر قوم ما برتر اند حجاز ایشان اختیار کردم
 اکنون خانه سخن طراز بقعه احوال پادشاه را بتقریب ارباب کلامی نگا بود پادشاه از اصفهان حرکت
 نموده با جماعت طاغیه در گزین محاربات کرده قلعه ایشان را منهدم و بقعه السیف را منقاد ساخته
 رو به بآذر بایجان نهاد و از آب ارس گذشته جماعت رومیه پیشتقدکار را رشند و در نوای بلده
 ایروان تلافی فریقین روی داده بادشاه بظفر اختصاص یافت و از حاضران معرکه شنیدم که نه هزار
 کس رومیان بقتل رسید و غنیمت فراوان بدست فرلباش افتاد و الحق فتح نمایانی بود و در میان که
 در قلعه ایروان بودند مستحسن شده پادشاه بمحاصره پرداخت و اضطراب در مالک روم افتاد و او را
 دولت عثمانیه تدبیر اندیشیده احمد پاشا که بعد از او بالشکر موفور بصوب عراق فرستاده تا باین وسیله
 پادشاه و فرلباش ترک و محاصره ایروان گیرند و چنان شد چون خبر وصول لشکر روم بعراق که در آن وقت
 از حاکم صاحب شوکت خالی بود بپادشاه رسید دست از محاصره ایروان کوتاه نموده در نوای سهند
 تلافی فریقین رو به داده قریب بهم فرو آورند احمد پاشا که مذکور بحمله سازی مکر پیغام صلح و التماس
 ترک جدال و خصومت در میان آورد و تانی الحمله لشکر فرلباش از استعداد محاربه در آن زدوی غافل
 شدند و چنان سخمان مصاحبه در میان بود اما چون آن دو لشکر کینه جو بغایت نزدیک و دست و گریبان
 فرو آورده بودند از هر دو جانب میگاه طلبان معدود و بسیاریان در آمده با هم کارزار کردند و نهایت

حاج پادشاه با جماعت فرنگی که در آن بندری باشند با من اخلاص تمام بود چون سفائن و چهار زات ایشان بغایت وسیع و مکانهایی شایسته دارد و در دیان نیز بلد تر و از هر قوم ما برتر اند حجاز ایشان اختیار کردم اکنون خانه سخن طراز بقعه احوال پادشاه را بتقریب ارباب کلامی نگا بود پادشاه از اصفهان حرکت نموده با جماعت طاغیه در گزین محاربات کرده قلعه ایشان را منهدم و بقعه السیف را منقاد ساخته رو به بآذر بایجان نهاد و از آب ارس گذشته جماعت رومیه پیشتقدکار را رشند و در نوای بلده ایروان تلافی فریقین روی داده بادشاه بظفر اختصاص یافت و از حاضران معرکه شنیدم که نه هزار کس رومیان بقتل رسید و غنیمت فراوان بدست فرلباش افتاد و الحق فتح نمایانی بود و در میان که در قلعه ایروان بودند مستحسن شده پادشاه بمحاصره پرداخت و اضطراب در مالک روم افتاد و او را دولت عثمانیه تدبیر اندیشیده احمد پاشا که بعد از او بالشکر موفور بصوب عراق فرستاده تا باین وسیله پادشاه و فرلباش ترک و محاصره ایروان گیرند و چنان شد چون خبر وصول لشکر روم بعراق که در آن وقت از حاکم صاحب شوکت خالی بود بپادشاه رسید دست از محاصره ایروان کوتاه نموده در نوای سهند تلافی فریقین رو به داده قریب بهم فرو آورند احمد پاشا که مذکور بحمله سازی مکر پیغام صلح و التماس ترک جدال و خصومت در میان آورد و تانی الحمله لشکر فرلباش از استعداد محاربه در آن زدوی غافل شدند و چنان سخمان مصاحبه در میان بود اما چون آن دو لشکر کینه جو بغایت نزدیک و دست و گریبان فرو آورده بودند از هر دو جانب میگاه طلبان معدود و بسیاریان در آمده با هم کارزار کردند و نهایت

دوازده و سوار گشته تا گمان جنگ بزرگ و ریوست و در میان محمد خرای که متصل بصوفی قزلباش بود در آمدند
 استوار شدند و بنیاد آفتاب انداختن کردند بصوفی قزلباش متلاشی و بعد از ساعتی پراگنده شده راه فرار کشاد
 پادشاه هر چند پائے داری نمود سود نکر و چند کس از امرای غنائش آویخته او را از حرکت بر آورده و در میان نیز
 قدم فراتر نگذاشته میگرداشتند و این قدر غلبه را غنیمت شمرده کسان زبان دان با التماس صلح و تمهید مصاف
 نزدیک پادشاه فرستادند و معذرت بگذاشتن کردند پادشاه نیز رضاداده در میان مصالح واقع شد و پادشاه
 با صغهان بازگشت و همان روز که من از بندر عباسی اراده سواری بجهاز روانه شدن بغرم حجاز داشتم
 مراسم پادشاهی و جمعی از اشنا ماین اردو رسید و این حقایق معلوم گردید و من کمبختی در آمده به بندر صورت
 آدم قریب بدو ماه اقامت کرده از اینجا روانه مقصد گردیدم و فرنگیان در آن سفر نهایت بندگی و نیکو خدمتی
 مراعی داشت تا به بندر جده رسیدیم و ادراک این سعادت رحمتها بے پایان سفر دیار افرا موطن ساخت پس
 از اینجا بامداک حج بیت الله الحرام و مناسک پرداخته بتوفیق رب الغلت این آرزوے دیرین بحصول
 پیوست و در مکه معظمه بسبب اشارت که در دیار بر دے و او در سال امامت را تخریم نمود و اراده توقف
 در آن مکان مقدس بود بچند میسر نیامد در شهر محرم خمس و ربعین و مانده بعد از الف با قافله حاج کسان قی
 شده آن بیابان را در شدت تابستان طے نموده بان بلده آدم و از آن حدود دیکشتی نشسته بجزیره بحرین
 و از اینجا به بندر عباسی رسیدیم از اینجا معلوم شد که او ضلع ایران باز و رجم شده ساخته بغیر پادشاه در اوایل
 سال مذکور روئے نموده بمحل آن اینک هماسپ قلخان در محاصره هرات بود که پادشاه را جنگ بعهان و مصالحه
 بار و میان اتفاق افتاد و خان معظم این قصد را حمل بر نقص تدبیر نموده صلح مذکور را انکار کرد و پس از چاره
 و مجادله هشت ماه آن شهر را مفتوح و افاغنه ابدالی را قهر و قتل کرده یقیناً السیف را در سلک سپاه
 ملازم ساخته بمشهد مقدس بازگشت و چند کس از مقربان و متمدان پادشاه را طلب داشتند مطمن خاطر
 ساخت و غرم رزم احمد پادشاه تسخیر بغداد کرده گفت بخدمت پادشاه رسیده بعد از رخصت ببغداد
 میروم مقربان بخدمت پادشاه آمده از اظهار ادا و اخلاص مندی او خاطر پادشاه را که تفرس و غم
 استقبال وے نموده اند نشانه ناک بود مطمن ساختند و خان معظم ما بشکریه موفور با صغهان آمده بخدمت

بصالح پادشاه بار و میان

بصالح پادشاه بار و میان

بصالح پادشاه بار و میان

بصالح پادشاه بار و میان

پادشاه رفت و سخن اجازت سفر فرمود در میان آورده فخر داشت و عازم حرکت بود روزی مقربان ترغیب
 رفتن پادشاه بمنزل وے کرد از باغهای پادشاهی بود کردند و پادشاه در خلوت سوار شده بآن باغ
 رفت خان فرور پیاده استقبال نموده بمراسم خدمت پرداخت و بساط عشرت گسترده التماس ماند
 آنروز کرد چون پادشاه با ستراحت مشغول شد و چند کس از سرداران لشکر خود طلبیده سخن در سلطنت
 ماند که اسحال صلاح آنست که بسبب ضعف طالع چندی پادشاه ترک سلطنت گفته بگوشه نشیند و پسش را
 بسطنت برداشته معامله روم یکسو کنیم چون این معنی محمد بود ایشان نیز رضاداده پادشاه را ازین
 صلاح خبر دادند وے ناچار بقضات در داد و پسش را که کودک دو ماهه بود و سیارگاه پادشاهی در آورد
 خطبه دسکه بنام او کرده بشاه عباس موسوم شد و شاه طماسپ را با جمعی پاسبانان روانه خراسان نمود
 یکی از پردگیان سلطنت را خود پیشتر در جباله لکاح داشت در الوقت دیگر ے را در سلک اردو الچ سسر
 بزرگ خود در آورد و آنچیز در خانه و کارخانجات پادشاهی بود بتصرف خان معظم درآمد و بر جمیع ممالک ایران
 حکام از خود تعیین نمود و شاه عباس مذکور را چند کس همراه نمود و بقزوین فرستاد جماعت تحقیقاری سران
 معالیم پیچید، شورش کردند و حاکم جدید را بکشتند به تنبیه ایشان از صفتان نهضت کرد و پس از
 جنگ و جبال متابعت کردند خان معظم روانه بغداد شد و در راه بالشکر ے از روم مصاف داده غالب
 آمد و بغداد را ند احمد پاشا + حاکم دارالسلام بالشکر ے انبوه از شهر بر آورده در کنار شط بغداد
 مصاف داد و شهرم بقلعه گرخت خان معظم با شوکت تمام لمجا صره پرداخت و بر دجله حصار مستحکم
 بسته هر دو طرف شط و قلعه را فرو گرفته در تضیق محصوران کوشیده توابع و لواحق بغداد همه بتصرف
 قزلباش در آمده اکثر کدکوب حوادث شد و احمد پاشا دران قلعه داری اکتی نهایت مردانگی و تکلیف
 بکار برد و راه فرار هم نداشت و در اطاعت قزلباش مطمئن نبود بهر حال با پے بیفشرد اما چون پادشاه
 موفق بر محصور شده بود مدت محاصره امتداد یافت دران شهر انبوه قحط افتاد و مردم اکثر حیوانات
 ماکول و غیر ماکول کشته سنگ و گربه را بخوردند و کار محصوران بصعوبت تمام کشید چون برنخیز ازین مواعظ
 گذارش یافت اکنون بذکر بقیة احوال خود ے پردازد چون به بندر عباسی رسیدم بنا بر

پادشاه رفت و سخن اجازت سفر فرمود در میان آورده فخر داشت و عازم حرکت بود روزی مقربان ترغیب
 رفتن پادشاه بمنزل وے کرد از باغهای پادشاهی بود کردند و پادشاه در خلوت سوار شده بآن باغ
 رفت خان فرور پیاده استقبال نموده بمراسم خدمت پرداخت و بساط عشرت گسترده التماس ماند
 آنروز کرد چون پادشاه با ستراحت مشغول شد و چند کس از سرداران لشکر خود طلبیده سخن در سلطنت
 ماند که اسحال صلاح آنست که بسبب ضعف طالع چندی پادشاه ترک سلطنت گفته بگوشه نشیند و پسش را
 بسطنت برداشته معامله روم یکسو کنیم چون این معنی محمد بود ایشان نیز رضاداده پادشاه را ازین
 صلاح خبر دادند وے ناچار بقضات در داد و پسش را که کودک دو ماهه بود و سیارگاه پادشاهی در آورد
 خطبه دسکه بنام او کرده بشاه عباس موسوم شد و شاه طماسپ را با جمعی پاسبانان روانه خراسان نمود
 یکی از پردگیان سلطنت را خود پیشتر در جباله لکاح داشت در الوقت دیگر ے را در سلک اردو الچ سسر
 بزرگ خود در آورد و آنچیز در خانه و کارخانجات پادشاهی بود بتصرف خان معظم درآمد و بر جمیع ممالک ایران
 حکام از خود تعیین نمود و شاه عباس مذکور را چند کس همراه نمود و بقزوین فرستاد جماعت تحقیقاری سران
 معالیم پیچید، شورش کردند و حاکم جدید را بکشتند به تنبیه ایشان از صفتان نهضت کرد و پس از
 جنگ و جبال متابعت کردند خان معظم روانه بغداد شد و در راه بالشکر ے از روم مصاف داده غالب
 آمد و بغداد را ند احمد پاشا + حاکم دارالسلام بالشکر ے انبوه از شهر بر آورده در کنار شط بغداد
 مصاف داد و شهرم بقلعه گرخت خان معظم با شوکت تمام لمجا صره پرداخت و بر دجله حصار مستحکم
 بسته هر دو طرف شط و قلعه را فرو گرفته در تضیق محصوران کوشیده توابع و لواحق بغداد همه بتصرف
 قزلباش در آمده اکثر کدکوب حوادث شد و احمد پاشا دران قلعه داری اکتی نهایت مردانگی و تکلیف
 بکار برد و راه فرار هم نداشت و در اطاعت قزلباش مطمئن نبود بهر حال با پے بیفشرد اما چون پادشاه
 موفق بر محصور شده بود مدت محاصره امتداد یافت دران شهر انبوه قحط افتاد و مردم اکثر حیوانات
 ماکول و غیر ماکول کشته سنگ و گربه را بخوردند و کار محصوران بصعوبت تمام کشید چون برنخیز ازین مواعظ
 گذارش یافت اکنون بذکر بقیة احوال خود ے پردازد چون به بندر عباسی رسیدم بنا بر

مشقبتائی سخت که در سفر حجاز کشیده و قروض بسیاری که برگردن افتاده بود طاعت حرکت بجای نداشتیم مدت دو ماه در آن بند مانده دیون را بر هر نوع صورتی داده بقدر مقدور باحوال پریشان خود و وابستگیان پرداختیم و در آن وقت بسبب انقلاب دولت و تغییر قوانین سلطنت و تعدی و تخمیلات زیاد بر طبقات خلایق آن مملکت بهم برآمده اضطراب تمام بود و خلقی را که اصناف حوادث و بلیات رسیده پا کمال چندین ساله دشمنی مثل افغانه ظالم بد معاش بودند اصلاً تاب و توان تحمل و تعدی و ستم نبود و باین حال گماشتگان دیوان و عمال بر هر کس بوجوه مختلفه اصناف تخمیل و تحصیل زر در پیش داشتند عذر و عجز و لایه کسی ممنوع نبود و هر کس مجال خود در مانده و اداری در میان نه الحاصل که عجب حالتی باشد و مرا خود طبیعت مجبوست که اقبای بر باطل و تمکین، ظالم نتوانم و برادران که ملهوف و تصرف مظلوم و حمایت ضعیف بے اختیار و اگر عاجز آیم آرام مجال و زندگانی بر من حرام است در آن هنگام بیچارگان ناچار بمن استغاثه میکردند و چاره ممکن نبود و آنچه بر من گذشته عالم السیرت بران آگاه است و در حمایت عجز همیشه با عمل داران لیسختی و در شستی و ولایت و سرزنش می بودم و چنان سودی نداشت چه بنیاد کار بران بود و حد و نهایت نداشت از بند عباسی حرکت کرده عزیمت اصفهان نمودم و بهر قلعه و قریه که میرسیدم مردم جمع آمده در ناکه و زاری بودند چون در تمام آن دیار معروف شد جائی نبود که مردمش معرفتی نداشتند باشند نهانی و اختفا مقصد و نمیشد تا به بلده لار در آمدیم ایام زمستان و بارش بود و بر من ضعف و ناتوانی استیلا داشت و حالت سفر خاصه بسبب سردی نبود چند روز توقف کردم و اوضاع آن شهر حرات بنهیت ابر بود حاکم سابق بمصادره گزقار و حاکم جدید چهار صد کس سپاه همراه جمعی دیگر خدمه و وابستگیان بود و از غراب اینکه مقرر چنان شده بود که اخراجات یومیه خود را روز بروز از مردم شهر بگیرند و از خارج بسبب خرابی و ناامنی طرق اجناس بآن شهر نمیرسید و تسعیرات بالا گرفته ماکولات کمیاب بود و معدودی از بیچارگان که از آنهمه حوادث باز مانده بودند لفلالت تمام روزگار را بسر میبردند حاکم و سپاه در اخذ و محتاج یومیه خود و عطف داشتند و امیر دیگر بر سر لعدا و تخمیلات آتولایت آمده اضعاف معمول مطالبه و در آن مبالغه تمام

که از بنو بنی ابراهیم است
و در وینبله لار و لعدی حاکم و عمال در آن دیار

داشت و برسانه استخار نیز خراجی که هرگز در آن حالک نموده اختراع نموده وی نیز سرکار علمخده فرجیده بر سر
مردم افتاده بود و از جمیع نواحی که دسترس ایشان بود خراج و متوجهات سال آنکه نیز محصلان شدند
گماشته تحصیل مینمودند و از هر خانه رعیت یک نفر سپاهی بایراق و سامان می خواستند که در رکاب حاکم حاضر
بوده بے مرسوم و مدد خرجی تا باشد خدمت نماید و مقدار یک هزار کس از آن نواحی باین صیغه جمع آورده
بودند و سر هزار کس دیگر طلب نمودند و یافت نمیشد اگر رعیت بیچاره بود رخت و اوراق و سامان و لیباق
نداشت و در سر زمین خود با بستی بلغاقت و مرزدوری خفته برای خود و عیال پیدا کند ویرا چگونگی سفر
میسر بود و کتبخانایان ایشان در معرض مواخذة و طاول بودند و باین حال مطالبه مسووسات و
آذوقه مسووفه برای ذخیره نمودند و این سلوک مخصوص رعایای شیعه لار بود که اطاعت داشتند
و بر بنی ارحمال آن که بر مذہب شافعی اند و در ایام استیلای افغانه نیز آسوده حال و تا آن زمان با
بحاکم ننموده در مکانهای خود متمکن و از بن تحمیلات بزرگان بودند و خان معظم محمد خان بلوچ را سرداری ملکات
فارس داده تنبیه ایشان مامور نموده بود و وی با اتفاق حاکم شیراز با حشتر انبوه روانه انصوب شده
از کثرت تعدی ایشان رعایای بیچاره میر میزند و سردار بلبله جهرم رسیده عبد الغنی خان حاکم آن
بلده که از نیکان و دوستان من بود و در آن مدت بحسن تدبیر و مردانگی آن بلده را از شر افغانه محافظت
نموده معمور داشت هر چند خواست که ایشان را بسالمانی که مقدور بود خدمت نمودن را بخند و در گذارد
راضی نشدند و درخواستهای پیش از وضع نموده دست تعدی کشاند عبد الغنی خان مذکور که بعداً
در رعیت پروری و مردانگی موصوف بود ناچار شده حصار شهر استوار کرد و با سپاهی که داشت
بحر است آن بلده پرداخت و در میان و حشمت خواسته سردار بجای آورد و استیصال او کمربست و
چند آنکه و سردار را بمو، سا و مدار و رفیع جدال پیغام داد و در گرفت درین احوال لاریان که طبیعت
ایشان خالی از بے پروائی و مردانگی نیست بیچاره کار خود را مانده از سلوک حاکم و عملداریان تنگ آمدند
و از رسیدن سردار و تعدی آن لشکر نرو حشمت تمام داشتند و حاکم نیز بنابر سلوک ناگوار خویش
از ایشان نامطمئن و خدشناک شده سپاه و متعلقان خود را جمع آورده در اندرون منزل خویش جا

محمودان بک بدایونی خواجه محمد بنیون با هزار
 همسر دار محمد خان بلوچ در ملک فارس

داده پلاس خرم سید است و ازین غافل که مشعر النصر لیت باجی و مجنّه به لکنه سعادات و توفیق + آرز
 قصار روزی حاکم به پناه از کلانتر آن شهر رنجیده ویرا بفرمان او کشیده افکندند و چون بسیار زده محبوس
 ساخت و چند کسی از اعیان را که بسلام او حاضر شده بودند تهدید عیف کرد ایشان با مردم شهر و اهلستان
 کلانتر نزدین آمده بنیاد شکایت و اضطراب کردند چنانکه ایشان را تسلی و دلالت بصبر و تشکیب کردم
 سود نداشت و از حیات کلانتر که در خانه حاکم محبوس بود مایوس شده بیثابی و فرعی نمودند و من
 حاکم را با طلاق کلانتر دلالت کردم قتل می نمود و اعیان شهر بار بار نزد او رفته بیگناهی و بیچارگی خود بار
 نمودند و در استخلاص کلانتر کوشیدند فائده نکرد و حاکم روزی بو ثاق من آمد باو بی سخنان صلح آمیز
 بسیار گفتم و سلبو که در الوقت شایسته حال او بود رهنمونی کرده حبس کلانتر را که باعث قتل و
 فساد می شد باو فهمانیده ویرا از حبس رها کرد مشروط بر آنکه در الوالات نماند روانه حجاز شود
 ایمنی هم قبول افتاد و کلانتر مذکور عازم حرکت شد چون در روز بگذشت حاکم پشیمان شده اراده گرفت
 و می نمود مردم متوحش شده شب با هم نشستند و بدفع حاکم کمر بستند هنگام طلوع صبح بود که بمبلی
 با اتفاق کلانتر بخانه حاکم رنجیده صدائی گفتگ و غوغای برخاست و حاکم با چند نفر غلامانش کشته شد
 سپاهیانش هر یک بگوشه پنهان شده فوجی از ایشان بمنزل من پناه آوردند چون کار حاکم با انجام
 رسید کلانتر و دیگران بآن از دحام هجوم عام نزدین آمدند از مر و سپاه که تقدی بسیار دیده بودند
 غم انتقام داشتند من در حمایت ایشان مبالغه کردم کلانتر و عامه نیز خود بحجاب و رعایت آداب
 کار فرما شده از مزاحمت ایشان در گذشتند و همانروز آنجا محنت را عذر خواهی نموده با اسب
 و اسباجه که داشتند از آن شهر سلامت روانه نمودم و کلانتر و اعیان را سرزنش و ملامت بسیار بفرمود
 آن کار در الوقت که ایشان را سامان و لوازمائی با انجام رسانیدن آن نبود و باعث امتیصال و
 خرابی بمبلی می شد کردم لیکن مضائی تقدیر شده کار از دست رفته بود و حاکم مغرور که اشتباه
 قدیم بود از مصدوره نجات یافته با مردم خود از آن شهر بطرف بیرون رفت پاسهانان قلعه لارا از
 اتفاق با مردم شهر جدا شده در قلعه نشستند و در ظرف چند روز طرفت و آشوبی در آن شهر

ششتر شاهان حاکم آراش و آب آن دیار

و چند کس که با هم سابقه عداوتی داشتند نیز کشته شدند و نزدیک بان رسید که دست تطاول بیکدیگر
 افکندن بحسن تدبیر ناکره آن فتنه را تسکین دادند و در آن حادثه مشقتی بمن رسید که شرح نتوان کرد
 و چند آنکه جهد می کردند که از میان ایشان بطرفی بیرون روم سود داشت و همگی با التماس و ابرام
 مخالفت می نمودند و از همه بهتر اینکه در اطراف و کناف شهرت یافت که اقدام ایشان بان امر باشارت من
 بوده و چون بکبرار کس از آن مردم سکنه قری و لواحی بودند که حاکم ایشان را یگانه جمع آورده بود اکثر آن
 جماعت سرخو گرفته بمکان های خود رفتند چون سردار فارس که بلده جهرم را محصور داشت از حال
 آگاه شد حاکم شیراز را با فو بجای مجاهره و قضیت آن بلده گذاشته خود با لشکر انبوه بسرعت تمام بقصد
 لار در حرکت آمد چون قریب بان شهر رسید مردم همگی در یک محله مجتمع شده لشکر کار خود افتادند سردار
 بشهر نزول کرده لقبیل و غارت آن مردم کمربست و از هر طرف بان محله هجوم آورده مردم نیز در محافظت
 خود و مدافعه و کوشیدند و یک هفته جنگ استداد داشت چون تسلط خود را بر آن محله بنزدی و شوال
 دید و همجهم بهرم در میان بود ناچار بعد از ایش آمده بعد از گفتگو بران شد که نامه در قلع لار گذاشته
 خود مرا جرت نماید و بعد از چند روز که مردم را اطمینان حاصل نمود هر کس بجا نهای خود رفته نائب نیز
 از قلع شهر آمده بحکومت قیام نماید و چنان کرد که کمتر محقر بیشیکشته بسرور داده بازگشت و نائب
 با فو جی در قلع بود و مبالغه در بر آمدن مردم از حصار آن محله داشت و وے را از ایشان و ایشان را
 از وے اطمینان نبود آخر چنان شد که اعیان و اکثر انخلق ترک آن شهر گرفته با عیال و اطفال خود
 بهینات مجموعی با اسلحه و عراق و نهایت حرم و احتیاط عازم سکناے قری و لواحی شده برآمدند و من
 در آن وقت با ایشان برآمدم و آن مردم درد و قریکه املاک و اقطاع داشتند اقامت کردند
 و من از ایشان حدای گزیده پس از چند وے به بندر عباسی در آمدم چند روز اقامت نموده
 از مشاهد آن احوال و اوضاع یتنگ آمده طاقت تحمل و شکیب نماند و هر کس را از افزونی تحمل
 و تعدی سرکار دیوان این مضمون در زبان بود شمع یاد می یار من بعضی ملحقه به و کیف یاد می
 از شربت بهار به و مرا بهمت با آن مصروف شد که ترک ولایت ایران کرده از آن سواحل بصیرة فتنه

بر مکتب لار از ان شهر
 خارج شد و چنان و بازگشت از آن
 آمدن محمد خان سردار ملایر و حاکم با تا و به با فو لار

در آن روز که

بهر نوع خود را به نجف اشرف رسانم اما چون خان معظم بغداد را محصور داشت و تمام عراق عرب از صدمات
 لشکر قزلباش بهیم برآمده لگد کوب حادثات شده مردم بصره نیز از دهمشت پریشان حال و اکثر بدین
 گریزان بودند و در آن شهر فرح قیامت افتاده هیچگونه استقامت نبود چندانکه کوشیدیم که از مردم
 آن سواحل کشتی بدست آورده روانه بصره شوم مقدور نگشت عذر آورده میگفتند که مردم بصره
 کشتی ما را برای فرار خویش خواهند گرفت و مرا زیاده بران طاقت نمانده بود ناچار یکبشتی جماعت و کشتی
 فرنگ نشسته روانه سواحل عمان شدم و در بلده ازان دیار که در سواحل بحر و موسوم بصحار است
 نزول نموده مدت دو ماه تقریباً اقامت شد و از شدت مکاره و صعوبات دل تنگ شده مجال قرا
 نماند از قبیلۀ زعات اعراب سکنه آنحد و کشتی گرفته سوار شدم و بشهر مسقط ازان بلاد رفتم و از
 دو ماه افزون اقامت کردم وضع کثیف آن دیار و شدت گرما و ناخوشی آب و هوا مرا رنجور و عاجز
 ساخت **شهر** چشمدیارب که یکدم درد من تسکین نمی یابد زبیدی سرم میگردد و یالین نمیدارد
 بمجله چنان رنجور و ناتوان یکبشتی نشسته به بندر عباسی مراجعت کردم چون شدت تابستان و هوای
 آن بندر نیز بغایت ناموافق بود عارضه پت ریح نیز شدت تمام علاوه شده امراض دیگر بر فراج
 استیلا یافت و بنا بر جهات طاقت توقف نبود ناچار بحفۀ نشسته بمحال جردان که از لواحق آن بندر است
 و آبهای جاری دارد رفتم و چندین درقراے آنجا بسر برده امراض شدت داشت و از مکاره
 بیشمار دلا محظ احوال بیچارگان و توقعات ایشان بر غیرت و همت من کار دشوار شده مجال صبر
 و اقامت نماند و راه بیرون شدن ازان محلت نداشتم بنحاطر رسید که از مملکت ایران جائے ناکه ندیده
 ولایت کرمانست و از اهالی آنولایت که آشنایان من بودند الحال کسے باقی نمانده اگر تغیر وضع خود
 داده بآن شهر یا قراخی نوامی روم و در گوشه آنرا گزینم شاید چند روزی بسر تواعم برد با خیال
 تغیر اوضاع خویش نموده خود با یک دو کس خدمتکاران روانه کرمان شدم در آنوقت مرا استیلائی
 اسقام و ناتوانی طاقت اعتزال در غیر مسمومه نمانده بود بالجملة چندین درقریه بسر برده آخر شهر
 کرمان درآدم و در گوشه نشسته با کسے معاشرت نداشتم اندک اندک چند کس آشتا شدند و مجھے که

کسطنطنیه را از بندر عباسی به سواحل عمان

رفتیم بمسقط

مراجعت به بندر عباسی

رفتیم بمحلات جردان

رفتیم بمحلات کرمان

معرکه داشتند مرادیده شتافتند و یون من در آن شهر نیز پنهان مانند القصد چند ماه اقامت نموده
 اوصاف آن ولایت خراب نیز سبب شورش جماعت بلوچ و حوادث دیگر اختلال تمام داشت از آنجا
 عازم حرکت بصوب مشهد مقدس شدم چون زمستان رسیده بود و راه خراسان سرد و سیر سختست
 و مرا شدت تب ریح بغایت ناتوان و عاجز داشت مردم مانع آمدند و در آن اوان محمد خان بلوچ
 سردار فارس با خان معظم بهماسپ قلیخان دل دگرگون کرده از خوف جان سرا از اطاعت و پیروی
 بفرار تم اختصاص بر مملکت فارس کشیده گماشتگان خان معظم را محبوس داشت و دعوی بندگی خلاص
 بشاه بهماسپ نمود و اگر چه خالی از دلبری نبود اما بغایت سبک سر بود و تمکین ریاست نداشت
 مردم چون ستم رسیده و بالطبع خواهانان علیہ صفویہ و اولاد و لای ایشان میزد بجانب و
 رغبت نموده لشکر انبوه داشت مجمل در کرمان بودم که خبر شکست یافتن خان معظم از سپاه روم شهرت
 یافته خلاصه آن اینکه چون محاصره بغداد یکسال کشید احمد پاشا چندا تمکین خواست خان معظم را بمحاصره
 راعب ساز و صورت نهیت اولیای دولت عثمانیه چاره جو شده در فکر تدارک آن حادثه بودند از اعظم
 امرای خود توپال پاشا نامی را که سالها در حدود خرمک سردار دبان جماعت کارزار نموده بشجاعت و
 راس بلند آوازه بود و سردار عراق عرب نموده بالشکره گران بجنگ خان معظم روانه نمودند چون خبر
 قرب وصول او به بغداد رسید خان معظم جمعی را بجز است اطراف قلعه بغداد گذاشته خود بالشکره
 قریلباش روے باو آورد و در استقبال آن لشکر شتاب و ایلیغا نموده قرب بی فرسنگ راه عنان
 باز کشید سردار روم لشکر خود را دو قسمت نموده خود در دنبال بود و مقدمه آن لشکر بپیر آبی فروخته
 توپخانه خود را با سرب استوار و از قرب وصول قریلباش آگاه و مستعد کارزار بود اول صبح خان معظم
 بالیشان رسیده بجنگ در پیوست و پس از ساعتی سردار روم دلیقه لشکر و خشر باین تمام صفوف
 آراسته و توپخانه برگزیده لشکر بهم پیوسته در سیده هنگامه کارزار سختی گرفت و در آن بیابان سوائے
 آبی که در میان آنرا فرو گرفته بودند آب نزدیک بود باجماعه هنگام زوال آتش قال افروخته معرکه
 کارزار گرم آخر حرارت آفتاب و غلبه تشنگی پیادگان و تفنگچیان لشکر قریلباش از حرکت باز ماندند خان معظم

بجفر چاه ماھر کرد و دران زمین عجمی عظیمه بایست تا آب پدید آید حال سپاه زبونی گرفت و در میان ندره آوده
 بیسه از سواران و اسپان قزلباش بزخم لنگنگ در غلطید و از انجمله اسپ خان معظم بود القصه آن سپاه را
 قوت مقاومت نمائند منهرم شدند راه عراق عجم پیش گرفته کسے بغداد فرستاده جمیع را که محاصره آن قلعه
 انده بودند طلبیدند ایشان نیز تب مہنگام کوچیدہ روانہ عراق عجم شدند و احمد پاشا از محاصره برآمد مشغول
 کشیدن اجناس بقلعہ و تدارک ذخیرہ شد و سردار بحوالی قلعه بغداد آمدہ چون دران حدود اذوقہ
 کہ و خالجاوہ آن لشکر میگردان کند یافت نمیشد بصوب کرکوہ عطف عثمان نموده انجا مقام گرفت و قو
 از عساکر خود را چند کس پاشا بایں معتبر از راه حدود کردستان بعراق عجم روانہ نمود کہ استعمال احوال
 کردہ در انجہ صلاح وقت باشد کوشند و خان معظم آن لشکر منہزم شدہ را از پراگندگی مانع آمدہ بھدان آمد
 و این در اوسط سال ست از بعین دمانہ بغداد بود دران شہر خزانہ از سابق داشت بالغام و تدارک
 احوال ایشان پرداختہ جمیع از سپاہ کہ در اطراف داشت طلبیدہ در مدت یکماہ باز لشکرے بسامان بیاراست و
 حال آن رومیان آگاہ شدہ بجزم بزم ایشان از بھدان ایلغار کرد و چون بلائے ناگہانی بر سر آن قوم رسیدہ مہتر
 کارزار گرم ساخت - و از حملات لشکر قزلباش شکست ہر رومیان افتدہ سرداران با جمیع مقتول و بر خنجر
 و سامان بر جاکے نمادہ راہ فرار گرفتند خان معظم بصوب کرکوہ روانہ توپال پاشا سردار نیز از ان شہر برآمد
 بالشکرے بے شمار صف آرا شد و پس از کوشش بسیار خان معظم بفتح و ظفر اختصاص یافته خلیقہ ابنوہ از لشکر
 روم بجاک ہلاک افتادند و سرد توپال کے از قورچیان قزلباش بریدہ نزد خان آورد و تن اورانیز بموجب بیان
 پیدا نمودہ آن سرتن را بہم دوختہ حکم خان معظم ببغداد بردہ در مقبرہ ابو حنیفہ دفن کرد و بقیعہ السیف
 رومیان بحال تباہ راہ فرار گرفتند خان معظم آن حدود را لکد کوب حوادث نمودہ ببغداد و رفت و بار دیگر
 آن شہر را در میان گرفت - مجملہ در کرمان بودم کہ شکست لشکر قزلباش و معاودت خان معظم از بغداد
 اتفاق افتاد بخاطر رسید کہ در نیوفت از بنادر فارس شاید بصرہ و نجف اشرف رسیدن دیدہ تواند شد
 باین عزم روانہ بندر عباسی شدم و دران راہ از ناتوانی و شدت بت رنج کہ مدت نزدیک ماہ بود عارض
 شدہ مشتقے سخت کشیدم تا آنکہ بہ بندر مذکور رسیدہ ہنوز راہ دریا بصرہ مسلوک نشدہ بود دران بندر

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

آوان لشکر و میدان کجاء و کرمستان

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

فتح توپال پاشا و قاصد در کرکوہ

اقامت کردم پس از چندی خبر وصول خان معظم بغداد و دیگر مایه محصور شدن بغداد میان رسید و عاقبت
 حصول مقصود گشت و محمد خان بلوچ بر فارس استیلا داشت و آواز عولتم سخر اصغیان و عراق و استخلاص
 شاه بهما سپ در افکنده بود و گماشتگان خان معظم که در اصغیان و آنجا و اقامت داشتند بنا بر عدم سلطان
 مقاومت هراسان شده طغیان او را بابلغ و جبهه بخان معظم معروض و آن حادثه را بغایت عظیم و انیمند
 خان مذکور بغداد را نزد یک با بنجام رسانیده هراس پیچید بر احمد پاشا و محصور را بی ستولی شده اصلاحات صبر و سامان قلعه را
 نداشتند در همان آفاق قلعه کشاد میشد لیکن سوار خراج فارس و عراق خان نظام را بفرار ساخته زبده صلاح در اقامت آن خود
 ندید و با احمد پاشا سخن مواساد در میان آورده قول و قرار چند واقع شد و خود انیمینی را هرگز امید داشت
 از لغت عظمی شمر و خان معظم بعزم دفع فتنه محمد خان از بغداد و لیسرت برقا و باود در حرکت آمده ببلیده
 شوستر رسید و سکنه آن بلده با تقی و محمد خان معروف و بهو خواهی و سیه متهم بودند در الوقت ابوالفتح
 حاکم آن دیار قبضه رسیده بسیار از اعیان و اهل آنجا معروض تیغ پاشا شدند و آنجا زخمت و خواری
 و نهب و غارت و قتل و اسیر نسبت ساکنان آن دیار واقع شد بحال ذکر نیست و خان معظم فوجی از
 لشکر را بجانب فارس روان کرد و خود نیز از عقب در حرکت آمد محمد خان نیز از شیراز بالشکر که داشت
 بعزم رزم نهضت نموده در حدود کوه کیلیبه تلاقی دست داده و محمد خان پائے ثبات فشرده جنگهای
 سخت کرد و نزدیک شد که آثار غلبه ظاهر سازد در آن وقت آوازه وصول خان معظم که از دنبال مقصد
 لشکر خود آمده شیوع یافته لشکریان فارس را دل از جا برافت و شب در سیده بود اکثر آن سپاه
 ظلمت لیل را پرده حجاب خولین ساخته پراکنده شدند چون صبح شد چنان کسی با محمد خان تمانده بود
 محدود و از قوم او و نزدیکان و جا کرانش که لبه نهر ارش میسر رسیدند برگرد خیمه و باقی مانده بودند
 محمد خان ناچار از آن مصاف عثمان تافته با لیغار ببلیده لار در آمد در آنجا یک از اقوامش را با فوجی
 بجهت گداشته بود بران شد که فوجی از مردم کریم نیز فرامهم آورده و دیگر مایه مستعد کار را ران شود
 در بنبر عباسی چند کس از علایان خان معظم بودند در آن وقت چند کس از محمد خان نیز رسیده هر دو
 فرقه تطاول و تعدی مینمودند روزی بر چند کس از بی و دکان ستمی سخت رفت و مرا خاطر شورید و انداخته

تقاضای شمر و خان نظام را بفرار
 از بغداد و لیسرت برقا و باود در حرکت آمده ببلیده

شمر و خان نظام را بفرار

تقاضای شمر و خان نظام را بفرار

بجای تکل شده دل از جالبه برفت و عزیمت بر آمدن از انولایت کردم کشتی در بهمان وقت روانه سواحل بلاو شد
 بود من هم غم روانه شدن مصمم نمودم و این روز دهم رمضان المبارک کشتی در اربعین ماه بعد االافت
 بود کپتان جماعت انگلیشیه فرنگ چون از اراده من آگاه شد بمنزل من آمد و از رفیق به هندوستان گفت
 آغاز کرده بر بنی از شتهای او ضاع آن ملک بر سر و ترغیب رفیق بفرنگ می نمود و دران باب مباحثه بسیار
 کرد راضی نشدم در بهمان روز ترک همه چیز گفته خود تنها بکشتی در آمده روانه حدود ششم و بیکیه از سواحل هند
 رسیده غره شوال بود که بان بلده در آمدیم و منخو استم که درین مملکت کس مرا شناسد پس سر نشسته و بهمان روز
 که تهنه رسیدیم جماعتی از تجاران بلده که در فارس مرادیده بودند آگاه شدند و جمعی از اهل ایمان نیز
 در اینجا اقامت داشتند اکثر از آشنایان بودند با کلمه این معنی در میج شهرت مملکت صورت نه نسبت
 و اگر مهتور شده هر آینه موجب رفیع بسیار از مکاره و مصائب آلام بشمار من بود و دانمقدار
 که بیستم قبله بگو ناگون اندوه و ملال و زبونی حال نمودم چه صعوبت و غم تنهایی و یکی از فرزندان حالت
 تحریر که او احوال اربع و خمسين و ماه بعد االافت همیشه مصاحب و مستوجب اوقات من بود و
 از نتایج روشناسی و گاه ملاقات و محالست ساعتی با اصناف خلق روزگار که وارد منزل من گردید
 تن و جان گذاخته میان چگونگی و وجه اسباب من کثرت آن درخور نگارش نیست و من آنقدر اوقات
 را درین مملکت از زندگانی محسوب نداشته چنان آغاز رسیدن بسواحل این ملک انجام عمر و حیات بود
 و درین مدت هشت سال از اینجا تا بلده دلی که معروفست به شاه جهان آباد دیده ام و آنچه از اوصاف و
 احوال و اوضاع این مملکت و ساکنانش شنیده و یافته بودم همه معاینه و آنچه شنیده و بنحاطر خطور
 نموده بودم ثبت و معلوم شد از دوماه افزون در تهنه اقامت نموده از به صبری و حرکت از ایران
 خود را ملامت کردم و از اختیار نکردن مفر بمالک فرنگ نداست کشیدم و موسم سفر دریا گذشته تابستان
 در رسیده بود و در مراجعت بایران یا بجای دیگر انتظار موسم آئینه نیست کشید با کلمه دران بلده از
 بے آبی و بدجوائی و اوضاع زشت که این مملکت را عرض عامست بے آرام شدم مردم گفتند ببلده
 خدا آباد از سموره بے سند که چند روز را بهمت باید رفت و بچندان فتنی احتیاج نیست

بر آید اعلان را قهر و خوف از ایران و سفر دریا از بند عباسی به بلده

روانه شدن از تهنه بخدا آباد

بکشتی اندر راه رود خانه که از لواحق تته تا کنار آن شهر کشیده میتوان رفت و قیمت چنان بود لبواری
 کشتی بخدا آباد آمد و از شدت حرارت و ناخوشی هوا و هجوم احزان و شدائد بامراض مختلفه صعبه
 گرفتار شده مدت هفت ماه در اینجا بیکس و بیماری بیفتاد چون بعضی امراض را انحطاطی روی
 نموده و زیاده توقف با سبب مختلفه مقدور نبود و حیرت طرفه عارض شد بفرمان قهرمان تقدیر باز
 لبواری کشتی بشهر بیکه که چند روزه راه بر کنار همان آب سنده است رسیدم و اصلا طبع را ملالت
 و طاقت بر تحمل اوضاع و اطوار این دیار نبود و بے کسی و بے سامانی و قصور مقدرت علاوه وحشت و
 آلام بود قریب یکجا توقف نموده تا توانی و اختلال بر فراج استیلا داشت ناچار مجبوره نشسته بصوب
 ملتان روان و آن منازل را بمشقت طے نموده بقریه که نزدیک حصار آن شهر است رسیده مقام گرفتیم
 و بدین این مملکت زیاده بر همان مقدار بغایت مکرده و پیوسته امیدواران نجات بوده عوارض احوال ایما
 بر خاطر گوارا شد و بهمت مصروفی بمجاودت بود مقدور نمیکشت تا آنکه مدت اقامت در آن قریه به تنهایی
 و ناکامی قریب بدو سال رسیده و گاهی در آن ملال و اختلال خود را بنوشتن مشغول ساخته میوش
 رسیده حواس پریشان شده را این ندا میدادم **مستعصر مطرب سماع** یکش و ساقی شراب ده ایام
 را ببال و فلک را حجاب ده و سه ساله کنه الهرام را که در بیان قضا و قدر و خلق اعمال است با چند ساله
 دیگر در آن مقام تحریر نموده ام و مخفی نباشد که حالات ایام اقامت این دیار از حوصله تحریر بیرون آمد
 التفات بذکر محل هم از آن ناموس می آید و اصلا قابل تعرض و نقل نیست و اگر عنان بذکر اقبیه سوار بخ
 ایام خویش محطوف شود ناچار بر خیز از قباخ و فضائخ احوال و اوصاف این دیار که در آن شمار شغفت
 اطوار نمایش خواهد گرفت و بر کلک و صفحه افسوس است همان بهتر که ناظران چنانکه نگارش یافت بدات
 و زود مرا باین کشور بنهایت و انجام زندگانی تصور نمایند و نیز پوشیده ننمایند که مجموع تحریر این
 ادباق و التفات بنگارش خلاصه این احوال شیوه خامه و بیشه بهمت و مناسب اوقات و مرغو خاطر
 و مانوس طبیعت این خاکسار نبود بلکه فکرت و رویت ازین شیوه بیگامی و اجترار داشته بخاطر نمیکشت
 چه قطع نظر از عدم مناسب افشاء گوئی با احوال و یستی رتبه و قلت فائده و خست این مقال

کونین

روان شدن به ملتان و اقامت در آن

مقدمت بنگارش این ادباق

موانع و معاصی دیگر نیز داشت که نشان این میقدار نبود چه بعضی سخنان بسا باشد که در نظر بعضی خیران مشبه بشیوه خود نمایی
 که سرمایه فرو مانگان و نژادین سمیقدار سرهمه قیامت گردد و بعد الحمد للمنت افراده وری و تجنب من ازین
 شیوه فطری بحدیست که موجب ربوبی و محمول در دنیا شده اما باعث برستوید آن شده که درین اوان که
 آخر سال اربع و خمین و مانده بعد المالف است و در بلده دلی باشد آلام و اسقام ناولیه نشین اعتزال
 خاطر شودیده لبریز ملال بود آسایش و آرام گران گرفته از تعطیل قوی و هجوم و اندوده خاطر هیچ چیز مشغول
 نمیشد و شبها خواب نبود بے اختیار آنچه محل احوال بر ما بن و قلم آمد و در شب تا این مقام ستوید نمودم
 ناظران بذیل عفو و اغماض در پویشند که حوادث در میان ناسازگار را کار و دل و دماغ شوریده آزرده
 را اثر است الی الله المشتکی من دهر عتو و خلق مکرر و دود قلیل عیا و کثیر شقا و هم علمای هم جهل و هم
 امر ائمه سفها و هم اخذوا الهوی ربنا لهم تعسا و تبارنا افرغ علینا صبرا و تو ما مسلمین

لاکث اسد دنیا فضیلتها نیست نفی عتدی لب بقیر طایه ربنا ثابت عن الاحرار قاطبه فطاعت
 کل ضعفان و ضراطی گران افتاد و لشکر که در دسینه فرسارای خدا صبر و دبد دلهای از جافته مانده
 اکنون چون ذکر بر رخ از احوال بعد از روز و دین دیار جو است قلم آمد اگر بطریق اجمال بقیه آن نیز
 صورت انجائی یا بد با که نیست چون دلتی اتفاق اقامت در سلطان واقع شد تا آنکه غریبه روی
 نمود در تابستان رودخانه سند که از آن ناحیه میگردد و طغیان کرده صحرای و شوارع را فرو گرفت و خرابی
 بسیار بعمارات و مسکن آن دیار رسیده مدار تردد بر کشتی رفت و جماعتی غریب گشتند چون موافق یافتند
 رسید طغیان آب از صحرای و قری روی بکمی نهاده بعضی زمین را بے سر تقشگی گرفت و مردم سال
 خورده آتجائی گفتند که قبل از این نیز بعدی چنین شده بعد از نقصان آب و علت و با علم گشته
 خلق بے حساب هلاک گردیده اند در آن سال نیز چنان شد مردم به پت لزه مبتلا گشته اکثر بطریق
 غیب و کمتر کسی از آن مرض صحت یافته باشد و اصلا چاره پذیر نبود آنها که معا لجا کردند و آنان که نکردند
 همه در گذشتند مگر بعضی که از آن دیار بیرون رفتند و یا در اجل ایشان تاخیر بود و این حادثه
 مرید به پنجاه امتداد یافت و مراجم این تب لشدت تمام عارض شد و حالته باقی نگذاشت و

دوران فریکه اقامت داشتیم کسے برجا مانده از آباوی بیغیاد و ضروریات لابدیه یافت نمیشد و از همه ضرورت وجود
 خدمتگار بود که حکم عطا داشت و اگر بندت در او اهل آن حادثه شخصے یافتے شد که صحتے داشت بعد از دو روز
 مرخص گشته محتاج به پرستار و خدمتگار دیگر بود تا آنکه یکمیر و صعوبت معیشت و زندگانی بهر حال متورمند و ستان
 میر کسے که سایر ممالک عالم را دیده باشد پوشیده نیست اسباب و علل صعوبت ازان بیشتر است که مرقد
 شود مجموع اوضاع و احوال این ملک مقتضی شفقت و تلخی معیشت است و این معنی بر مردمش مکشوف
 نیست بلکه خود را متعیش و مرفه تر از خلق عالم دانسته آن صعوبات و منافرات باطل باطن ایشان ملائم
 و گوارا را بطریق و بهر حال مخصوصه معیشت درین کشور بے استجماع کس چیز میسر نیست و آن زردافر و زور موفو
 و ولایت تمام است و بر تقدیر استجماع شترالظمه کوره نیز اوضاع بغایت مختل و بے رونق و ادنی چیز بے کفای
 و سرگردانی و انتظار مقدور نمیشود و آنقدر کاریکه در ممالک دیگر یک نفر کارکنار سرسرا به راه تو اندشد اینجا
 بده کس سرانجام نیابد و چند آنکه بر خدام و حشم و اسباب مکننت میفراید اوضاع نامنجان تر و بے انتظام
 تر است باجملة ازلستان ناصیه در چنان شدتے روانه لا پور شده مشقت تمام تا بن بلده رسیده بعد
 از چند بے آن پت رفع شده صحتے رونداد تحکیم ماه اقامت نموده با سببایه چند مانند در آن شهر
 مکرده و مضطر بسفر شدم و طرق و شوارع تمامی این مملکت همیشه ناایمن و خطرناک است و با وجود فقر
 و کراہیت وصول سلبه دبی که مستر بادشاه هند است تا جاباز از امور حرکت نموده تهرمان قضا بدلی
 رسانید و مدت یکسال افزون اقامت نموده هجوم هجوم بے آرام ساخت و عزم بیرون رفتن ازین
 مصمم شده مراجعت بلا پور کردم و پیش بنها و خاطر اینکه از صوب کامل لقمه مار رفته در مملکت خراسان
 بهر گوشه که اتفاق شود غزلت گزینم مقارن وصول بلا پور خبر رسیدن لشکر قزلباش لقمه مار بقصد
 تسخیر و استرداد ازید افغانه و محصور ساختن آن قلعه رسید و مرا عارضه بیماری سخت بر بستر نانوایی
 افکنده مدتے امتداد یافت و سوا گری گرفته ایام برسات و شدت بارش این ریل در رسید و اقامت
 در بلا پور بطول انجامیده و منتظر وصول خبر الفضال مقدمه مار بودم که آن غایت از سر راه بخیزد
 و صحابه آن و آشوب دران حد و امتداد یافت اکنون محله از وقایع ایران را که بعد از حرکت

لا باجور
 حرکت از آن دو درین شایان ایا حرکت
 بقصد تسخیر و استرداد ازید افغانه و محصور ساختن آن قلعه رسید و مرا عارضه بیماری سخت بر بستر نانوایی

از ان مملکت بھندوستان مسوموع و معلوم شدہ بطریق ایجاز در ان مقام مے نگار تا ذکر آن قصا
 نیز صورت انجا مے پدید آمدہ مقتضایان حقائق اخبار را انتظاری مے نمازد نگاشتنہ خامہ و قائل نگار شدہ
 بود کہ خان معظم طہاسپ قلخان ترک محابره ثانیہ بعد از سبب آشوب و استیلائی محمد خان بلوچ در فارس
 نمودہ بعزم استیصال وے بکوبہ کیلوی آمد و بعد از محاربه محمد خان مذکور منہزم شدہ بلار و کر میسر ان حدود
 آمدہ در اندیشہ کار خود بود مجملہ خان معظم بشیر از رسیدہ گماشتگان خود را کہ بحکم محمد خان مفید بود نذر نمایندہ
 نوازش نمود و ہر کس از متوسلان محمد خان برجا بدست افتاد مورد سیاست و باز خواست شدہ لشکرے بدفع
 محمد خان بکر میسرات لار فرستاد محمد خان شہر و قلعہ لار را گذار شدہ با فوجی کہ داشت تان حدود وے از لاکہ
 رعایای آن شافعیہ و در الوقت معموری و جمعیت داشتند و را مدہ بفکر سامان لشکر و ہتہ مدافعہ افتاد
 آن قوم بخیمال باطل از وے ہر اسان شدہ آنہم مخالفت و منازعت اورا با خان معظم حمل بر مواضع
 و تدبیر خان معظم در استیصال آن طبقہ کہ چند سال بود اطاعت شائستہ نہ استند نمودہ محمد خان مذکور
 ہر چند کہ کوشید اتفاق ہمراہی از ان قوم ندید و چند آنکہ خواست ایشان را بفہمائید کہ بعد از من کسی بشما
 ایضا نخواہد کرد و پینہای از تدبیر و محاسن فطرت خود عاجزید و نمود کرد و لشکر خان معظم را بخود آوردہ آن قوم پر اگندہ
 در قلاع و قرای خود منحصر شدند و محمد خان با معدودے کہ داشت راہ فرار پیش گرفت کہ شتید خود را بر بلوچان
 با قندار رساند فوجی از لشکر قریبایش بر وے سر راہ گرفتہ جماعتی از ہمراہانش مقتول و خود زندہ گرفتار
 شد و میانزد خان معظم بر ندو بعد از معامبات و درشت و بر آوردن جہتہا و وے بخیجہر مجوس گردید چون
 میدانست کہ با قبیح و جبہ کشہ خواہد شد همان شب خربہ بدست آوردہ خود را ہلاک کرد و لشکر خان معظم ان
 گرسیرا لکد کوب حوادث ساختہ آن طبقہ شوافع را متماثل ساختند و معدودے بقیتہ السیف ایشانرا
 با طراف کو چاہیدہ از بلاد دیگر رعایا آوردہ در ان اکنہ سکنے فرمودند و خان معظم با صعبان رفتہ از انجا
 با ذربانجان نہضت کرد و بالشکر تہے بروم چہ در حدود آذربایجان و چہ در حدود ممالک ایشان بکرا
 مضامین سخت و محاربات صعبہ نمودہ در ہر بار ظفر یافت و سرداران بسیار و لشکر بے شمار از رویان
 در ان معارک مقتول شدہ قلعہ ایروان و کنبہ و برنے از مملکت کو جستان و ناخود کہ در تصرف ایشان

سبب انکہ خان معظم در ان مقام مے نگار تا ذکر آن قصا
 نیز صورت انجا مے پدید آمدہ مقتضایان حقائق اخبار را انتظاری مے نمازد نگاشتنہ خامہ و قائل نگار شدہ
 بود کہ خان معظم طہاسپ قلخان ترک محابره ثانیہ بعد از سبب آشوب و استیلائی محمد خان بلوچ در فارس
 نمودہ بعزم استیصال وے بکوبہ کیلوی آمد و بعد از محاربه محمد خان مذکور منہزم شدہ بلار و کر میسر ان حدود
 آمدہ در اندیشہ کار خود بود مجملہ خان معظم بشیر از رسیدہ گماشتگان خود را کہ بحکم محمد خان مفید بود نذر نمایندہ
 نوازش نمود و ہر کس از متوسلان محمد خان برجا بدست افتاد مورد سیاست و باز خواست شدہ لشکرے بدفع
 محمد خان بکر میسرات لار فرستاد محمد خان شہر و قلعہ لار را گذار شدہ با فوجی کہ داشت تان حدود وے از لاکہ
 رعایای آن شافعیہ و در الوقت معموری و جمعیت داشتند و را مدہ بفکر سامان لشکر و ہتہ مدافعہ افتاد
 آن قوم بخیمال باطل از وے ہر اسان شدہ آنہم مخالفت و منازعت اورا با خان معظم حمل بر مواضع
 و تدبیر خان معظم در استیصال آن طبقہ کہ چند سال بود اطاعت شائستہ نہ استند نمودہ محمد خان مذکور
 ہر چند کہ کوشید اتفاق ہمراہی از ان قوم ندید و چند آنکہ خواست ایشان را بفہمائید کہ بعد از من کسی بشما
 ایضا نخواہد کرد و پینہای از تدبیر و محاسن فطرت خود عاجزید و نمود کرد و لشکر خان معظم را بخود آوردہ آن قوم پر اگندہ
 در قلاع و قرای خود منحصر شدند و محمد خان با معدودے کہ داشت راہ فرار پیش گرفت کہ شتید خود را بر بلوچان
 با قندار رساند فوجی از لشکر قریبایش بر وے سر راہ گرفتہ جماعتی از ہمراہانش مقتول و خود زندہ گرفتار
 شد و میانزد خان معظم بر ندو بعد از معامبات و درشت و بر آوردن جہتہا و وے بخیجہر مجوس گردید چون
 میدانست کہ با قبیح و جبہ کشہ خواہد شد همان شب خربہ بدست آوردہ خود را ہلاک کرد و لشکر خان معظم ان
 گرسیرا لکد کوب حوادث ساختہ آن طبقہ شوافع را متماثل ساختند و معدودے بقیتہ السیف ایشانرا
 با طراف کو چاہیدہ از بلاد دیگر رعایا آوردہ در ان اکنہ سکنے فرمودند و خان معظم با صعبان رفتہ از انجا
 با ذربانجان نہضت کرد و بالشکر تہے بروم چہ در حدود آذربایجان و چہ در حدود ممالک ایشان بکرا
 مضامین سخت و محاربات صعبہ نمودہ در ہر بار ظفر یافت و سرداران بسیار و لشکر بے شمار از رویان
 در ان معارک مقتول شدہ قلعہ ایروان و کنبہ و برنے از مملکت کو جستان و ناخود کہ در تصرف ایشان

مانده بود تمامی انتزاع شده جائے از مملکت ایران بصبط آن جماعت باقی نماند و باین اکتفا نکرده
چند سده در حد و مملکت ایشان استقامت نموده کا بدرا کرد و اکثر آن دیار را خرابی و ویرانی تمام رسیده
از شکست بایست متواتر و ناچیز شدن سپاه بسیار و پاشایان نامدار و تلف شدن خزان و سامان
موفوره و خرابی اکثر حد و ضعف تمام بر احوال رومیان راه یافته رونق در سلطنت ایشان نماند و
خوف و هراس عظیم بسبب آن دیار از سلطان در عیت ستولی شده از حجه مافران هندوستان که
از حجاج می آمدند استماع افتاد که در حدود مصر و شام و بلاد کز لواجی ایران دور بود ساکنانش
را از سباسبی در عیت خوف و هراس می ده شد که ما را نیز در میان ایشان خواب و آرام نبود و رومیان
از خان معظم کمرخواست مصانع نمودند و صورت قبول و استقامت نیافت پس از حدود و روم عطف
عنان بدخستان نموده در لای جماعت آنکی که در ایام قدرت سر از اطاعت پادشاه ایران پیچیده بار می
مواظقت و هنوز راه متابعت و اعتماد نه سپرده بودند اول فراهم آمد مدافعه آغاز کردند و بعد از
تنبیه بر عیت ملتمس عفو و ملتمس اطاعت شده خان معظم بچول مغان از محال آذربایجان آمد و از
جمیع بلاد محالک ایران اعیان و کدخدایان و پیش سفیدان را طلب داشته با حضار ایشان محصل
غلاطگماشته بود و همگی را در آن مکان حاضر ساختند و زنی خان مجلیه کسب داران و ایلچی روم که بالما
صلاح و مصداقت آمده بود آراسته یکدو کس از مشاییر را بیهانه قتل آورده او را سیاست جلوه
ساخت و در آن مجمع مهیب سخن در امر سلطنت آغاز نهاد و همه آن خلایق را مخاطب ساخته سخنان
سپاه میانه مذکور شد و چون تمهید بود جمیع از مخصوصان سخنهای مخلصانه چاکرانه بر زبان رانند
و از مردم مشورت می خواست که مناسب پادشاهی کیست و مصلحت حال در چیست مردم
در فتنه و بقتضای مقام زبان برکشادند و جمله متضمن اتفاق و اجماع خلایق نگاشته
حاضران بران مهربانانند و نام سلطنت از شاه عباس نیز منسوخ گشته خطبه پادشاهی خان معظم
اجرا یافته تسبیح بنا در شاه قرار یافت و این قضیه در سال ثمان و اربعین و ثانی بعد الالف بود
و عبارت انحراف و وقوع را تا پنج یافته حسب الحکم تغییر سکند باقی نماند و بر یک طرف نفوذ اس

واداء ضرب و بر کجایب آن بنا را تغییر فواقع نقوش گردید شنیدیم که یکی از هر که مورد تکیه ایران انجمن مصر عربی
 بود - مشعر بریدم از مال از جان طبع و تبار را خفیا و قبح و شاه چهار سپاهنده عباس میرزا را نزد خود طلبید
 گاه در مشهد طوس دلبه منور و گاه در مازندران لیسری بر دست و ستوفان بجلست قیام داشتند و مادر شاه
 بنعمیر و وزیرین عمارات روضه منوره رضویه علی ساکنان التحیه پرداخته بعضی از انبیه عالیه آن صحن مقدس را
 سر ایاختشتهای طلائعین نموده و هنر آری از کوه پایا سائند یار آورده برهنه خیابان که از صحن آن روض
 می گذرد و در آن شهر مقبره عالییه چهره خود عمارت نموده انجام داد بعد از اتمام کم کوار آن بقعه این
 بیت نوشته دیدند - مشعر در بیچ پرده نیست نباشد لواء سقوت علم پرست از تو و خالیت جائے تو
 و چند آنکه نقض کاتب نموده معلوم نشد - پس بمملکت عراق نهضت کرد و جماعت نجب تباری باز
 سبطینان و شورش بر آورده بودند - بعد از محاربه سخت برایشان استیلا یافته بسیاری از انقوم
 مقتول و بقیه از توانائی طعیان بقیادند - از ان حدود و غرمت قندهار نموده حسین برادر محمود قلزک
 که ضابط قندهار بود از ارماده خود آگاه ساخته براه مملکت کرمان بان صوب و حرکت آمد حسین
 سامان موفور و لشکر آراسته داشت چون مادر شاه مجدد سیستان رسید - فوج ازا فاعنه لفرمان
 حسین بعزم دست برد رسیده مغلوب و شکوب و منهزم بقندهار باز گشتند و چون بجوای قلعه قدس
 رسید باز لشکر آراسته از افاعنه بیزم پیش آمدند و بعد از محاربه منهزم گشته بقلعه متحصن شدند
 و مادر شاه آن قلعه را که در ضمانت و مسانت شهره آفاق بود فرو گرفت و افاعنه و لوازم خرم و
 احتیاط و دافعه و سرگذشتگی جهید که در حوصله طاقت داشتند مبذول ساختند و سودای نکرد
 لشکر قزلباش توابع و لواحق آن شهر را متصرف شده بر جا افاعنه بود طعمه تشریه گشت و مادر شاه
 در لشکر گاه خود حکم کرد که هر کس موافق حال منبر لے عمارت کند و خود نیز به برادر و درون حصار و بر درج
 ساختن منازل و انبیه عالییه اشارت نموده معماران و عماله که جمع کثیر بمراه داشت بانکه مدتی
 در انجام آن کوشیده در جب قندهار شهر عظیم آراسته پدید آمد و به نادس آباد موسوم گشت
 اکنون چند کلمه که متعلق به هندوستان است مرقوم می گردد و در واقعات حقایق احوال و متبعان

واداء ضرب و بر کجایب آن بنا را تغییر فواقع نقوش گردید شنیدیم که یکی از هر که مورد تکیه ایران انجمن مصر عربی بود - مشعر بریدم از مال از جان طبع و تبار را خفیا و قبح و شاه چهار سپاهنده عباس میرزا را نزد خود طلبید

واداء ضرب و بر کجایب آن بنا را تغییر فواقع نقوش گردید شنیدیم که یکی از هر که مورد تکیه ایران انجمن مصر عربی بود - مشعر بریدم از مال از جان طبع و تبار را خفیا و قبح و شاه چهار سپاهنده عباس میرزا را نزد خود طلبید

اخبار آثار پوشیده نیست که رانی و خلاصی بابر میرزا ابن عمر شیخ از خمول و سرگردانی و حیرت و پریشانی
 و غرور چشمی بر تبقه فرمان فرمای مجوده الالبوسلیمه تسک و توشل باذیال دولت قاهره خاقان سلیمان
 شان ابوالقاسم شاه اسمعیل صفوی چه بر داققان احوال و لاداد صاحبقران امیر تیمور گورکان
 مخفی نیست که ایشان را با خود و خلایق را با ایشان چه سلوک بوده دقیقه از دقایق محاصره و مقاتله
 با یکدیگر مملکت گدازشته خود را از قتل و آیدایه هم معاف نموده اند و خلایق لطیفان تنازع و ظلم ایشان
 همواره در رنج و غم و با حصار محن و بلا یا مبتلا بوده و چون طبعه بر خاطر ماکران و همبها مضروب
 بفرج ایشان و بقدر قدرت و وقت فرصت خلایق نیز از قتل ایشان تقصیر نکرده اند و خوش
 معاشرین این سلسله مغفرت پناه سلطان حسین میرزای بفرست که بعد از استقرار دولت
 نسبت بدیگران بغایت سنجیده و آرمیده بود تا آنکه بعد از رحلت آن مغفور و استیلا شکیبایان
 اوزبک و ضحلال اولاد آن پادشاه بقهر و عذوبی و ارتقاع اعلام شوکت او کار رقیه متسان
 سلسله منوریه از زبونی حال بجای کشید که خلاصه آن بر مقتبان اخبار مستقر نیست با کمال تیر و
 همت و پرتو التفات خاقان مصطفوی نسب بیها که صیت سطوتش خافین را مالا مال داشت
 بابر میرزا را در عرصه ظهور در آورده و بال داد و مورد انواع عنایت و امداد گردید و وے نیز
 مادام الحیوة چه در ایام دولت هندوستان و چه قبل از ان شیهه اعتضاد و انجبار خلوص
 و دالت نسبت بان دولت قاهره شعار ساخته گاهے باجرای خطبه و سک و گاهے با ارسال عراض
 نیاز و التماس مطالب خاقان سلیمان شان را خوشنودے داشت و اولاد و احفادش را همیشه
 شیهه توسل و اعتضاد بد و دمان علیه صفویه در هنگام عجز و اضطراب و لحاظ اغراض معمول
 و مرکوز خاطر بوده در وقت ستورج قضایا مالیه در ایران بازول اغراض ایشان بسبب آسودگی
 و عدم منازع قوی در گوشه مملکت هند آن شیهه را مبدل بانثار سخوت و غرور موفور ساخته راه آشنائی
 مسدود می داشتند و این عادت در طایفه سلسله بابریه استقرار یافته بهمار سوخ
 این شیهه از تائیدات آب و هوای هندست چه ظاهراست که خلق این دیار با کسے بے عرض

آشنا نیندواز باستان ما مہا سہیہ است کہ قبل از اسلام نیز رایان و فردماندگان این دیار را ^{محمین} طبیعت بودہ سہرگاہ ملوک عجم خود بایکے از سپہدان ایشان متعرض این صوبے شدہ اند ^{مندیان} نیز و نے ظہر و تلاش در وسیع خویش نذیدہ نہایت مسکنت و زبونی را کار فرما و بہر صورت مطیع و با صلہ ^ا بودہ اند و چون بازگشت بایران زمین روے میدادہ باندک فاصلہ و فرستے آنرا بآں سترہ راے ^ا بملاحظہ ار ذراغ صفتان بی اعتبار و فراہم دیدن مشتی در دم دینار بیلائی غرور مبتلا شدہ در خانہ خود و عرصہ خالی بنیاد لاف و گراف بہادہ احوال گذشتہ و عہد و یشاق را فراموش و تغیر سلوک میمودہ اند و بہمان معاملہ انا بہا و این شیوہ انا لیشان مکررات کثیرہ تکرار یافتہ از انجملہ در عہد توحید است کہ لغیر مودہ او سام بن نریمان بہند آمدہ کیسوراج را بابایالت متکلم ساخت و آخر فیروز را ^ا لپسر کیسوی مخالفت و خوشی بنیاد کردہ کہ قیام در ستم و ستان را بہند فرستادہ فیروز بہریت فتنہ در جنگ ^ا ہند گیر و ستم سورج را بابایالت لغین نمودہ بازگشت و چنین در عہد سکندر و آذر شیر بابک و کسرے نو شیر و ابی عجبہ آن کہ مقام ذکر آہنا نیست و وجہ عدم ضبط سلاطین عجم بہند و ستان یا بار باب بصیرت واضح است چہ کسی را کہ قمری و مقام اقامت چون ممالک ایران باشد کہ بالذات ^ا اعدل و اشرف و بالعرض احسن و اکمل معمورہ رلیع مکشوف است ہرگز باختیار خویش اقامت در ہندوستان نتواند نمود و طبیعت مجبول است کہ بغیر از اضطراب راضی بہ توقف درین سرزمین نکرد و این معنی مشترکست در بادشاہ و رعیت و سپاہ و چنین است حال ہر کہہ اورا حسن ^ا صحیح در آب و ہواے دیگر خاصہ در ممالک ایران یار و م تربیت یافتہ باشد مگر آنکہ غافل و بے خبر باین دیار در آید و قدرت بر بازگشت بناید و با آنکہ بسبب موانع و عوارض و ہر امحال اقامت در جا ^ا نماندہ و سالت ایام خویش را البصعوبت و زبونی ایام تمام گذرانیدہ درین دیار ہمال و جا ہے بے ^{اعتبار} رسید و بغایت ضعیف الاحساس و سفلیہ بہادہ بود دل دران بند و بہدروج عادت پذیر گشتہ انس و آرام گیرد و در تاریخ محوس دیدہ ام کہ ضحاک چون کرشاسپ را سہوار کردہ بہ ہند ^ا نے فرستاد و برا سفارش نمود کہ بزودی آن ملک را مسخر ساختہ بمباراج سپاہ و بازگردد

چاکر شکر چندی اقامت کند و در آن مرز بوم بمجاشرت آن مردم گذارند دیگر مرا بکار سنیا مد
 ناچار باید تان ملک را کرد یا تقبیل رسانیده سهد و سار و اندازم چه شکر دست منت نتوان
 برید و استاد اسدی طوسی در کرشاب نامه نیز این حکایت را بنظم آورده **اشعار** -
 وصیت چنین کرد کرشا سپ را به که در هند پدر و کن خواب را به نداری ز خون سیاهان در لعل به
 همین کار فرما در خشنه تیغ به چستی ده انجام کار سترگ به برایشان چنان زن که برگه گرگ به
 نمائی در آن بوم سال تمام به که شکر گران گیر داز ننگ و نام به گرت بگذرد چارموسم در آن به
 ز فر هنگ و مردی نیابی لثان به جملاً حقیقت سلوک سلاطین صفویه با پادشاهان و
 شاهزادگان سلسله بابر به بر عالمیان مستور رعیت و هرگاه سلاطین این طبقه بر عادت خویش
 در غیر وقت ضرورت تغافل و تاخیر در رعایت حقوق و مراسم آشنائی نموده بیگانگی آغاز نموده
 اند باز آنجا بن بافتن انجیم اغراض و دواعی مجعنه شیوه مردی و مردمی احیائے لوازم
 اشفاق و اعطاف معمول می گردیده و آنحضرت یکے از حضرات سلسله علیه صفویه جو انمردی
 و وفا و پارس مروت و داد بوده و آنچنان ایشان با متوسلان خویش بیگانه و آشنا حتی دشمنان
 کینه ور در روز در ماندگی و التجا از احسان و امداد و انواع اعانت و یاری و دلجوئی و مهمانی
 و نعم خواری مقرون بکمال فروتنی و رعایت آداب سلوک داشته اند از نوادرو غرائب روزگار
 است و این شیوه را بر طاق بلند نهاده کسی را از سلف و خلف با ایشان دعوی تمسیری نه نسبت
 و سلطان مفخور شاه سلطان حسین نیز در مدت سی سال سلطنت خویش این طریقه را
 با سلسله بابر به مرعی داشته در ارسال سفرات تهنیت و تعزیت تاخیر می نرفت - چون عهد
 سلطنت آن پادشاه خجسته اخلاق سپری شده نوبت سلطنت پادشاه طهماسب رسید و آنهمه
 آشوب در ممالک ایران شیوع یافت پادشاه هند بشیوه خویش برگزیده رسم پریشانی بجا طر
 نگذشت بلکه با میردیس و افغان راه آشنائی و داد و سلوک داشته و با حسین سپردیس
 افغان مذکور نیز در او آخر که ضابطه چهار شده بود با آنکه بملتان لشکر کشیده و قتل و غارت

فرستادن پیکار و معائنات

نادر شاه افغان

و خرابی آن دیار تقصیر می کرده باز گشت و نوبت طریق مراسله مفتوح شد بهر حال شاه طلبا سپاه
بعد از فتح اصفهان و استیصال افغانه یکے ازامرا را بر سالت هندوستان فرستاده و قانع
آن ایام را به محمد شاه اعلام در نامه اشعاری شده بود که چون محادیل افغانه خائن این
استان و دزدان دیار اند و الحال سیرای خود رسیده بقیه السیف در شهر میت و فرزند او
بیم کش طفر اثر الیتان را گریز گاه سوائے هندوستان نیست باید که آن مدبران را راه و جای
نداده نگذارند که آن حدود در آیند. بالجملة محمد شاه پس از چندی نامه متضمن سخنان بے فروغ نوشت
الپچی به تصرف ساخت و بعد از جلوس شاهزاده عباس میرزا بجائے پدر و الاکبر باز یکے ازامرا
لسفارت هند تعین شده هم چنین سخنان در نامه او نیز مندرج بود پس از مدتی ویرانیز رخصت
انصراف داده همان قسم کلمات که نفس الامر صحیح نداشت نگاشته بودند. بعد از چندی مادر شاه
یکے از معتمدین قریبش را نزد برهان الملک که اعظم امراے هند بود فرستاد. به محمد شاه و او هر دو
نامه نگاشته بود فرستاده مذکور را بعد از دو روز و دو روز و دو روز و دو روز و دو روز و دو روز
التماس نامه از ایشان بستند و بمشقت تمام خود را رسانیده اداے سفارت نمود اما خود قدرت
مراجعت نیافته هنوز درین دیار است. و چون مادر شاه بقصد عمار رسیده آن قلعه را فرو گرفت
محمد خان ترکمان را که ازامرای صفویه بود باز لسفارت فرستاده سخنان گذشته را اعاده و
گلّه از بخیار سابق نمود چون پسر شاه جهان آباد رسیده نامه برسانید ویرا توقیف فرموده از جواب
شدند. و چند آنکه او اظهار رخصت می کرد سود نداشت گاهے در اصل نوشتن جواب تردد
عاطر داشتند و گاهے در اینکه اگر نوشته شود مادر شاه را بچه القاب باید نوشت و سرگردان
بودند. حقیقت اینکه توقیف محمد خان الپچی را از تدابیر ملکیه شمرده توقع آن داشتند که شاید حسین
افغان با متحصان قندار بر مادر شاه طفر یافته ویرا ناجیز یا منہزم و آواره ساخته جواب نماند
و شتن حاجت نماند. چون محاصره قندار بطول و مراجعت محمد خان نیز بتوقیق اقداد مادر شاه
فرمانے بوی نوشته مصحوب چند نفر سواران سرلیج السیر فرستاده از دے سوال حقیقت حال

دستی در حصول جواب و امتزجیل عود نمود و چون جواب صادر نمیشد در رخصت گنج یافت اشراف بران
 نمشسته با یکدیگر چون محاصره قندهار قریب یکسال شد و شهر نادر آباد در حقیقت آن اتمام یافت نادر شاه
 بفرمود تا لشکر قندهار بر خرابی انحصار هجوم آورده بر برج صعود نمایند و فاغنه ب دست و پاشنه آن
 حصن استوار مفتوح گشته حنین مذکور مقید بمبار زدن را فرستاده و در عرض چند سال از اثر زمان
 باز که فاغنه در شیراز منهدم شدند و همواره از طرف جمیع ازان قوم پراکنده بهندوستان درآمده
 در هر جا سکنی و اکثر در سرکارات ملازم شده داخل سپاه گشتند و الحاق تکلیف مما لقی که به محمد شاه
 می نمودند میرون از حوصله وسع و ضبط و بی بود و نادر شاه بتخریب قلعه قندهار فرمان داده مردم
 بازار و سکنه آن را به نادر آباد سکنی فرموده و بصوب غزنین و کابل ب حرکت آمده که کوتوال قلعه
 کابل ساپیغام داد که مارا بمملکت محمد شاه کار می نیست اما این حدود چون معدن افغان است و
 معدود گریختگان نیز بالیشان پیوسته اند غرض استیصال این قوم است هر اس بخلش راه نداده
 در مراسم ممانداری کوشد و خود بخمار شهر کابل نرزد نمود - کوتوال و کابلیان مستعد
 جنگ و جدال شدند و نصیحت و پیغام ایشان را سود نکرد و فوجی از قندهار بقتل ایشان
 و تخریب قلعه مامور گشتند و بمجد حمله و بنیاد تخریب بر چه فریاد آوردند محصوران امان یافت
 قلعه را خالی نموده بر عیته پرداختستند و در آن حدود هر جا فاغنه فرا هم آمده بودند لشکر بر سر
 ایشان رفته قتل می نمودند و نادر شاه از توقیف محمد خان بغایت آزرده شده چند کس از معتبرین
 کابل را زبانی سپیغامها داده به پش بجهان آباد روانه ساخت که ب نادر شاه و امرا برسانند و خود در
 کابل توقف داشت فرستاده گان به لاهور آمده به شاه جهان آباد رفتند و کسب سخن از ایشان
 نشنیدند و اگر شنیدند فهمید - بازار کابل یکے از لشکر پانزده سوار هم نموده بسفارت فرستاد چون
 به جلال آباد رسید در خانه فرود آمدند جمیع از تبه کاران آنجا برگرد آفغانه هجوم نموده اول سلاح
 ایشان را در بر بودند و آ خرده کس از ایشان کشته یکے فرار به کابل نموده صورت واقعه باز نمود
 و مدت اقامت نادر شاه در کابل تخمیناً به هفت ماه رسیده و فاغنه آن خود را قهر و قتل نموده بود

از اسماعیل خبر شد بمشیت آن ده نفر بفرار شده بصوب جلال آباد نهضت کردند آن شهر را قتل عام فرموده خلقه را حیرت شدند و از غرابانیکه برای رئیس قاتلان آن ده نفر خلقه از سر کلاه میخ میخ شده بود که ارسال گردد و قتل عام جلال آباد عاقبت آتش دوزان روز که خبر ورود نادر شاه به کابل در هند لیسوع یافتند بود خاندان امیر الامرا و نظام الملک به محاربه و معین شده در شاه جهان آباد اقامت داشتند و آوازه توجه خود را عمارت قریب بصوب کابل منتشر می ساختند و این نیز بزعم ایشان از تدبیرات ملکی بود و از سواخ ایران که در جلال آباد مسموم نادر شاه شده بود مقتول شدن برادرش ابراهیم خان بود که وی را امیر الامرا آذربایجان نموده در دار السلطنه ترمینر اقامت داشت - چون سفر کابل و قندهار و داری کشید جماعت لژی مستعد شده بمملکت شیروان که قریب ایشان است لشکر کشیدند ابراهیم خان مذکور بآن مملکت در آمده بآن قوم مصاف داد و قتل برسیه نادر شاه چنان التفات بآن قضیه نه نموده فوجی از سپاه را رخصت نموده بحدود شیروان فرستاد و خود بصوب پشاور در حرکت ناصر خان حاکم صوبه کابل که در پشاور بود فوجی که داشت بر سر راه رفته جمعی از افغانه آن حدود را نیز فراهم آورده کریم صوب وادی های تنگ را با عفتاد خویش محکم و مسدود ساخته بود نادر شاه بوسیله پیغام کرد که من در فلان روز خواهم رسید بهتر آنکه اندک راه بر خیزی سخن در نگرفت و روز موعود نادر شاه برسد و خلقه انبوه از افغانه و فوج ناصر خان بادی هلاک رفتند و خان ندبور زنده گرفتار شده بعد از چند روز اعزاز یافت و نادر شاه ببله پشاور و ترمینر و نوره از آب انک بکشتی عبور کرد در مملکت پنجاب شاه شهبه لاهور فرزند قیامت برخواست و من دکان شهر به بیماری صعب گرفتار شده بر بستر افتاد بودم و چون خلق هندوستان را نیکو شناسناخته از اوضاع ایشان ملول و اذراک و تمیز ایشان نایس تمام داشتم بر حال عجزه وزیر درستان دل بسوخت و در طرف آن مدت قدرت روانه شدن بصوب خراسان نیافته بودم و چون بقیه میدانشتم که او صانع مقتضی و نادر شاه هندوستان

آمدن نادر شاه بجلال آباد و قتل عام آن بلده - کشته شدن ابراهیم خان در شیروان -

جنگ ناصر خان و کریم خان و س -

ورود نادر شاه ببله پشاور -

عروج نادر شاه از کابل -

و صوبہ کابل درآمد بود و حرکت من اگر میسر آمدی ناچار بجهان راه بودی و طبیعت و مینش اهل این
 دیار مقتضی آنکه لامحالہ رفتن مرا محرک آمدن اودانند و این معنی نیز مکررہ خاطر و عاقلی شدہ
 بود و قطع نظر از موانع بسبب شورش عبور از انظر بقصر تمام داشت لہذا تا آن زمان در لاہور ماندہ بودم
 در آنوقت کہ آشوبے چنان افتاد و در صورت احوال آن مردم امید ہیوہ نبود در خود طاقت ملاحظہ
 اوضاع حال و مال ایشان نیافتم و بسبب احتمال احوال حالت معاشرت ہا لشکر قریب باش نیز نبود
 باضعف و بقاقتے تمام از لاہور بصوب سلطان بود حرکت نمودہ آن مملکت بہم برآمدہ
 بود و ہر کس دست بغارت دینجا بر آوردہ چندین ہزار قطار و اطریق شوارع را فرو گرفتہ چند
 روز در قرائے آنحال توقف روئے داد پس لیسر ہند درآمد و تمام آن ایام چہ در راہ و چہ
 در منزل مبادیغ بگذشت و نادر شاہ بکنار لاہور رسید ذکر یا خان حاکم لاہور با چہارادہ
 ہائزہ ہزار سپاہ و اسعقاد خود بر لب آبے کہ متصل شہر میگردد اطراف خود مضبوط ساختہ
 صف آرا گشتہ بود و کیفیت صلح و جنگ ہند ہر دو نیز از غرایب است - القصہ نادر شاہ
 با فوجے از لشکر اسپ در آب راندہ بگذشت و چند سوار قریب باش بر سپاہ لاہور تاخت
 شجاعان و بہادران ایشان کہ در سواری ماہر تر بودند بگریختند و باقی بہم برآمدہ متلاشی و متحیر
 شدند آخر حاکم بانسویان بقلعہ درآمد و نادر شاہ با سپاہ متصل بشہر نزول کرد حاکم لاہور
 عزلتہ نیاز و اعتذار فرستادہ التماس امان کرد و بحضور نادر شاہ آمدہ عزت و خلعت یافت
 و بدستور سابق برقرار ماند و نادر شاہ جمیع ما در قلعہ لاہور گذارشتہ بصوب شہجیان آبا
 در حرکت آمد و محمد شاہ با جمیع امرا و لشکر چند گاہ بود کہ از شہر برآمدہ بتانی تمام مے آمد من از
 سہنہ کہ لغایت خراب و محصور لشکر دزدان بود با جمیع پیادگان و تفنگچی کہ فراہم آوردہ با خود
 داشتیم بجات دہلی روانہ شدیم و از میان لشکر محمد شاہ کہ قریب بدو ماہ بود چہار منزل راہ طے
 نمودہ باز دھام تمام بودند عبور نمودہ بشہر درآمد و بعد از ایام چند از ان شہر شوریدہ و اوضاع
 گوشت گرفتیم و نادر شاہ دوسہ نوبت از لاہور تار سیدن بلشکر ہندوستان پیغام روانہ ساخت

اعمال لاہور
 حرکت

در ویدو ہر چند مان نادر شاہ بر لاہور

منوبت جان حاکم لاہور
 بخت نادر شاہ بصوبہ ہندوستان

محمد خان ایلمچی خود بجز شاه نموده و ایلمچی مذکور را همراه داشتند و رخصت نمی نمودند و در آن وقت معلوم نمیشد که غرض از نگذاشتن او چیست تا آنکه مادر شاه رسیده در موضع کربلا که چهار منزله از شاهجهان آباد آباد است بمانی دست داده جنگ در پیوست هندیان توپ خانه برگرد خویش چیده محصور بودند. فوجی از قزلباش نیز بر اطراف ایشان تاختن آورده راه آمد و شد بر ایشان مسدود و قحط غلاداران لشکر افتاده حالتی که در عالم غرور گمان نکرده بودند روئے نمود و مادر شاه لشکر بدو همت کرده بعضی را در مضرب خیام خود گذاشت و با فوجی بر سر ایشان رانده بران الملک زنده دستگیر شده. خان دوران امیر الامرای و مظفر خان برادر و جمع ازمراے نامی بالشکر انبوه بقتل رسیده شب بمیان آمد. و محمد شاه و بقیة السیف که هنوز خلفه بے شمار بودند چون سواران قزلباش را منتشر یافته هر اس داشتند طاقت و مجال فرار در خود ندیده بر جائے ماندند و هر کس فرار کرد اگر بدست قزلباش نیفتاد در عیایے آن خود دوس را زنده نمیگذاشتند و آن را که از خویش گزشتند غریبال ساخته سر میدادند. شهر اذ کلان الغراب دلیل قوم بفتاؤ و س الجوس لها مقیل: القصه نظام الملک و محمد شاه بعضی مهربان بتوسل و اعتدای بمسکندر شاه رفته امان یافتند و مادر شاه محمد شاه را تسلی نموده نوید عدم تعرض بجهان و ملک دنا موس داد القصه مادر شاه با هر دو لشکر شهر در آمده در قلعه شاهجهان آباد نزول نموده و محمد شاه نیز با و در قلعه بود و امرا و لشکریان هستند بوضع معمول سابق در مساکن خود قرار گرفتند و این بتاریج نهم ذی حجة الحرام احدی و خمین و مایة لحد الالف بود چون هنگام عصر روز یازدهم شهر مذکور شد هندیان آوازه در افکند که مادر شاه در گذشت بعضی میگفتند وفات یافته و برخی را سخن اینکه بغد و تمهید محمد شاه هلاک کرده علی ای حال در یک ساعت موت او شهرت گرفت و دے صحیح و سالم با جمیع کثیر در قلعه نشسته بود ابواب آن شب در روز مفتوح و بفضل بهمت مشغول و برخی از سپاهش در حول قلعه و خانه های شهر ساکن و بعضی بر کنار رود که

رسیدان مادر شاه در موضع کربلا و مصاف با داندان با محمد شاه و خاندان شاه

میان کشته دلی

متصل بشہر است فرد آمدہ بودند مجملہ بجز این شہرت کا ذبہ در ہر کوچہ و کنار فوج فوج چھٹا
کم فرست با اسلحہ و پیراق از دھام و شورش انگندہ بقتل و تاراج قریب باش بہت گما
و این ہنگامہ تمامی شہر را فرو گرفت۔ قریب باش کہ فہم زبان ہندیان نمیکردند و خبر از جائے
نداشتند متفرق مگرد و در ہر کوچہ و بازار در گذر بودند ہندیان غافل بالیشان رسیدہ نمیشدند
و بآنکہ شب در رسید شور و انگیزان بد مال اصلاً آرام نگرفتند و آن ہنگامہ در آخر ایش
بود چون مکر حقیقت حال بعرض مادر شاہ رسید سپاہ را امر نمود کہ ہر کس در جا و مقام
خود آرام نمودہ بان مقام نبرد ازند و اگر ہندیان بر سر بالیشان هجوم آورند افعہ نمایند و در آن
میکس از امرائے ہند کہ واقفکار بودند اصلاً متعرض لتکین ناظرہ آن فتنہ و غوغا نگشت
بلکہ چند نفرے کہ حسب الاستعداد از مادر شاہ گرفتہ برای اطمینان و محافطت خود بجا نبردہ
بودند در منازل ایشان مقتول شدند و بآنکہ در جنگ کرنال قریب ہشت کس قریب باش
اندک بزخم تیر مجروح و زیادہ برس کس مقتول شدہ بود درین ہنگامہ قریب بہ ہفتصد کس
از ان طبقہ متفرق بقتل رسید۔ بالجلہ چون روز شد سہاں آشوب در اشتداد بود مادر شاہ
صبح از قلعہ سوار شدہ بقتل عام فرمان داد و فوجی از سوار و پیادہ بآن کار مامور گشتہ
بالیشان گفت تا جائے کہ یکے از قریب باش کشتہ شدہ باشد احدے را زندہ نگذارند لشکر
قریب باش بنیاد قتل و غارت کردہ بمنازل و مساکن آن شہر در آمدند و قتلے با فراط
کردہ اموال بیخا و عیال با سمیری بردند و بسیارے از ان شہر خراب و سوختہ شد۔ چون
نصف روز بگذشت و تعداد کشتگان از حساب در گذشت مادر شاہ نداے امان بقیہ پیمپ
در دادہ۔ لشکریان دست کوتاہ کردند و پس از چند روز کہ شوارع و مساکن پر از اجساد
مقتولین بود و ہوا عفونت یافتہ عبور نیز دشوارے داشت حکم بہ تمطیف آن شد۔
کوئوال شہر در ہر گذر آنہا را جمع آوردہ با حوض و خاشاکے کہ از عمارت فرو ریختہ بود
بے آنکہ تمیز مسلم و کافر شود سہرا بسوخت۔ و مادر شاہ ذخائر یاد شاہی و مال یاد شاہی را

بقصر آورده از مردم نیز زما حاصل کرد چون سبب و داعی شتاب در معاودت داشت تمامی
 ملک بسند و صوبه کابل را بالعین محال پنجاب که به تنخواه صوبه کابل است از مملکت هندوستان و قرق
 محمد شاه وضع نموده ملحق بممالک ایمان ساخت و محمد شاه را و امرا و هند را طلبیده مجلسی بسیار
 و محمد شاه را جیفه داده امرا را خلعت بخشید و مضاعف نموده بسلطنت بگذاشت و دختره از احفاد
 او رنگ زیب بادشاه بجهاله نکاح پسر کوچک خود نصرالدین میرزا که همراه داشت در آورده بتایید
 هفتم صفراشی و ختمین و مائت بعد الف از شاهجهان آباد کوس مراجعت کوفته بازگشت. و
 از سوانخی که در همین روز در ایران روی داده مقتول شدن شاه پهلما سپ صفوی در بلد
 سبزوار است. چون نادر شاه پسر بزرگ خود رضا قلی میرزا در ایران نائب گذاشته بپند آمده
 بود روزی که عوام شاهجهان آباد بدروغ مرگ ویرا شهرت داده بنیاد شورش کردند همانروز
 این خبر باطراف انتشار یافته بایران سرایت کرد و هنوز کذب آن معلوم نشده بود رضا قلی میرزا
 که در مشهد مقدس اقامت داشت بفکر کار خود افتاده حیات آن بادشاه نوجوان را با اینکه
 هرگز در عرض آن مدت بر سر عیبه سلطنت نیامده بود و پاسبانان بجا استش قیام داشتند
 منافی انتظام کار خویش دانسته اشارت لقبیل و س نمود و او را از پا آورده بمشهد مقدس
 آورده مدفون ساختند و پسرانش عباس میرزا و سلیمان میرزا که هر دو صغیر بودند نیز وداع
 دیر فانی نموده اولاد از وی نماند شجر نعد المشرقیة و العوالی و نفقتا المنون بلا قتال و
 و ترتبط السوا بقرابات و لا یجین من جنب الیالی و قال اللادر جمال الدین بایقور الخفا
 و لقد احسن و اجا و شعر و اخوانا بجهتم و دعا و فکانوا و لکن الا عادى و ظنهم
 سها ما صابیات و فکانوا و لکن فی خودی و قالوا قد صفت منا قلوب و لقد صدقوا
 و لکن عن وادی و واز نوادر اتفاقات اینکه مراد حالت که اصلا فکر و خیال متذکر و متوج
 این حادثات و اتفاقات نبود ناگهان گویا گوش دل گرفته که مدت سلاطین صفویه لفظ صفوی
 است. چون ملاحظه نمودم دیدم که مطابق بود چه خود و جاقان سلیمان شان اسمعیل از

بجهانگیر شاه و پسران و امرا و هند را طلبیده مجلسی بسیار
 و محمد شاه را جیفه داده امرا را خلعت بخشید و مضاعف نموده بسلطنت بگذاشت و دختره از احفاد
 او رنگ زیب بادشاه بجهاله نکاح پسر کوچک خود نصرالدین میرزا که همراه داشت در آورده بتایید

مقتول شدن شاه بادشاه مرگ ویرا شهرت داده بنیاد شورش کردند همانروز

مدت سلاطین صفویه لفظ صفوی

دار السلطنت لایجان اگر چه در اربع و شصت است اما جلوسش بر سر بر سلطنت در دار السلطنت
تبریز بتاریخ سیع و شصت و شصت روی داده و طلع عباس میرزا از نام سلطنت و جلوس سلطنت نادر شاه
چنانکه نگاشته در ثمان و اربعین و مائت بعد الالف واقع شد پس مدت سلطنت این سلسله علیه
دولت و چهل و دو سال تمام خواهد بود که با عدد صفویون مطابق است چنانچه چون شمه ازین واقعات
بالعرض تقدیم آمد و خامه را دیگر سرالصفات بذکر بقیه حالات نیست اکنون چند کلمه از خاتمه احوال
خوش نگاشته اقتضای نماید - ختم اسدی با کهنی و جعل منقلب فی الآخرة خیراً منی اللالی ولی
ازین در و در لبنا بجهان آباد تا حال تحریر که آخر سال اربع و شصت و مائت بعد الالف است سال
و کسری گذشته که درین بلده اوقات بسر رفته و پیوسته در خیال حرکت و نجات انانین کشور که بغایت
منافرانده بوده ام و از کثرت موانع عاقله میسر نیامده از راه نامهار زندگی بپناه و سه
مرحله بقدم استوار صبر و شکیبایم پیوده ام و کالبه عنصری از هجوم آلام و اسقام دهم
شکسته و قوای نفسانی افسرده و عاقل سر در جیب خمول کشیده اند اکنون عاجز و ناتوان
گوش بر ندائی اچیل نشسته ام ربان لغذیبی فانامن عبادک وان تغفر لی فانک انت
الغفور الرحیم - فطرت و جبلت را با بیگانه کشور کون و فساد استثنائی و مایه نسبتی نبود و چون
به در آمدن اختیاری بود نه در رفتن - چندی بخونین جگری ساختم

رباعی

بر خیز خیزین از سر دنیا بر خیز	زین کهنه کهن تو ای مسیحا بر خیز
تنها تو درین انجمنه بیگانه	بر خیز ازین میانه تنها بر خیز
انما اراد العفوان وان بیدل بالفرح الا حزان - انه جواد کریم	
نوشته بماند سیه بر سعید	
نویسنده را مینت فردا آید	
تمام شد	

ماده احوال

اصول السماع عربی مع ترجمہ اردو۔ از حضرت مولانا فخر الدین نرادی خلیفہ حضرت محبوب الہی دہلوی قدس سرہ تحقیق مسئلہ سماع میں مستند کتاب ہے۔ قیمت ۴۰

انوار الاولیاء۔ اسرار الاولیاء ملفوظ حضرت ابواصحاب شیخ فرید الدین گنج شکر اجودہنی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اسرار الاولیاء ابواصحاب کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا بدایونی اسحاقی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمایا بہا قابل دیکتاب ہے قیمت صرف ۶۰

تذکرۃ المعین حضرت خواجہ جبریل بنکی سوانح عمری، خاندان کے ۳۶ بزرگوں کا ذکر۔ یہ سید بہمن شاہ سوانح نگار ہیں۔ محذوم صاحب کا حال۔ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد گیلانی صاحبزادی کبری علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات قیمت ۲۰

شجرہ حشمتیہ صابریہ۔ از مولوی اسد اللہ خالص صاحب مدرسین اشکول بہمن پوری۔ دینی حافظہ اسد صاحب قیمت ۲۰

عذرو معذرت حضرت رب العزت کی بارگاہ بہمن عذر نقصیات۔ یہ کتاب نظم ہے۔ قیمت ۲۰

صالح السلوک۔ از کلام معرفت التیام فردا الحقیدہ سراج الاولیاء حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمہ قابل دید و لائق خرید کتاب ہے۔ اس میں آپ کے ساٹھ مکتوب ہیں جو آپ نے اپنے خلفائے راشدین و مریدان با اعتقاد کو سخت فرمائے تھے۔ ہر رقمہ فوق سنیہ از حضرت مصطفیٰ علیہ الرحمت منور ہے۔ مضامین تصوف بمطابقت شیخ شمس الدین بہایت خونی سے تحریر میں لائے ہیں ایک جلد عذر و طلب فرمائیے۔ قیمت ۲۰

مناقب سلیمانی در حالات حضرت فخر الاولیاء ختم المشائخ غریب نواز حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ۔ مصنفہ حضرت سراج السالکین زبدۃ العارفین مولانا مولوی غلام محمد خان صاحب چشتی رحمہ صرف ہی کتاب حضرت فخر الاولیاء کے حالات میں ایسی لکھی گئی ہے جو آپ کے سامنے لکھی گئی۔ اور آپ نے ملاحظہ فرما کر اسحسان فرمایا بار دیگر مع دو تحفہ جات۔ قیمت ۴۰

رشد نامہ محشی از حضرت شیخ قطب العالم علیہ القدوس گنگوہی رحمہ عمدہ کتاب لائق دید ہے۔ جو بایں معرفت کیوئے قابل خرید ہے۔ قیمت ۴۰

محاسن حشمتیہ ارشادات و حالات خاندان حضرت خواجہ کمال الدین علامہ چشتی رحمہ ملفوظات حضرت خواجہ حسن چشتی رحمہ مجمع فرمودہ جناب خواجہ مظہر اسد اللہ انصاری حضرت خواجہ محمد صاحب چشتی رحمہ مصنفہ جناب دو تحفہ قیمت ۲۰

غرائب القوا۔ کاغذ رموز معانی اشعار متصرفہ ہے۔ جس کے مطالب کی فہم سے ہماری لیاقت کے طالب لعل تو کیا اچھے اچھے علماء و فن کا حصہ ہے اسی وجہ سے ان کے قائلین پر فتوہ ہائے کفر دیئے گئے۔ اس کتاب میں نہایت سچ سے ایسے حملہ اقوال و اشعار کے معانی بیان کیئے گئے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ از حضرت قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ قیمت ۲۰

ارشاد الطالبعین۔ حاشیہ اردو۔ ہم پر لکھول لکھی ہے۔ از حضرت شیخ جلال الدین تھانی سی رحمہ اس میں اذکار خفی و علی۔ مراقبہ۔ محاسبہ۔ وعیزہ کی ترکیبیں بیان فرمودہ حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ بہایت وضاحت سے درج ہیں۔ قیمت ۲۰

روہیت۔ و۔ رند مذہب ہنود میں یہ چوٹی کتاب حسن قدس بضاعت کمتر ہے اسی قدر مطالب بہتر ہے۔ اس میں مباحثہ کے طور پر ہندوؤں کی جانب سے سوال کر کے اسکا جواب مدلل اور شافی خود ان کی ہی کتابوں سے دیا ہے کہ ناطقہ بند کر دیا ہے۔ اسکے آخر میں شیخ سلیم رحمتی شہو و معروف کتاب سلطانی بطور ضمیمہ ہے۔ یہ کتاب بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ قیمت ۴۰

انوار حکمت۔ چوٹی چوٹی نصیحتیں لائق تعلیم المفل۔ از حکیم موسیٰ۔ قیمت آدھ

تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاوصیاء اس کتاب میں خلفاء اربعہ کے فضائل عشرہ مبشرہ کے مناقب ازواج مطہرات کے فضائل تمام اہلیت کے ستودہ فضائل۔ حضرات حبیبین علیہما السلام کے برگزیدہ شمائل درج ہیں۔ ایک کالم میں عربی۔ دوسرے میں اوسکا ترجمہ اردو۔ قیمت عقار

مہتابخ السالکین ترجمہ جوگ لکشرٹ۔ یہ کتاب تصوف مذہب ہنود میں ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو مکمل شش من بجی نے راجہ راجندر والی اجودہا کے واسطے تالیف کیا تھا لائق مترجم نے تصوف اہل اسلام سے حاشیہ پر مقابلہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوا کے مفارقت لفظی کے اصول ایک ہی ہیں۔ اور ہنوز اس سمجھ کا بہرہ ہے یہ کتاب بہایت عمدہ قابل دید ہے۔ قیمت ۲۰

لطائف السحریٰ یہ ترجمہ نکات الحق کا ہے۔ اصل کتاب حضرت شیخ عبدالجبار محدث دہلوی رحمہ کی تصنیف ہے۔ قیمت ۵۰

مولود مرغوب القلوب معروف بہ کلام شاد۔ دیار عزیزہ ہمارے عمدہ مولود ہے۔ کلام دلکش۔ قیمت ۲۰

مولود و حافظہ نظر۔ از مولوی محمد حافظ اللہ۔ مختصر مولود قیمت ۲۰

آداب المریدین اردو

آداب المریدین بزبان عربی حضرت مقتدائے جن والہ السلام
محمد عبد القادر سرہوردی رضی اللہ عنہ کی تصنیفات
سے ہے۔ یہ کتاب نہایت ہی تحقیق کے ساتھ حضرات صوفیہ
کے عقائدات، تصوف اور فکر کا فرق، عبادات و معاملات
کے احکام، صوفیوں کے آداب، تصوف میں مشائخ کے
اقوال، اہل تصوف کے مذہبی احکام، صوفیوں کے اخلاق
و عادات، مقامات صوفیہ کا حال، دلوں کے معاملات
اور ان کے حالات جو حضرات صوفیہ نے بیان کیے ہیں۔
اختلاف سالک، اصفیاء کا تذکرہ، صوفیہ کے اقوال و
فضیلت، علم صوفیہ کے آداب گفتگو، حالت ابتدائی
کے آداب، نفس کی رعایتوں کا ذکر، آداب صحبت مریدین
مریدوں کے واسطے آداب صحبت، مسافروں کے ساتھ
صحبت کے آداب، ہمالہ کے ساتھ صحبت کا طریقہ، جوڑ
بچوں کے ساتھ صحبت کے آداب، آفرین کے ساتھ صحبت
کے آداب، عزیز و اقارب، امرا و مسالطین کے ساتھ
صحبت کا طریقہ، آنکبہ، کان، دل، اور ماتہ وغیرہ
کے آداب، صوفیوں کے آداب سفر، آداب لباس، کہا
اور سونے کے آداب، آداب سماع، آداب نکاح
آداب سوال، آداب مرض، آداب موت، آفت و بلا
بڑھنے اور پھینکے کے بعد آداب، اون آداب کا بیان جو
شرعی رخصتوں اور اجازتوں میں برتے جاتے ہیں۔
وغیرہ وغیرہ، کو شرح و لبط لکھا ہے۔ فی الواقع درما کو
کوزے میں بند کیا ہے۔ اس کتاب سے تطاب کی زیادہ لغت
مفتول ہے۔ حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقادر سرہوردی
رحمۃ اللہ علیہ کا علم و تبحر خود اسکا سچا گواہ ہے۔
آپ کے مریدوں میں شیخ شہاب الدین محمد سرہوردی، شیخ
روز بھان مصری اور شیخ عمار سرہرنی اللہ عنہم اس
مابیکے بزرگ ہونے ہیں کہ نام عالم ان کی خدا کی تائیدی
قریب آگے علم و کمال سے واقف ہے۔ بہت بڑی تلاش و
جستجو سے یہ کتاب ہم پہونچا کر اردو ترجمہ کر کے نفع عام
برادران دینی کے واسطے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ہر
پاس رکھنے اور اس پر کار بند ہونے کے قابل ہے قیمت ۸

مولو لطیف مولود تو آپ نے بہت دیکھے ہونگے مگر یہی اپنی
وضع میں انوکھا ہے۔ قیمت ۴
جیابان رحمت۔ از مولوی حسن مرتضی شفیق عماد پوری
عمدہ کلام ہے۔ شرفا قابل تعریف۔ نظم لائق داد۔ ضرور طلب
فرمائیے۔ قیمت ۲
حجاب النساء منظوم ہے۔ اس میں مستورات کو مردوں
رکھنے کے نبوت، احادیث معتبرہ سے شرعی طور پر دسیلے
ہیں۔ قیمت ۲
نفتیش پولیس یہ قانونی کتاب ہے اور قانون میں ہی قانون
سہادت سے متعلق جو مقدمہ کی جان ہوتی ہے اس کتاب میں مولوی
غلام محمد خان صاحب مجتبیٰ درجہ اول سابق انسپٹر پولیس نے
تمام واقعات، شہادتیں و واقعات متعلقہ و ضمنی کی بحث عمدہ طور سے
کی ہے اور آسان طور پر اس امر کی تعلیم دی ہے کہ سب انسپٹران پولیس
و دیگر افسران پولیس کو اس طرح تحقیقات کرنا چاہیے۔ مولوی صاحب
مدرس اعلیٰ مدرسہ اعلیٰ پولیس ہی رہ چکے ہیں اور یہ کتاب
ان کی قیمتی تجربہ کا فوٹو ہے افسران پولیس ضرور اس کتاب کو مطالعہ
فرمائیں بہت مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی نسبت علی گاجا
کرنل ایم ایم پولی صاحب انسپٹر جنرل پولیس مالک متوسط
ناگپور و دیگر محضر افسران پولیس نے اپنی رائے ظاہر
فرمائی ہے کہ جو اہلکار پولیس اس کتاب کی مجوزہ طور پر مطالعہ
کر کے مفت جالان کرے گا وہ ملزم عدالت مجسٹریٹ سے ضرور
سزا بابت ہوگا۔ قیمت ۴
سیر الکلمات ترجمہ اکبر حیات، از سید محمد غوث شطاری رح
عملیات میں نمایاں اور مستند کتاب ہے۔ قیمت ۴
دیوان مضطر لغتہ اور عاشقانہ دونوں طرح کا کلام۔
تاریخی اسرار کا خزینہ ۱۳ ہجری سے ۱۳۰۰ ہجری تک کے ہزار
اسلامی تاریخی نامبر و ائمہ و عورت کے ہر سال کے جداگانہ
اور متعدد۔ قیمت ۸
مجموعہ دیوانہ لغت اس میں چار شاعروں، محفولہ
ہما، لطیف اور شہاب کا کلام لغتہ ہے۔ لغت خوان ضرور
منگا لیں۔ قیمت ۱۲
گلدستہ سہرا۔ لغتہ مہر ہے۔ مشہور استادوں
ذوق، امیر، داروغہ وغیرہ کے قابل دید ہیں۔
ایک نسخہ ضرور طلب کیجئے۔ قیمت صرف دو آنے۔ ۲

اطلاع کتاب سماجی عمری شیخ علی خیرین رحمت اللہ علیہ کی تلاش صحت۔ اور طبع بن مطبع کا بہت صرف ہوئے اور مطبع
مسلم پریس نے بدقت تمام اس کتاب کو جس قدر ممکن ہوا متعدد نسخوں سے صحیح کر کے چھاپا ہے لہذا اس کے طبع کرنے کی کسی کو اجازت
نہیں۔ کوئی صاحب اس کے طبع کرنے کی جرأت نہ کریں۔ ورنہ عرصہ نادمہ کے نقصان اٹھائیں گے۔

